SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, May 08, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

و عرضوا علی ربک صفا(ط) لقد جئتمونا کما خلقنٰکم اول مرة بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا O ووضع الکتب فتری المجرمین مشفقین مما فیه و یقولون یٰویلتنا مال هٰذا الکتب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصٰها (ج) و وجدوا ما عملوا حاضرا(ط) ولا یظلم ربک احداO

ترجمہ، اور (سب لوگ) آپ کے رب کے حضور قطار در قطار پیش کیے جائیں گے ' (ان سے کہا جائے گا) بیشک تم ہمارے پاس (آج اسی طرح) آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ ہم تمہارے لیے ہرگز وعدہ کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے اور (ہر ایک

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, May 08, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

و عرضوا علی ربک صفا(ط) لقد جئتمونا کما خلقنٰکم اول مرة بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا O ووضع الکتب فتری المجرمین مشفقین مما فیه و یقولون یٰویلتنا مال هٰذا الکتب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصٰها (ج) و وجدوا ما عملوا حاضرا(ط) ولا یظلم ربک احداO

ترجمہ، اور (سب لوگ) آپ کے رب کے حضور قطار در قطار پیش کیے جائیں گے ' (ان سے کہا جائے گا) بیشک تم ہمارے پاس (آج اسی طرح) آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ ہم تمہارے لیے ہرگز وعدہ کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے اور (ہر ایک

کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا سو آپ مجرموں کو دیکھیں گے (وہ) ان (گناہوں اور جرموں) سے خوفزدہ ہوں گے جو اس (اعمال نامہ) میں درج ہونگے اور کہیں گے ، ہائے ہلاکت ! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹی (بات) چھوڑی ہے اور نہ کوئی بڑی (بات)' مگر اس نے (ہر ہر بات کو) شمار کر لیا ہے اور وہ جو کچھ کرتے رہے تھے (اپنے سامنے) حاضر پائیں گے' اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۔

(سورۃ الکھف آیات 48-49)

Leave of Absence

Mr. Chairman: One leave application.

سینیٹر محمد ظہیر الدین بابر اعوان ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ دو اور چھ مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(درخواست منظور کی گئی)

Mr. Chairman: I have item No. 2, Senator Dr. Muhammad Ali Brohi.

Senator Dr. Muhammad Ali Brohi: Sir, I beg to present 2nd report of the Committee on Environment for the period from November 2006 to March 2008.

Mr. Chairman: The report stands presented and I thank you for the report and the members of the Committee.

Before we start discussion on the "Commenced Motion", I would like to request the colleagues for your cooperation and strictly adhering to the timeframe agreed because we still have many speakers and we are

winding it up by this afternoon, *'Zohar'* prayers. Then we will reconvene for the afternoon session at 4.00 PM for the foreign policy. So, I still have many speakers, please strictly adhere to because maximum is 5 minutes to 7 minutes and avoid the repetition. I will call the next name as the time is over. You should restrict to what I have requested the honourable members so that more and more colleagues can be accommodated.

جی پروفیسر صاحب! آپ بولیں۔

And the names of member who are called out, not here we will then drop the names.

Further Discussion on the Energy Crisis in the Country

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! ہم اس وقت energy crisis پر بحث و مباحثہ کر رہے ہیں۔ کہنے کی باتیں تو بہت ساری ہیں لیکن وقت کی قلت اور مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر میں آپ اور ایوان کی توجہ صرف چند موٹی موٹی باتوں کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ پہلی چیز جناب والا! یہ ہے کہ کسی بھی ملک کے لیے energy اس کی life line ہے۔ اس کا تعلق کم از کم تین بنیادی شعبہ ہائے زندگی سے ہے۔ پہلا Household sector جہاں روشنی، توانائی، سہولت، ان تمام کی اس کو ضرورت ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی کا ایک پیمانہ یہ ہے کہ یہ سہولت اس پیمانے پر عام انسانوں کو حاصل ہو۔ دوسری transport ہے کہ یہ کسی بھی معاشرے کے اندر movement and interaction کے لیے ضروری ہے۔ تیسرا industrial sector ہے۔ سارے پیداواری عمل کا انحصار اس کے اوپر ہوتا ہے۔ میں یہ بات quickly آپ کے سامنے رکھوں گا کہ پاکستان کے سلسلے میں جو studies ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ 45% use of our energy industrial sector میں ہے، transport 28% اور 21% domestic household sector رہا ہے۔ یہ گویا اس کا overall profile ہے۔

اس کے بعد جہاں تک energy resources کا تعلق ہے، ان میں گیس ہے، بجلی ہے، nuclear energy ہے، alternate energy ہے۔ Electricity میں تھرمل ہے، hydel ہے اور تھرمل میں ہمارا زیادہ انحصار oil اور diesel پر رہا ہے۔ اس تمام framework کو آپ اپنے سامنے رکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ energy کا مسئلہ ملک کی معیشت اور ملک کے بسنے والوں کی سہولت ہے۔ ہر دو اعتبار سے اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

جناب چیئرمین! میں پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے قیام کے وقت energy کو اہمیت دی گئی تھی اور جب میں پیچھے نگاہ ڈال کر دیکھتا ہوں تو 1947 کے مقابلے میں اس وقت two times energy consumption زیادہ ہوئی ہے اور ایک ترقی پذیر ملک میں آئندہ بھی اس کو اسی طرح آگے بڑھنا چاہیے۔ خود بجلی کے بارے میں scientific studies ہوئی ہیں ان میں پاکستان کی ضرورت تقریباً سالانہ سات فیصد اضافے کی ہے۔ اس پس منظر میں جب میں energy policy اور اس پالیسی کی روشنی میں energy generation, energy management پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے خاصی تشویش ہوتی ہے۔ 1960 میری نگاہ میں اس معاملے میں ہر اعتبار سے اہم period ہے اور ہم نے energy infrastructure میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ 1970-80 سستی، غفلت محض زبانی جمع خرچ اور حقیقی development کے سلسلے میں غیر تسلی بخش اور slow رہا ہے۔ 1990 میں IPPs آ جانے کی وجہ سے ایک اہم phase ہمیں نظر آتا ہے اور by and large, mid 90 اور اس کے بعد تھوڑا سا 2000 سے 2003 تک جو بات میرے لیے بے حد تشویش کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ ہماری سب سے سستی، سب سے اہم economically سب سے زیادہ preferable, source of energy ہے hydel, پانی کے ذریعے۔ اس کی capacity کا اندازہ یہ ہے کہ 47000MW sure ہم produce کر سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بارے میں مجرمانہ تغافل برتا گیا۔ سیاسی issue ہے ہم اس سے انکار نہیں کرتے لیکن سیاسی issue resolve کرنے کے لیے ہوتے ہیں، بات چیت کے ذریعے، دلیل کے ذریعے اور اس کے بعد اگر کہیں الجھن ہے تو آپ alternate تلاش کیجئے لیکن محض ایک سیاسی issue کی بنیاد پر 1970 سے لے کر آج تک ہم نے اس کو issue بنا رکھا ہے، مسئلہ حل نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے کالا باغ کے بارے

میں دو رائے ہیں اور دونوں میں وزن ہے۔ اس کی ضرورت اور feasibility پر جو کام ہوچکا ہے اور جو invest ہو چکا ہے اس کی بنیاد پر بات کرتے ہیں تو وہ بے وزن نہیں لیکن جو اعتراض کر رہے ہیں وہ بھی بہت وزنی ہیں۔ میں نے خود اس سلسلے میں آج نہیں early 80s میں ریسرچ کی ہے اور اس پر فیچرز شائع کیے ہیں جن میں جو حقیقی مشکلات ہیں میں نے ان کو identify کیا لیکن میرا اصل اعتراض یہ ہے کہ اسی کو ہم نے فٹبال بنا رکھا ہے جو alternate موجود ہے اس کے لیے ہم نے کیا کیا ہے۔ بھاشا کے بارے میں، جس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، خود سینیٹ کی کمیٹی نے بھی اس کو اولیت دی لیکن ہمارے ہاں اس ایوان میں 2004 میں رپورٹ آنے کے بعد بھی اس پر کام نہیں ہوا۔ اب feasibility کی بات کی جا رہی ہے کہ دو سال لگیں گے۔ بننے کی بات کی جا رہی ہے کہ آٹھ سال لگیں گے، finances 100% زیادہ اس زمانے میں ہوچکے ہیں اور جتنا انتظار کریں گے اتنے ہی بڑھیں گے۔

جناب چیئرمین! دوسرا ماڈل ہے چھوٹے Dams کا، یہ کوئی خیالی بات نہیں ہے چین نے اس بارے میں غیر معمولی تجربات کیے ہیں اور پانچ سو سے زیادہ ڈیم بنائے ہیں اپنی energy کی ضروریات پوری کی ہیں اور national grid میں اس کو feed کیا ہے۔ ہمارے ہاں studies ہوئی ہیں۔ صوبہ سرحد میں بائیس پراجیکٹس پر آغاز ہوا ہے اور پورے ملک میں جال بچھایا جاسکتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے، ہمارا پلاننگ کمیشن، ہماری حکومتیں، ہماری بیوروکریسی، ہماری سیاسی پارٹیاں اس مسئلے کو جو اہمیت دینی چاہیے وہ نہیں دے رہیں۔

دوسرا resource آپ دیکھیں، آپ کے پاس ہے کوئلہ اور دنیا بھر میں کوئلہ بجلی پیدا کرنے میں سب سے اہم source ہے۔ کچھ ممالک میں، چین اور انڈیا میں 60 to 70% استعمال کرتے ہیں اور پاکستان میں صرف 7%۔ ہمارے پاس 3 trillion tons کا ذخیرہ موجود ہے لیکن نہ ہم اس کو استعمال کر رہے ہیں نہ اس کے لیے جو strategic planning ہے اس میں شامل کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ criminal neglect ہے۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیں۔ آپ لوگوں نے ہی agree کیا تھا وقت۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! ابھی تو میرے پاس بہت سی باتیں کرنے کے لیے ہیں۔ بہرحال آپ دیکھیں میں کوئی غیر ذمہ دارانہ بات نہیں کر رہا اور کوئی سیاسی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ جو مسائل ہیں ان پر بات کر رہا ہوں۔ جناب والا! میرا پہلا نکتہ یہ ہے کہ strategic vision, proper planning, ترجیحات کا صحیح تعین یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے اور جب تک آپ اس کو درست نہیں کرتے اس میں national consensus پیدا کیجئے سب آپ سے تعاون کریں گے۔ اس میں adhoc انداز اختیار کرنے کی بجائے اور سیاسی blame کی بجائے ایک face کرنے کے انداز میں immediate, medium term, long term plan بنائیے۔ مجھے دکھ ہوتا ہے کہ 2005-2025 کا منصوبہ بنایا گیا ہے highly unrealistic اور اس کو بنانے کے بعد اب تین سال ہوچکے ہیں، اس کے شروع ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ 2003 سے اس وقت تک میرے علم کی حد تک energy generation میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ 2005 turning point ہے اس وقت تک آپ تقریباً جو use کر رہے تھے 2005 سے مسلسل خسارہ ہو رہا ہے اور اس وقت یہ خسارہ اڑھائی اور تین ہزار کی range میں ہے اور اگلے دو سال کے اندر یہ پانچ ہزار پر پہنچ جائے گا۔ اگر اس کے لیے آپ نے فوری اقدام نہیں کیا تو بڑا national crisis ہے۔ خدا کے لیے آنکھیں کھولیے اور اسے face کیجئے۔

جناب والا! میرا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ میری نگاہ میں strategic vision, planning اور اس کے لیے صحیح implementation نظام کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے مسائل ہیں جسے میں mismanagement, کرپشن، leakages قرار دیتا ہوں۔ Mismanagement میں واپڈا، مجھے خاص طور پر اس کے حالات جاننے کا موقع ملا جب Hydro profit کے سلسلے میں، میں موجود تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ کس طرح اس میں proliferation ہوئی ہے کس طرح cost بڑھی ہے، expenditure بڑھے ہیں، resource generate ساتھ ساتھ نہیں ہوا ہے اور ہر ایک، ایک دوسرے پر الزام لگاتا ہے۔ مرکزی حکومت، صوبائی حکومتوں کو، واپڈا اپنے users کو لیکن اگر آپ اسے دیکھیں تو it is a

misplanned بلکہ میں highly inefficient, mismanaged یہاں تک کہوں گا کہ صورتحال ہے۔ اس سے پہلے جن دلائل کی بناء پر صوبوں سے یہ اختیار لیا گیا تھا مرکز کے لیے اس وقت بہتر ون یونٹ میں اور پھر مرکز میں حقیقت یہ ہے کہ ایک failure رہا ہے اور اس پورے معاملے کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ Privatization کو ہر چیز کا حل بیان کیا گیا اس کی بنیاد کے اوپر سات آٹھ اس کی کمپنیاں بنائی گئیں لیکن اس کے نتیجے کے طور پر efficiency حاصل نہیں ہوئی ' generation نہیں بڑھی distribution میں efficiency نہیں آئی اور ہر ایک ' ایک اور white elephant بن کر بیٹھ گیا اور ان کے اثاثوں کو آپ دیکھیں تو ان کے پاس cash balances بھی ہیں ' انہوں نے loans بھی لیے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی duration کیا ہے' بہت کم۔ تو میری نگاہ میں ایک بہت بڑا مسئلہ یہ total mismanagement کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ line losses پر آج نہیں بیس ' پچیس سال سے لوگ اس پر چیخ رہے ہیں۔ اس وقت بھی صورتحال یہ ہے کہ internationally accepted feasible ہے اس سے کم از کم پچاس ' ساٹھ فیصد زیادہ ہمارے ہاں ہو رہے ہیں۔اور اس کی وجہ کیا ہے ' ٹھیک ہے کچھ معاملات میں اس کی technical reasons بھی ہوسکتی ہیں جو بیان کی گئی ہیں لیکن زیادہ بڑی وجہ leakages ہیں' وہ کرپشن ہے۔

جناب والا! میرے پاس کچھ شواہد موجود ہیں جن میں یہ بات تک بھی کہی گئی ہے کہ WAPDA hieehups, یہ "The News" کی بائیس اپریل کی رپورٹ ہے کہ WAPDA hieeups, misusing energy to the tune of 1500MW جو آپ کی اس وقت total deficiency ہے اس کا تقریباً ساٹھ فیصد صرف واپڈا کے اہتمام میں جو misuse ہے اس کی نذر ہوا ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔ گورنمنٹ کی ایجنسیز کے free right کے لیے جو آپ نے معاملات کیے ہوئے ہیں ان کا اگر آپ جائزہ لیں تو deficiency جو اس وقت ہے وہ صرف proper management کی وجہ سے ہو لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔تو یہ دوسری کیٹیگری ہے جس میں معاملات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: تیسری چیز جناب والا! جس کا تعلق energy saving سے ہے۔ ساری دنیا میں آج energy use, energy management لیکن ساتھ ہی energy conservation. جب oil کی قیمتیں بڑھی ہیں تو آپ کو معلوم ہے، تحقیق کی جرمنی اور جاپان کی کمپنیوں نے کہ کس طرح per litre mileage, improve کیا جاسکے، energy saving کا کام کیا جائے۔ ہمارے ملک میں حقیقت یہ ہے کہ energy saving نوعیت کی کوئی فکر نہیں۔

اس ایوان میں مجھ سے پہلے میرے اور ساتھیوں نے بھی کہا ہے اور میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پورا structure ہے آپ کا، free petrol دینے کا، transport facilities دینے کا، perks کا اسے ختم کیجیے۔ ایک consolidated law ہو، جتنی رقم چاہے دے دیجیے، اس کے بعد اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ کہاں خرچ کرے، کس طرح خرچ کرے۔ آپ نے ہر جگہ leakages کے لیے دروازے کھول دیے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر سطح پر energy کا misuse ہے۔

جناب والا! جو scientific studies پاکستان کے بارے میں ہوئی ہیں یہ Enercon کی studies ہیں۔ ان کی رو سے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت industrial sector میں جو آپ کا energy use ہے اس میں 23% کو conserve کیا جاسکتا ہے۔ یعنی ایک کلو واٹ نیا generate کیے بغیر صحیح management, صحیح use اور incentives کا صحیح نظام اور penalties کا صحیح نظام لا کر، 23% آپ industrial sector کا conserve کرسکتے ہیں۔ Transport sector میں ان کا اندازہ یہ ہے کہ 10% گنجائش ہے اور domestic sector میں 30% ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں جناب والا! ٹھیک ہے میں بھی guilty ہوں کہ A.C. استعمال کرتا ہوں لیکن جو حال اس وقت ملک میں ہے یعنی پنکھے سے 10 سے 15 گنا زیادہ energy وہ consume کرتا ہے۔ کس generosity اور فراخ دلی کے ساتھ آپ incentives دیتے ہیں import کے۔ پھر آپ کے banks اس کے لیے consumer credit فراہم کرتے ہیں یعنی یہ ایک chain ہے پوری کی پوری جس کے نتیجے کے طور پر ایک خاص life style بنایا

جا رہا ہے' promote کیا جارہا ہے' اسی پر competition ہورہا ہے۔ یہ سارا کا سارا energy intensive ہے۔ ہمیں conservation کے بارے میں ایک clear policy اختیار کرنی ہوگی۔ تین areas ہیں۔ پہلا ہے generation. دوسرا ہے management اور تیسرا ہے conservation.

آخری چیز میں یہ کہوں گا کہ energy کے لیے صرف energy کا ہونا ہی کافی نہیں ہے' اس کا affordable ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ affordability consumer کے لیے بھی اہم ہے' transporter کے لیے بھی اہم ہے اور industry کے لیے بھی اہم ہے اس لیے کہ یہ cost of production کا ایک بڑا اہم حصہ ہے۔ اگر ہم اس کی فکر نہیں کریں گے کہ energy اس ملک میں سستی ہو' جہاں تک میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ہر وہ ملک جس نے موثر industrialization کی ہے' اس کی بنیاد affordable energy ہے۔ انگلستان' امریکہ اور یورپ میں coal' جاپان میں hydro-electricity لیکن اگر costly energy ہوگی تو آپ کبھی بھی صحیح رفتار سے ترقی نہیں کرسکیں گے اور نہ دنیا کی منڈیوں میں آپ committed ہو سکیں گے۔ اس لیے بالکل ایک نئے ذہن کی ضرورت ہے' نئی strategy کی ضرورت ہے تاکہ آپ affordable کرسکیں۔ پھر میں آپ سے کہوں گا کہ thermal power اور hydel power میں minimum cost difference, 400 % ہے۔ جس cost پر آپ hydel power حاصل کرسکتے ہیں اس سے 400 فی صدی زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے آپ کو thermal power حاصل کرنے کے لیے۔ آپ کو پتا ہے thermal power کے sources مختلف ہیں۔ Coal سب سے سستا ہے' oil, gas یہ تمام sources ہیں۔

آخری بات میں جناب والا! آپ کی اجازت سے یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ گیس کے بارے میں ابھی بہت زیادہ بات چیت نہیں ہورہی لیکن میں نے جتنا حالات کا جائزہ لیا ہے' مجھے خطرہ نظر آرہا ہے کہ ہم نے سستی گیس کو misuse کیا ہے' جو گیس کا potential ملک میں موجود ہے اس کو discover نہیں کیا ہے۔ Oil کے بارے میں بھی میری رائے یہی ہے۔ اس لیے کہ جب میں Deputy Chairman تھا' اس وقت ہم نے جب assessment لی تھی تو hardly پاکستان 7 فی صدی اپنی ضرورت کا produce کررہا تھا اور total consumption سے

بہت low تھا۔ ہم نے plan کیا تھا کہ ہم 30% تک اسے آسانی سے لے جاسکتے ہیں اور اس پر sustain کرسکتے ہیں۔ ایک زمانے میں ہم 12, 15% تک آگئے تھے' اب پھر ہم 10% پر ہیں۔ میری نگاہ میں oil exploration کا پاکستان میں potential ہے' offshore بھی ہے اور زمین پر بھی ہے۔ لیکن multinationals تعاون نہیں کررہی ہیں اور اس کے لیے ہم نے کوئی agressive policy نہیں بنائی۔

اس وقت جو گیس کے known resources ہیں' اگر ہم نے اسی طرح انہیں استعمال کیا تو آٹھ سال سے زیادہ ہمارے پاس stock نہیں ہے۔ Reservoirs ہمارے پاس موجود ہیں' آج plan کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کل آپ کو crisis کا سامنا نہ ہو۔ ٹھیک ہے' مجھے اس سے اتفاق ہے کہ Central Asia اور ایران دونوں سے گیس کی pipelines بننی چاہییں' یہ ہمارے لیے بھی اہم ہے اور دوسروں کے لیے بھی اہم ہے اور اس سے ہمارا ایک region grow ہوتا ہے لیکن ہمارا اپنا potential ہے۔ اسے discover نہ کرنا' اسے develop نہ کرنا' اس لیے کہ دیکھیے اس کا اصل فائدہ پاکستان کو پہنچے گا۔ جو transit آمدنی اس کے مقابلے میں آپ کو ہوگی' وہ آپ کی اپنی ایک resource ہے۔ تو اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ NWFP کے اندر' بلوچستان کے اندر' سندھ کے اندر اور پنجاب کے چند علاقوں کے اندر یہ evidence موجود ہے کہ ابھی resources موجود ہیں۔ جو تجربات ابھی ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت بہت بڑا potential ہے۔

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ energy کی ہر form جس میں source-wise oil اس کے بعد پھر گیس' کوئلہ' hydel ان تمام کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک integrated, medium, long weird پلان بنانے کی ضرورت ہے اور جو immediate problems ہیں ان کا حل' میری نگاہ میں' conservation, better management اور short period میں energy generation کے جو راستے ہیں وہ موجود ہیں' ایسا نہیں ہے کہ نہیں۔ اس framework کے اندر ہمیں اس معاملے کو face کرنا چاہیے اور حکومت کو ایک strict austerity کی policy اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی اس کی مثال قائم کریں اور عوام کو بھی میڈیا کے ذریعے' تعلیم کے ذریعے energy conservation اور life-style میں

تبدیلی کے لیے راغب کریں، تاکہ ہم اپنی چادر کو دیکھ کر پاؤں پھیلائیں، اپنے وسائل کی روشنی میں اپنے معاملات کو ترتیب دیں اور ایک ایسا life-style اختیار نہ کریں جسے sustain نہیں کیا جاسکتا۔ شکریہ۔

(اس موقع پر ایوان میں ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! بجلی کے بحران کے حوالے سے کل سے مسلسل بات ہورہی ہے۔ بجلی کا بحران کوئی آج کا نہیں ہے کہ اچانک آگیا اور اس کی وجہ سے ملک مشکلات سے دوچار ہے بلکہ ہر سال اس حوالے سے، ہم انہی ایوانوں میں ان مسائل کو اٹھاتے ہیں اور سال بہ سال ان بحرانوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، کمی کا نام ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے ملک میں بعض حصے ایسے ہیں جہاں نہری نظام ہے، لیکن جہاں انڈیا نے ڈیمز تعمیر کیے ہیں، اس کی وجہ سے پنجاب میں بھی بہت سارے علاقے بنجر ہوتے جارہے ہیں اور مجبوراً کاشتکار بجلی کا سہارا لیتے ہیں، ٹیوب ویل لگاتے ہیں اور اپنی زراعت کے لیے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ٹیوب ویل استعمال کرتے ہیں۔

پاکستان کا ایک حصہ ایسا ہے جو کہ آدھا پاکستان کہلاتا ہے، بلوچستان۔ سوائے دو اضلاع کے نصیرآباد اور جعفر آباد، باقی پورے علاقے میں نہری نظام نہیں ہے بلکہ بارانی ہے یا پھر جہاں بجلی پہنچی ہے وہاں لوگوں نے ٹیوب ویل لگا کر زراعت کا کام شروع کیا ہوا ہے۔ بلوچستان میں بہرحال بجلی اگر نہ ہو تو پھر وہاں کاشتکاری، زراعت بالکل تباہ و برباد ہوجاتی ہے۔ اس season میں بھی جب کہ آلو، پیاز اور گندم یا باغات جیسے سیب اور چیری اور انگور کے باغات ہیں، پانی نہ ملنے کی وجہ سے بہت سارے علاقے، بہت سارے باغات کروڑوں کے، خشک ہوتے جارہے ہیں اور بجلی وہاں بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔

ایک طرف صحیح معنوں میں بجلی فراہم نہیں کی جاتی اور دوسری طرف بل کا بہانہ بنا کر فیڈر کے فیڈر بند کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے بلوچستان کے زراعت سے وابستہ افراد روزانہ احتجاج کرتے

ہیں۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک جامع حکمت عملی ہونی چاہیے۔ گزشتہ بیس سال سے ہم یہ سن رہے ہیں کہ کالاباغ ڈیم، کالا باغ ڈیم اس ڈیم کی تعمیر ایک طرح سے سیاسی issue بن گیا ہے۔ ملک میں جب بھی کوئی issue کھڑا ہوتا ہے تو اس issue سے صرف نظر کرنے کے لئے حکمران کالا باغ ڈیم کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ جناب عالی پھر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ سندھ میں جلسے اور مظاہرے شروع ہوجاتے ہیں۔ کالا باغ ڈیم نہ کھپے، جب کہ پنجاب میں کہتے ہیں کہ بننا چاہیے۔ بلوچستان اور سرحد میں قراردادیں pass ہوتی ہیں کہ کالاباغ ڈیم نہیں بننا چاہیے۔ اسی طرح قومیتوں کو الجھا کر ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کی جاتی ہے، تند و تیز بیانات آتے ہیں، مظاہرے ہوتے ہیں اور بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ اس سے فائدے کی بجائے نقصان ہوتا جا رہا ہے اور خاص طور سے اس issue پر قومیتوں کے اندر ایسی نفرتیں پیدا ہوئی ہیں جو مستقبل قریب میں بھی شائد ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

حیرت اس بات کی ہے کہ جب بھی واپڈا کے ذمہ داران کے ساتھ meetings ہوتی ہیں تو ان سے ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ خدارا! آپ کی سوئی کالا باغ ڈیم پر کیوں اٹکی ہوئی ہے، اس سے ہٹ کر بھی آپ کے پاس کوئی option ہے۔ آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے ہٹ کر بھی کوئی ڈیم بنائے جائیں۔ چھوٹے ڈیم یا بڑے ڈیم قومی مشاورت سے بنائیں۔ اس طرح کے جو مسائل ہوتے ہیں وہ فنی مسائل ہوتے ہیں، جن کے لئے فنی ماہرین سے بھی مشورہ کیا جائے۔ جناب چیئرمین! یہ ساری چیزیں ہمارے اور آپ کے سامنے ہیں، ان کے لئے جامع حکمت عملی بنانی چاہیے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ کالا باغ ڈیم کی feasibility report پر اب تک اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ وزیر موصوف تشریف فرما ہیں یہ بات ان کے علم میں ہو گی کہ اس کی feasibility report پر اتنا خرچہ آیا ہے، ابھی تک وہ ڈیم بنا نہیں ہے، بیس سال سے یہ سارا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

میں آپ کا بہت ہی مختصر وقت لوں گا۔ اس وقت بلوچستان میں بجلی کے حوالے سے جو تخمینہ لگایا گیا ہے وہ تقریباً 700 سے 800 megawatt تک ہے۔ بہت بڑا رقبہ ہے، لیکن اس وقت total Balochistan کو 500 megawatt بجلی میسر ہے۔ نام کے حوالے سے تو یہ 500 megawatt ہے لیکن وہاں پر لوڈشیڈنگ کی وجہ سے اور وولٹیج کی کمی کی وجہ سے زمینداروں کا

اتنا نقصان ہوتا ہے کہ ہر ہفتے' دس دن میں ان کی موٹریں جل جاتی ہیں۔ اس حوالے سے میں چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اٹر پورٹ کے نزدیک شیخ ماندہ کا thermal power station ہے' اس کے چھ پیداواری units تھے جن میں سے دو کو پنجگور shift کیا گیا لیکن وہاں پر وہ ابھی تک استعمال میں نہیں لائے گئے۔ بقایا چار units بچتے ہیں ان میں سے دو اس کی اہلیت رکھتے ہیں کہ ان کو کوئلے پر چلایا جا سکتا ہے اور دو کو گیس پر چلایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کوئٹہ یا گردونواح کے علاقوں کی بجلی کی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر میں جتنا بھی بولوں' بول سکتا ہوں' بہت ساری باتیں ہیں۔ بنیادی بات تو حکمت عملی کی ہے اور میں چاہوں گا کہ Minister for Water and Power جو اس وقت ہماری باتیں سن رہے ہیں اور House کی آراء بھی آ رہی ہیں' اس حوالے سے وہ ایک جامع حکمت عملی بنائیں۔ خاص طور پر جناب چیئرمین! سندھ' پنجاب' بلوچستان اور سرحد کے جو گرم علاقے ہیں اور ان دنوں میں جب بجلی چار چار چھ چھ گھنٹوں کے لئے بند ہو جاتی ہے تو لوگ تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ بے چارے بچے دھوپ اور گرمی سے جل رہے ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارے ہاں ہر کام ad-hoc بنیاد پر ہوتا ہے' جس کے اثرات وقتی طور پر تو ہو سکتے ہیں لیکن دیرپا نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہماری خواہش ہو گی کہ واپڈا اور ہم سب مل کر کوئی ایسی جامع حکمت عملی بنائیں تاکہ بجلی کے اس بحران سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملک اور قوم کو نجات مل سکے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

Mr. Chairman: Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi Sahib.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman. We are discussing the power outrages in the country today. In the province of Sindh, the life of the common man is so miserable, so hard, that it has absolutely become unbearable. The rulers seem to have no concern whatsoever, for the suffering, the misery, the anguish or the heartaches of the teeming millions who constitute this

great land of ours. Power failure can not be blamed on any single government that is a fact. It is the collective neglect of both military and civilian governments of the past 40 to 45 years for that there can be no doubt, that is a fact. No attention has been paid whatsoever, on this most important aspect of nation building and development. The net result is that we are living in the darkness of the middle ages, in most of the places.

The province of Sindh in the interior is having to face upto 12 to 14 hours of load shedding per day. It was mentioned that the Honourable Minister has given additional power to Karachi, let me clarify that no additional power has been given to the city of Karachi. Karachi is suffering the most, because Karachi is the largest city of Pakistan; it is also the largest industrial city of Pakistan; it is a trade centre of Pakistan; it is a commerce centre of Pakistan. Electricity was taken away from KESC. So, actually the Honourable Minister has done a little favour to Karachi and we appreciate that. He went there, he met with the KESC officials and he restored some of the electricity that had been taken away from us. But the fact remains that our hospitals are not functioning properly. Our school children are facing the greatest problem. The industry is almost at a stand still and when the industry of Karachi is at the stand still, it affects the whole of Pakistan. The trade is suffering, the people in their homes are the worst sufferers. There are line losses, there is a lot that can be done to improve the functioning of the electrical department, especially the KESC and WAPDA but nothing is done.

Government after government comes and we talk about our inability to provide electricity to our people. None of the resources available have been taped. Coal is abundant and it can provide a great deal of electricity by thermal power to the country.

We have gas. If planned properly that can also improve our situation. But we must look to other sources such as, wind mills. The wind energy can be used, the solar energy, the nuclear energy can also be improved. We see absolute paralysis in governance in this aspect. A clueless government, a government without action as we have seen in the last 40 days or so. Not only in the energy crisis but the food crisis, the higher prices of consumer items, petroleum are proof of this causing every type of hardship and misery that can be perpetuated on the poor, the meek, the humble and the hardworking people of Pakistan. Because this elitist government just cannot comprehend the requirements of the teeming masses. The 2% which hold this country hostage, which hold 98% of the population of Pakistan hostage are not caring and these uncaring governments of the past and the present are to blame. Unless something drastic is done and unless some sort of evolution or revolution in this country takes place. I do not foresee a better future for the poor or the meek or the humble of this country. Because they have to suffer while the rich get richer, the poor get poorer. The amount of billing, the excessive billings especially in the province of Sindh and in Balochistan is heart rendering. All it requires is a little attention, all it requires is a little command and control over the bureaucrats but when the governments

choose to rule through the bureaucrats, when the government choose a useless policy and allow the bureaucrats a free hand the people will suffer and will continue to suffer as they are suffering today. No electricity and yet the bills are excessive. All we have to do is just have a check and balance over the establishment and that control has not yet, in fact, it has not been made in any aspect of the governance of today, it seems to get loser and loser. All over the country we are hearing of strange events of events which used to be in the medieval ages and now they are reoccuring here.

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Yes, sir. The people are being forced to commit suicide because nobody is listening to them, nobody is heeding them, nobody is reading their lips and nobody is reading the writings on the walls. The writing on the wall is that is that we have great expectations from every new government. We expect saints to be born and then comes the shock. What happens is that we poorer classes of the people of Pakistan are left lamenting their woes and their miseries.

جناب چیئرمین: مسٹر کامران مرتضیٰ--- نہیں ہیں۔ مسٹر ممتاز حسین محفوظ۔

سینیٹر ممتاز حسین محفوظ: جناب چیئرمین! میں جو گزارشات توانائی کے بحران کے حوالے سے پیش کرنا چاہتا تھا وہ میرے بھائی بابر اعوان صاحب' بھائی مندوخیل اور پروفیسر خورشید صاحب نے وضاحت کے ساتھ پیش کر دی ہیں۔ میں صرف in suggestive form کچھ گزارشات گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے توانائی اس کی بنیادی

اہمیت رکھتی ہے۔ پاکستان میں سینکڑوں مقامات پر پن بجلی گھر لگائے جا سکتے ہیں۔پاکستان میں تیل ، گیس اور کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ مگر ہمیں اپنی توانائی کی ضروریات کا24% حصہ درآمدات کے ذریعے پورا کرنا پڑتا ہے۔ تیل کے بعد عالمی سطح پر دوسرے نمبر پر اہمیت کوئلے کو دی جاتی ہے جس کا استعمال کل توانائی کا 27.70% تک ہے۔ اس کے برعکس پاکستان میں اس کا استعمال توانائی میں صرف پانچ یا چھ فیصد ہے۔ کوئلے سے ہزاروں میگاواٹ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے جبکہ ہمارے ہاں سب سے زیادہ کوئلہ بھٹوں میں استعمال ہوتا ہے جس کی مقدار 64% ہے۔ ہمارا ملک کوئلے کے ذخائر سے مالا مال اور بھرا ہوا ہے۔ صنعتوں کے لئے ایک ٹن کوئلہ ایک ٹن تیل کے برابر توانائی فراہم کرتا ہے۔ کوئلے سے حاصل ہونے والی توانائی دیگر طریقوں کی نسبت سستی پڑتی ہے۔ کوئلے سے گیس بنانی اور کیمیکل حاصل کرنے کے اقدامات کی ضرورت ہے۔ اب میں کوئلے کے ذخائر کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ کوئلے کے تقریباً 175 ارب ٹن کے ذخائر تھر میں پائے جاتے ہیں۔ جس سے بآسانی توانائی اور بجلی حاصل کی جا سکتی ہے۔ بجلی گھر چلائے جا سکتے ہیں۔ تھر میں کوئلے کی مقدار 175.8 ارب ٹن ہے۔ آزاد کشمیر میں نوے لاکھ ٹن کے ذخائر ہیں، بلوچستان میں ۲۲ کروڑ ٹن ذخائر ہیں۔ جبکہ بلوچستان کا کوئلہ اعلیٰ معیار اور بغیرنمی کے ہوتا ہے تو اس کو بہت کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔ سرحد میں دس کروڑ ٹن کے ذخائر موجود ہیں جبکہ پنجاب میں ۲۷ کروڑ ٹن کے ذخائر موجود ہیں۔ ہمیں اب صرف ہمت کرکے ایسے اقدامات اٹھانے ہیں جنہیں short term and long term اختیار کرکے ہم اپنی ضروریات پوری کرسکتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب محمد عباس کمیلی -- مسٹر ولی محمد بادینی --نہیں ہیں ، نعیم حسین چٹھہ۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین ! آج کل ہمارے اس ایوان بالا میں energy crisis زیربحث ہے۔ یہ یقیناً prime need of the time ہے، کہ ملک بڑی سنگین صورتحال سے دوچار ہے۔سیدھی سی بات ہے کہ بجلی کا بحران زندگی کے ہر شعبے اور میدان میں داخل ہو چکا ہے۔ بجلی اتنی اہمیت اور افادیت حاصل کر چکی ہے کہ

اس کے بغیر گزارہ نہیں۔ جناب والا ! اس crisis کی بڑی وجہ consumption and production میں تفاوت ہے۔ تقریباً پانچ ہزار میگاواٹ ضرورت سے کم پیدا ہو رہی ہے۔ جناب! یہ بھی درست ہے کہ کئی سالوں سے تقریباً تربیلا ڈیم کے بعد حکومت نے سنجیدگی کے ساتھ اس کی پیداوار اور کوئی ذریعہ بنانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جو یقیناً تشویشناک اور افسوسناک ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجلی کا بحران اتنا سنگین اور اہم ہے جس نے کئی بحرانوں کو جنم دیا ہے۔ یہ مہنگائی کا بحران بھی اسی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ' جبکہ بیروزگاری بھی اسی وجہ سے ہے اور غربت میں اضافہ کی شرح بھی اس کی پیدائش ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی اہم اور ضروری چیز ہے تو پھر اب ہماری موجودہ حکومت نے کیا کیا پچھلی حکومت نے نو سال میں کیا کیا ' اور نو سال پچھلی جنرل ضیاء والی حکومت نے کیا کیا' میں سمجھتا ہوں کہ ان کے دہرانے کا وقت نہیں' ٹھیک ہے ان کی غلطیاں ہیں۔ اپنی اپنی جگہ پر افسوسناک ہیں۔ اب موجودہ حکومت کو جس طرح کا مینڈیٹ دیا گیا ہے اس کی بھی صاف وجوہات یہی ہیں کہ پچھلی حکومت کو شکست دینے کا باعث یہی چیزیں بنی ہیں۔ بجلی کا بحران ' آٹے کا بحران ' اور کئی یہ بھی کہتے ہیں کہ امریکہ نواز پالیسیز اور پارٹیز کو عوام نے نفرت سے دیکھا اور انہیں آئندہ کے لئے اپنا اعتماد نہیں دیا۔

جناب ! میں سمجھتا ہوں کہ اتنی واضح اور صاف بات ہے کہ بجلی کا بحران آج بھی اسی طرح ہے اور دوسرے بھی بحران ہیں ۔ لیکن صرف بجلی ایسا بحران ہے کہ جو بہت ساری چیزوں کا مداوا کر سکتی ہے اور ہمیں long term and short term دونوں پر جلدی جانا ہوگا۔ چونکہ اس وقت ملک کی بقاء ' خوشحالی اور بہتر مستقبل کا انحصار اس پر ہے ۔ اگر ہم نے عزت کے ساتھ زندہ رہنا ہے تو پھر ہمیں ان بنیادی مسائل کو face to face address کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ جو بحران پیدا ہو رہے ہیں ان سے ہمارے ملک کی سلامتی اور سالمیت کو کمزور کیا جا رہا ہے اور اس سے ہماری ترقی رکی ہوئی ہے جس سے ہماری خود مختاری پر آنچ آ رہی ہے۔ اسی سے ساری غربت ' بیروزگاری ' اور اس قسم کی کئی لعنتیں ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کو بجائے اس کے کہ پچھلے نو سال کچھ نہیں ہوا اور ہم اب کیا کر سکتے ہیں یہ چیزیں چھوڑ کر اب دیے گئے عوامی مینڈیٹ کا احترام

کرنا ہو گا اور عوام کی سہولیات کے لئے سوچنا ہو گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں چھوڑ کر انہیں اپنے پبلک کے دیے ہوئے mandate کو قبول کرتے ہوئے اس چیلنج کو قبول کرنا چاہیے اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہر وہ مشکل کام کرنا چاہیے جو ملک اور قوم کے مفاد کا تقاضا کرتا ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی علاقے یا قوم کو کوئی اچھی نعمت دیتا ہے تو وہ زراعت اور زرعی ملک ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خوش بختی ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ زرعی ملک ہونے کے ناتے سے انسان کی بنیادی ضروریات' کسی اور پر انحصار کئے بغیر' ساری کی ساری خودکفالت میں آ جاتی ہیں' کھانا' پینا' سفرکرنا' زندہ رہنا' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو دیا ہے اور پاکستان کی قوم بڑی ذہین' محنتی اور محب وطن ہے اور اس کو جب بھی کبھی صحیح channelize کیا گیا ہے تو قوم نے ہمیشہ مثبت اور constructive جواب دیا ہے۔ پاکستان بنتے وقت آپ نے دیکھ لیا ہے۔ Recent election میں بھی' ٹھیک ہے ہماری ناخواندگی کی percentage زیادہ ہے اور ان پڑھ لوگ زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود جب بھی کبھی انہوں نے فیصلہ دیا ہے وہ قابل ذکر اور قابل رہنمائی دیا ہے۔ اب اگر انہوں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ امریکہ نوازی ہمارا مدعا نہیں ہے' مستقبل نہیں ہے یا اس قسم کے crises meet کرنا موجودہ حکومت کا کام ہے۔ عوام نے پچھلی حکومت سے ناامید ہوکر اسے اپنے اعتماد کا اہل نہیں سمجھا تو جنہیں اعتماد دیا گیا ہے ان کو اپنی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: اچھا جناب! میں سمجھتا ہوں کہ چند ایک خاندان یا چند ایک علاقے بار بار یہ کہتے ہیں کہ کالاباغ ڈیم پر سوئی اٹکی ہوئی ہے۔ میں بصد احترام ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر سوئی ادھر اٹکی ہوئی ہے جب کہ technical لوگ یا engineers جو صوبہ سرحد اور سندھ سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ کالاباغ ڈیم بنانے کا قطعاً کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے تو پھر سوئی ان کی اٹکی ہوئی ہے نہ بنانے پر۔

اگر بنانے والوں کی اٹکی ہوئی ہے تو سوئی برابر ان کی بھی اٹکی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ادھر تعصب اور جارحیت زیادہ ہے کہ کالا باغ ڈیم ہم نہیں بنانے دیں گے، ہم فیڈریشن کو ایسا نہیں کرنے دیں گے، ہم یہ نہیں کرنے دیں گے۔ یہ Senate Federating House ہے اور سینیٹ کا ممبر یہ کہتا ہے کہ ہم فیڈریشن کو نہیں چلنے دیں گے۔ یہ ایک افسوسناک بات ہے۔ میں بصد احترام اپنے بھائی سے یہ عرض کروں گا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی صورت کالاباغ ڈیم نہیں بننے دیں گے اور ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ تھرمل کا بنا لو، wind سے بجلی پیدا کر لو، سورج سے بجلی پیدا کر لو اور جو آسان ترین ہے جو آج تک باہر کی کمپنیوں اور تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ کتنی بدنصیبی ہے کہ کالاباغ کتنا natural ہے جو کہ بڑی جلدی اور بڑی کم لاگت سے بن سکتا ہے اور اس کی افادیت بہت زیادہ ہے۔ آج بھی اگر وہ بنا دیا جائے تو چند پیسوں میں یونٹ ہو یا میگاواٹ ہو produce کر سکتا ہے اور technicalلوگ کہتے ہیں کہ اس پر جتنی مرضی لاگت آ جائے وہ اتنی افادیت رکھتا ہے کہ وہ پہلے سال میں اپنی لاگت واپس کر دے گا اور ہمیشہ کے لیے آپ کی خوشحالی اورنعمتوں میں اضافے کا باعث بنے گا۔ تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ سرحد کے بھائی، میں یقیناً انہیں پنجاب سے بہتر مسلمان اور بہتر پاکستانی سمجھتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی عزت دی ہے، اہمیت دی ہے اور انہیں دل بڑا کرنا چاہیے اور انہیں بڑی خوشدلی کے ساتھ اگر کالاباغ ڈیم پاکستان کے مستقبل کے لیے ضروری ہے، رضاکارانہ طور پر پیش کش کرنی چاہیے کہ اس کو بنایا جائے اور اس لحاظ سے میں انہیں تھوڑا سا پیچھے لے جاتا ہوں کہ 1990 میں اجمل خٹک صاحب، اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور سلامت رکھے، انہوں نے یہاں پارلیمانی کمیٹیوں کی meetings میں بار بار کہا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم پاکستان بنانے والوں میں سے نہیں تھے لیکن اب ہم پاکستان کی تعمیر میں آپ کے ساتھ ہیں اور اگر کالاباغ ڈیم زیادہ نقصان کرتا ہے تو پھر آپ نہ بنائیں، اگر نقصان تھوڑا ہے اور پاکستان کا فائدہ زیادہ ہے تو ہم اس کے لیے قربانی دیتے ہیں اور کالاباغ ڈیم بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں رائلٹی کی بات ہے تو پنجاب کی طرف سے میں یہاں تک بھی کہلوا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کالا باغ ڈیم صوبہ سرحد میں شامل کر دیا جائے تو بے شک کر دیا جائے، رائلٹی انہیں دے دی جائے چونکہ یہ پاکستان کے

مستقبل کی، بقا کی ضمانت دیتا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Interrupt نہ کریں، چٹھہ صاحب وقت کا خیال رکھیں اور جلدی ختم کریں تاکہ دوسرے سپیکرز کو وقت دیا جا سکے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب والا! 1990 کی قومی اسمبلی میں میں بھی تھا اور ابراہیم پراچہ وغیرہ سرحد سے کوہاٹ اور بنوں وغیرہ سے ایم این اے تھے تو یہ سارے بنوں اور کوہاٹ والے، قومی اسمبلی کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں، ان کی تقریریں کہتی ہیں کہ حکومت پاکستان نے ہمیشہ سے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کو سیراب کریں گے، ہمیں سوائے کالا باغ ڈیم کے اور دنیا کی کوئی چیز سیراب نہیں کر سکتی لہذا یہ ڈیم بنایا جائے کیونکہ جنوبی صوبہ سرحد بنجر ہے اور نقصان میں جا رہا ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی باتیں مان لی جائیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: حاجی صاحب آپ بول چکے ہیں، اب ان کو بھی سن لیں please interrupt نہ کریں۔ چٹھہ صاحب! آپ نے وقت زیادہ لے لیا please try to conclude.

(مداخلت)

Mr. Chairman: I would request the members please not to interrupt when one colleague is speaking. We should keep decorum. We should follow the rules of the House.

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری شکست کی وجہ یہ ہے تو کم از کم جن کو mandate دیا گیا ہے وہ قوم کی اس پکار پر سنجیدگی سے غور کریں اور حکمران اتحاد کی یہ ضرورت ہے۔ جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جب الیکشن ہوا عوامی نیشنل پارٹی صوبہ سرحد میں جیتی، پنجاب میں مسلم لیگ (ن) زیادہ جیتی، overall Peoples Party جیتی تو ان کے اتحاد کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ کالاباغ ڈیم نہیں بنائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں، وگرنہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک بڑی افسوسناک شرط ہے

کہ بنیادی طور پر اتنے prejudice ہیں۔

جناب چیئرمین: چٹھہ صاحب! تشریف رکھیے۔ میں عرض کروں گا کہ آپ کا تعاون چاہیے، وقت کی سختی کے ساتھ پابندی کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بول سکیں کیونکہ ہر چیز کی ایک منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے اسی حساب سے وزیر کی availability ہوتی ہے۔ اس لیے پہلے نام دیں تاکہ پتا چلے کہ کتنا وقت ہے، کتنا مختص ہے اور مہربانی کرکے نام بعد میں add نہ کریں کیونکہ working میں agree ہوا تھا کہ اتنے نام ہوں تاکہ تقسیم کر سکیں کہ کتنا وقت ہے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب والا! پاکستان کی خوشحالی اور سالمیت کے لیے ضروری ہے کہ کالا باغ ڈیم بنایا جائے تاکہ توانائی کے crisis پر فوری طور پر قابو پایا جا سکے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے ایک اہم موضوع پر بولنے کا موقع دیا۔ جناب والا! ہم توانائی کے بحران پر بات کر رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کو اقتدار میں آئے ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا۔ پچھلی حکومت جو گزشتہ آٹھ سال سے اس ملک میں اقتدار میں تھی اس سے میں سوال کرتا ہوں کہ انہوں نے بجلی کے بحران کو ختم کرنے کے لیے long term policy پر عمل کیوں نہیں کیا۔ راجہ صاحب کو آئے ہوئے ابھی ایک مہینہ ہوا ہے اور ہم سارا الزام اور گند اس کے گلے میں ڈال رہے ہیں۔ جو لوگ گزشتہ آٹھ سال سے اس ملک میں برسر اقتدار تھے وہ powerful تھے اور وہ جنرل صاحب کے ساتھ مل کر جو بھی کرنا چاہتے تھے، کر سکتے تھے۔ یہاں 98% لوگ غریب ہیں اور اندرون سندھ سکھر، شکار پور اور اندرون پنجاب ہے، لاہور ہے، کراچی ہے۔ وہاں جا کر دیکھیں کہ daily کتنے معصوم بچوں کی deaths ہوتی ہیں اور جو بیمار ہیں، وہ اس load shedding کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے۔ کیا ان کا یہی قصور ہے کہ انہوں نے ہمیں ووٹ دیا، ہمیں اس ہاؤس میں لائے، ہمیں منسٹر بنایا؟ کیا ان کا یہی قصور ہے کہ وہ غریب ہیں؟ اس ملک میں 95% غریب لوگ رہتے ہیں۔ گزشتہ حکومت ہمیں جواب دے کہ

انہوں نے کون سی long term policy بنائی۔

جناب چیئرمین! آج ساری قوم ہمیں دیکھ رہی ہے اور بہت سے فون بھی آتے ہیں کہ جی آپ اس مسئلے کو اٹھائیں لیکن جب ہم اس مسئلے کو یہاں اٹھاتے ہیں تو نشستند، گفتند، برخاستند۔ اس پر کوئی implementation, کوئی عملدرآمد ہے ہی نہیں۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ بات تو ہم کرتے ہیں لیکن اس پر عملدرآمد کون کرے۔ وہ تو ہم نہیں ہیں کیونکہ ہمارے پاس power نہیں ہے۔ جناب والا! پچھلی جو حکومت تھی اس کے خلاف سینیٹ کی کمیٹی بنائی جائے اور گزشتہ حکومت کے خلاف کارروائی کریں، اس کی انکوائری کریں کہ لوڈشیڈنگ کی ذمہ دار پچھلی حکومت ہے، موجودہ حکومت نہیں ہے۔ یہ تو ایک مہینے سے ہی آئے ہیں۔ اگر عوام نے ان کو مینڈیٹ دیا ہے، ایک چیز ہم راجہ صاحب سے کہتے ہیں کہ اگر اگلی مئی اور جون میں آپ نے یہ crisis ختم نہیں کیا تو پھر یہ الزام آپ پر عائد ہوگا۔ یہ ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی لیکن یہ ظلم ہے کہ ابھی دس دن ہوئے منسٹری کا چارج لیا ہے اور آپ سب کہتے ہیں کہ عوام نے مینڈیٹ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس انداز میں گزشتہ حکومت نے عوام کو دھوکہ دیا ہے، ان کی آنکھیں بند کر کے، ان کو تاریکی میں ڈال کر، ان کو سزا عوام نے اٹھارہ فروری کو دے دی۔ ان کو اس چیز سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اگر یہ نئی حکومت بھی غریب عوام کے ساتھ ایسی پالیسی اپنائیں گے تو ان کا حشر بھی یہی ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ بجلی کا بحران معمولی crisis نہیں ہے۔ یہ بہت serious crisis ہے۔ لوگ مر رہے ہیں، لوگوں کا کاروبار ختم ہے، بلوچستان میں زمینداروں کو پانی نہیں ملتا اس وجہ سے وہ بے چارے تباہ ہیں۔ میرا تعلق مکران، تربت سے ہے، وہاں پر چونکہ ہمیں ایران سے بھی بجلی ملتی ہے، پنجگور کا یونٹ بھی وہاں پر موجود ہے، وہاں بھی لوڈشیڈنگ ہے۔ میں وزیر صاحب سے کہتا ہوں کہ مکران کو ایران سے بجلی ملتی ہے، پھر بھی وہاں پر لوڈشیڈنگ ہے اس کی انکوائری کریں۔ ایران کا بارڈر ہے وہاں سے ہمیں بجلی ملتی ہے۔ جس ریٹ سے ہمیں ایران سے بجلی ملتی ہے اسی ریٹ پر ہمیں غریبوں کو بجلی دینی چاہیے۔ مکران میں لوڈشیڈنگ کو ختم کرنا چاہیے۔ دوسرے علاقے سندھ، پنجاب اور سرحد کے لیے میں وزیر صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ مئی، جون اور جولائی کے لیے فوری طور پر کوئی alternate solution تلاش کریں۔

یہ ان کی ذمہ داری میں نہیں آتا کیونکہ وہ ابھی آئے ہیں لیکن ہم سترہ کروڑ عوام کی طرف سے التجا کرتے ہیں کہ اس کے لیے اگر وہ پرائیویٹ سیکٹر سے انتظام کر سکتے ہیں' اس کے لیے کسی ملک سے اگر بھیک مانگتے ہیں' اس کے لیے کوئی alternate solution ہو تاکہ جو لوگ تین مہینوں سے مشکل میں گھرے ہوئے ہیں' اگر یہ ان کو اس مشکل سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ کریڈٹ نئی حکومت کو جائے گا۔ اس کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو بلائیں' اگر زیادہ پیسہ بھی دینا پڑے تو اس غریب کو سہولت دینے کے لیے زیادہ پیسہ خرچ کریں۔

جناب والا! ہمارے دوست نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ ہم پارلیمنٹ لاجز میں رہتے ہیں اور ہمیں پتا ہے کہ یہاں پر لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی اس لیے ہمیں پتا نہیں چلتا کہ اس کے اثرات کیا ہیں۔ میری تجویز ہے کہ اگر آپ لندن امریکہ جائیں' وہاں وزیراعظم بھی لائن میں لگتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب ابتداء اپنے گھر سے کریں۔ وہ چار چار گھنٹے اپنی بجلی کو بند کریں تاکہ ان کو بھی واپڈا کے وزیر کی حیثیت سے پتا چلے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ایوان صدر کی بجلی کو بھی چار گھنٹے کے لیے کاٹ دیا جائے تاکہ ان کو بھی پتا چلے کہ آٹھ سال تک اس قوم کے ساتھ اس نے کیا کیا ہے۔ وزیراعظم کی بجلی کو بھی کاٹ دیا جائے تاکہ ان کو بھی پتا ہو کہ غریب جس کا کوئی سننے والا نہیں' وہ غریب جس کی آواز کو کوئی نہیں سن رہا کیا وہ ہماری طرح انسان نہیں ہے۔ وہ حیوان ہیں؟ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ان کو بھی اس ملک میں جینے کا حق ہے۔ میری تجویز ہے کہ لوڈشیڈنگ سب کے لیے ہونی چاہیے۔ غریب بیچارے کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں' کھانا بھی پکا نہیں سکتے' ان کا جینا حرام کیا ہوا ہے' چھوٹے چھوٹے معصوم بچے تڑپ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی : میں راجہ صاحب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ انہیں immediate action لینا چاہیے۔ اگر یہاں پر چار گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے تو GHQ میں آٹھ گھنٹے لوڈشیڈنگ کرنی چاہیے تاکہ ان کے جرنیلوں کو پتا چلے کہ اس ملک کے ساتھ انہوں نے کیا کیا ہے۔ میں وزیر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ GHQ کے جو واجب الادا بل ہیں ان

کو ہاؤس میں پیش کیا جائے۔

میں راجہ صاحب سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ وہ ایک immediate اجلاس بلائیں اور اس ہاؤس کو خوشخبری دیں کہ یہاں debate کے بعد ' یہاں پر ہم نے جو غریبوں کے لیے آواز اٹھائی' اس آواز کو اٹھانے کے بعد غریبوں نے کوئی relief محسوس کیا ورنہ یہاں پر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خدارا غریب عوام پر رحم کیا جائے۔ بجلی کے بحران پر جتنا جلدی ہو سکتا ہے قابو پایا جائے۔

جناب چیئرمین: چوہدری محمد انور بھنڈر' جناب سلیم سیف اللہ خان۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! energy, it is a بدقسمتی اور serious crisis. It is important to have a bi partisan approach. سے ہم ایک دوسرے پر blame ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انرجی ایک ایسا شعبہ ہونا چاہیے جس میں ہم مل کر کوئی ایسی suggestion دیں تاکہ پاکستان کے سولہ کروڑ عوام جو اس وقت تکلیف میں مبتلا ہیں ان کی تکلیف کو دور کیا جائے۔ میں جناب چیئرمین! صرف suggestion کی طرف ہی رہوں گا اور راجہ صاحب پانی و بجلی کے ایک نوجوان وزیر ہیں میں امید کرتا ہوں کہ وہ ان suggestions پر سوچیں گے۔

سب سے پہلے میں پروفیسر خورشید صاحب سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہاں پر mismanagement بہت زیادہ ہے۔ پاور ہاؤس لگیں گے' بجلی آئے گی' وہ تو ایک long term plan ہے لیکن جو آپ کی اس وقت mismanagement ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بجلی کی چوری سرحد میں' بلوچستان میں اور tribal areas میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں اور وزیر صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ آپ ہاؤس کو بتائیے' میرا یہ دعویٰ ہے کہ سب سے زیادہ چوری پنجاب اور سندھ میں ہوتی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں' آپ کے پاس وہ علم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہیں؟ اگر آپ کو بجلی مفت ملے' ایک چیز مفت ہو تو فطری طور پر آپ اس کو ضرور زیادہ استعمال کریں گے۔ مہربانی کر کے ذرا ہمیں بتائیں' کہا تو جاتا ہے کہ بڑے بڑے مگرمچھ ہیں' وہ کون سے مگرمچھ ہیں۔ قوم کو بتایا جائے کہ وہ کون ہیں جو اتنی بڑی چوری کر

رہے ہیں۔ خدارا! اس پر ذرا توجہ دیں۔ اس وقت جو power theft ہو رہی ہے' mismanagement ہو رہی ہے' آپ کے جو power houses بند ہیں' کیوں بند ہیں؟ کون monitoring کر رہا ہے۔ IPPs پرائیویٹ سیکٹر کے بند پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے پاس یہ power available ہے۔ آپ سب سے پہلے اس چیز پر توجہ دیں۔ میں پروفیسر خورشید صاحب سے اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر اس پر توجہ دی جائے اور efficiency کو improve کیا جائے تو کچھ نہ کچھ آپ کے سسٹم میں بجلی آسکتی ہے۔

جناب والا! long term میں اور short term میں میری آپ سے یہ تجویز ہے کہ ایران کے پاس اس وقت surplus بجلی ہے اور وہ بلوچستان کو دے بھی رہا ہے۔ کچھ agreements ہمارے دور میں ہم نے کئے بھی ہیں۔ شاید ایک ہزار میگاواٹ کا agreement ہو چکا ہے' اس پر بھی آپ توجہ دیں اور آپ کوشش کریں کہ ان کے پاس جو excess energy ہے وہ ہم لے لیں۔ اس کے علاوہ پائپ لائن ہے' یہ بھی پروفیسر صاحب نے صحیح فرمایا ہے کہ انرجی کے لیے آپ کے پاس کوئلہ اورگیس ضروری raw materials ہیں۔ گیس کے لیے آپ کی جوگیس پائپ لائن ایران سے آنی ہے' ترکمانستان سے آنی ہے اور بجلی بھی آپ Central Asian States سے براستہ ایران لے سکتے ہیں۔ بہت سی بجلی ناردرن افغانستان کو ترکمانستان اور تاجکستان سے آتی ہے۔ اگر اس پر کام کیا جائے تو وہی لائن صوبہ سرحد اور ہمارے main grid میں آسکتی ہے۔ اس پر بھی ضرور توجہ دی جائے۔

ڈیم' بدقسمتی سے ایک فوجی ڈکٹیٹر نے اپنے دور میں ڈیم بنائے اور اگر آج تربیلا اور منگلا نہ ہوتا تو پتا نہیں ملک کی صورت کیا ہوتی۔ 1970 کے بعد دعویدار تو ہم بہت ہیں کہ جی ہمیں عوام کا بڑا درد ہے لیکن پچھلے 37 سالوں میں ہم نے کوئی ڈیم نہیں بنایا۔ کم از کم پچھلی حکومت نے پانچ ڈیموں پر کام شروع کیا' گومل ڈیم' کورنگ' تنگی ڈیم' منڈا ڈیم' بھاشا ڈیم۔ ان پر کچھ کام بھی شروع ہوا ہے لیکن بدقسمتی سے' کچھ امن و امان کی صورت حال صوبہ سرحد میں خراب رہی' میرے بھائی ڈاکٹر صاحب تو چلے گئے' بھائی آپ تو ہمارے ساتھ اس حکومت میں شریک رہے ہیں۔ ایم ایم اے والوں سے میری یہ گزارش ہے کہ کچھ تھوڑا بہت بوجھ آپ بھی لے لیا کریں کیونکہ سرحد میں بھی آپ کی حکومت' بلوچستان میں بھی آپ کی حکومت'

سترہویں ترمیم بھی آپ کی حکومت، مقصد یہ کہ سارا بوجھ ہم پر نہ ڈالیں کچھ بوجھ آپ بھی لیں۔ ڈیموں پر ضرور توجہ دینی چاہیے۔

the province of ' سو کنوئیں ' 80 کنوئیں پورے سال میں ' Oil and Gas,

Alberta drills 8 thousand wells, the state of Texas drills 7 to 8 thousand

wells سات آٹھ ہزار کنوئیں صرف ایک صوبے میں کھودے جاتے ہیں، ہم پورے ملک میں ساٹھ، ستر اور اسی کنوئیں کھودتے ہیں تو اس سے کیا نکلے گا۔ ہم نے کوشش کی اور آج کوہاٹ اور کرک میں بہت سی گیس اور تیل نکل آیا ہے۔ یہ پچھلی حکومت کا کارنامہ ہے کہ وہاں سے گیس اور تیل نکل آیا ہے۔ انشاء اللہ اس سے پاکستان کے حالات ضرور بہتر ہوں گے۔

جناب والا! پچھلی حکومت میں سیمنٹ انڈسٹری میں furnace oil ہزار ٹن روزانہ استعمال ہوتا تھا لیکن ہماری پالیسی کی وجہ سے آج ساری سیمنٹ فیکٹریاں کوئلہ استعمال کر رہی ہیں۔ آپ بھی اس ماڈل کو لے کر اور کوشش کریں کہ پاکستان میں کوئلہ، جو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس کو ہم استعمال کریں۔ کوئلے پر پروفیسر صاحب نے صحیح فرمایا کہ آج چائنا میں، انڈیا میں 60% of their energy needs are met by coal ہمارے ہاں پاکستان میں 1%, 2% کوئلے سے بجلی پیدا کرتے ہیں۔ اس پر ضرور توجہ دی جائے۔ Nuclear Energy, چائنا' انڈیا پھر nuclear energy کی طرف جا رہے ہیں۔ Sir, today the nuclear energy is

the most environment friendly energy and I would strongly urge the sitting

government کہ آپ nuclear energy کی طرف بھی کوشش کریں۔ جو energy sector میں bureaucratic delay ہے' NEPRA Authority ہے' پرائیویٹ بورڈ ہے' فلاں بورڈ ہے' یہ بورڈ ہے' وہ بورڈ ہے خدارا! اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ساری دنیا پاکستان میں investment کرنا چاہتی ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ آپ خوش فہمی میں نہ رہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک ہیں جو ہر قسم کی سہولیات دے رہے ہیں۔ یہاں پر اگر ایک سرمایہ کار باہر سے آتا ہے یا ملک کے اندر سے آتا ہے تو اس کو اتنا تنگ کیا جاتا ہے کہ وہ مجبور ہو کر، یا تو باہر چلا جاتا ہے یا پھر وہ investment نہیں کرتا۔

میری وزیر صاحب سے گزارش ہوگی کہ جو واپڈا کے یونٹ privatise ہوئے ہیں،

جناب چیئرمین they are making money اگر وہ آج واپڈا کے پاس ہوتے تو they would have also been losing لیکن جو پرائیویٹ کئے گئے ہیں، کوٹ ادو ہے، جام شورو ہے آج وہ رقم کما رہے ہیں۔ جناب چیئرمین میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ ایک اور suggestion دینا چاہتا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر کو بلا کر ان سے پوچھا جائے، میرے علم میں ہے کہ polythene bags جو ہمارے environment کو بھی خراب کر رہے ہیں، ڈی جی خان سیمنٹ فیکٹری نے کچھ ایسے boilers لگا دیئے ہیں جس میں polythene bags کو استعمال کر کے energy پیدا کر رہے ہیں۔ اس طرف بھی ہمیں سوچنا چاہیئے۔ جیسے کراچی میں سنا ہے کہ bio gas سے بجلی پیدا کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ یہ ایسے projects ہیں جو فوری طور پر اور جلدی لگ سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔

جناب چیئرمین! میں امید کرتا ہوں کہ حکومت وقت کی اور بھی بڑی مصروفیات ہیں لیکن میری ان سے گزارش ہوگی کہ سب سے زیادہ توجہ اس سیکٹر کو دیں، لوگ بڑے پریشان ہیں۔ رات کو گیارہ بارہ بجے لوڈشیڈنگ، ہمارے سینیٹ کا سٹاف یہاں سے دس بجے جاتا ہے، پتا نہیں کس وقت یہ سوتے ہوں گے تو رات کی لوڈشیڈنگ میں کمی کی جائے خاص طور پر وہ علاقے جہاں غریب لوگ رہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! جو غریب لوگ ایک پنکھا استعمال کرتے ہیں ان کو بجلی دی جائے تاکہ وہ رات کو آرام کریں اور صبح ہماری خدمت کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر جاوید لغاری۔

Senator Dr. Javaid R. Laghari: Mr. Chairman, yesterday, Mr. Kamil Ali Agha had made a very long speech on energy but then he grouped everything with energy. He started of with Einstein's Theory of Relativity, that says; every- thing is related to energy - matter, inflation, atta, whatever. Then Senator Haroon gave holocaust scenario that said the future is very dark, and finally my friend Mr. Babar Awan here also talked about load shedding and road shedding. So, I think one really

needs to understand that these are not political issues, these are all technical issues and they can all be resolved without any problem.

One thing very important with energy is that it cannot be stored like other commodities. If it could be stored, I am sure there are a lot of people here who would get involved in hoarding. They will save it and then they will sell it at a very expensive price. So, this is the good thing about energy and also is the plus point that it cannot be stored. So, what you generate at a time, you must supply it out and therefore, that is where the problem of load shedding, which is another word for load management, is that whenever there is peak demand, whatever is being generated must be given at that time, and when there is a deficiency there is no other option except to resort to load shedding. Usually there is a peak demand between 8.00 P.M. to 10.00 P.M. or 11.00 P.M. somewhere in that time frame, and that is why one of the proposals of the Government which is under consideration is, ... you know, the shopkeepers can cooperate, if the wedding halls can cooperate and they can turn down their lights during these peak hours then the consumers, people living in residences, people who go home from the Senate would actually get relief because that is the time when there is peak demand.

So, I think it is a very sensible suggestion that load management actually can be done by reducing the load during the time where there is peak demand. Then, of course, there is a conspiracy theory also that was also given by Mr. Kamil Ali Agha which was followed by Mr. Chattha here, that after November 15 all of a sudden there was a big energy crisis

in the country so that the previous Government could be blamed. Actually that is not so, again it is a technical issue, it is not a conspiracy theory because every year between November and January the flow in the river goes down, the water level in the dams go down and the electricity that we are generating because of hydro is reduced to 50%. These are actual facts. If you look at the numbers, there was a reduction in the total amount of energy generated, and it is going to happen every year. It happened last year and it depends on the flow of the river and it is going to happen next year and it is going to happen every year.

So, everytime, if there are elections in January then obviously the Government will be at a draw back because there is going to be a mess in terms of energy.

Then of course, like other things where there is a shortage of onions and tomatoes or whatever, we just cannot instantaneously import electricity and energy because even to do that like we talk of Tajikistan and other things, it is going to take at least three to four years to build up the switch gear and power lines and everything. So, that is also not an instantaneous solution. What are instantaneous solutions, of course? One of them of course, the only possible way is like I said load management and load shedding. Load shedding being a negative word, load-management being the positive word and then, of course, bringing in rental power stations which we can set up within six to nine months. So, that will be type of a bend, a type of relief. It will not be a forever relief for which one has to think beyond next one or two years, one has to think long

term.

Second thing which I am sure everybody understand, that everybody has pointed out that to set up a power House does not take one day. It takes, at least, minimum three years. So, we are talking three to four years to be on the safe side, and that is where I would directly blame the previous government that they have done nothing in the last eight and a half years to set up any power. There was actually surplus power at the beginning of their tenure and there was talk of exporting power also to neighbouring countries, but few years down the road after the Ghazi Brotha was set up, we went down hill and the government kept on sleeping over that issue till the present time, when the current government inherited all the evils and all the mess left behind by the past government and then they expect us to fix the problem within thirty days. Obviously very clearly it is not possible.

Economy, of course, *Insha-Allah* will grow. It will grow at a rate of about may be 6% plus. We have a population growth also which is about, at least, 2.5%. So, energy, anyway, has to grow even from the current shortage, we have to grow at least at 8 to 8.5% per year. That is our target, any way. So, it is going to be, at least, currently we are looking at 2500 to 3000 mega watts. So, I don't think there is going to be any quick solution to be very honest upto the years 2011. There can be candid solutions. There can be some relief through load-management, conservation, energy savers whatever. So, yes, we will see, this summer is going to be bad. Let me point out to everyone. Ok, whether I am on

this side of the divide or that side of the divide. This summer will be bad but we will start seeing some relief from November-December onward. Next summer is going to be slightly better and *Insha-Allah* two years down the road things will improve because of lot of things that the present government has started enforcing from now. We will start seeing the effects two years down the road and *Insha-Allah* three years down the road, we will again be in a position where we might be in a position to export electricity again to neighbouring countries. This is what I foresee.

Where is all that electricity going to come from? Haji Adeel very clearly pointed out, we don't have to build large dams and I agree with him. Even the flow of running water just in the northern areas and in Frontier will easily give us, and there are feasibilities available, by the way, 25000 megawatts can be made available just in the Northern Areas and it doesn't take very long to make 5 to 7 years to build a large dam. It just take may be one, one and a half years maximum. So, that is one solution that can come within two years and then, of course, I would not favour oil and gas, at this particular point and time. Oil which was 60 dollars a barrel two years back, today is 122 dollars and there are already reports that the oil is going to hit 150 dollars in the next two years.

Mr. Chairman: Please keep a time limit in mind.

Senator Dr. Javaid R. Laghari: So, do we want to continue going the oil option, furnace oil? Obviously not. Gas is going to deplete in the next 6 to 7 years unless we get gas from Iran, Qatar and from

neighbouring countries which again is a five to seven years scenario.

The two most promising areas that we see today, of course is coal and wind. Coal is there in Sindh, alone is Tharparker we are setting on 135 billion tons of coal. Technically, this is as much energy as all the oil of Saudi Arabia. Someone saying that nothing has happened in the last 10 years. Yes, nothing has happened in the last 10 years becasue this was again a Kalabagh conspiracy that if coal does not get develop, Kala Bagh dam will be built. If we move ahead and *Insha-Allah* this present government will move ahead, coal can be mined and it can be exploited, and we can easily get upto 20 thousand megawatts from the coal that is available in Tharparkar that is there.

There is an issue what I would request the Minister also to look into, I think there is a tariff issue here that the Federal Government, NEPRA is not cooperating with the Government of Sindh and they say, well, the rate that we are going to give them something of the order of seven cents while the Government of Sindh is demanding something or the producers that want to come in want something like 10 to 11 cents.

So, I am sure there is going to be a compromise, and if there is a compromise, we will see a lot of investers coming in for coal power houses in Sindh. And the other promising sectors which are all of southern Sindh and goes down into Balochistan in the coastal areas and the areas around Hyderabad, Thatta, Jherak is wind energy.

Germany today produces 20 thousands megawatts. You know, it is not hitech anymore. 20 thousand megawatts is produced by Germany

today which is more electricity than produced in all of Pakistan. India is producing about 8 thousand megawatts and in the next three years they will go upto 15 thousands megawatts. So, everybody is doing which is a clean energy. Everybody is going towards wind, well we have zero, literally zero. There is only talk and again the issue of tariff, because in Pakistan it's a new sector, lot of investors are saying, well it's a high risk area because we don't know, so if we encourage them in the beginning by giving them a better rate, we will see a lot of people coming and wanting to invest in wind, of course.

Then obviously my closing note, of course, is the crisis which deals, which my colonel friend pointed out about Karachi particularly. Yes, it's being the largest city, large sea port, commercial centre, large population one crore plus. One can understand there has to be problem but one instant solution there also can be *Chori* factor t' at somebody pointed out. It's on record that with PEPCO that in Hyderabad and Karachi the largest electricity stolen is unaccounted for, not paid for. I think we can block that sector and block all these big wigs that are selling that electricity which is as high as 20%, it is the highest in Pakistan, the problem of these two cities can be resolved immediately just by blocking that sector. Thank you, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Dr. Abdul Malik.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں پہلا speaker تھا جس نے اپنا نام سب سے پہلے دیا اور میں یہاں اپنی پارٹی کو represent کر رہا

ہوں۔ میں represent کر رہا ہوں federating unit کی ایک سوچ کو اور سب سے بڑی بات ہے کہ میں represent کر رہا ہوں کہ energy کا میں سب سے بڑا contributor ہوں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میرا right نہیں بنتا ہے اور آپ مجھے سب سے بعد میں بلائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے پیچھے بٹھائیں اور میرے اس right کو accept نہ کریں کیونکہ میں نے feel کیا ہے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ کل پہلا نام میرا تھا جناب چیئرمین صاحب! جو میں نے دیا تھا....Anyhow

جناب چیئرمین: میں تھوڑا آپ کو سمجھا دوں کہ ایک تو یہ جو list مجھے دی اسی حساب سے میں نے بلایا ہے ----

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: نہیں، وہ میرا point تھا جو میں نے آپ کو convey کیا۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں میں بتا دوں اس میں کئی دفعہ ہم چاہتے ہیں کہ parliamentary leader بیچ میں بھی بولے تاکہ کوئی issues اگر raise ہوئے ہوں تو ان کے جواب بھی دے سکیں۔ اس سے stagger ہوتے ہیں۔ جیسے آپ نے کہا میں نے ویسے بھی بلانا تھا۔ یہ background ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ کو روک رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: آپ چیئرمین صاحب! اپنے سٹاف سے پوچھیں کہ پہلا نام میرا نہیں تھا؟ تو میں اس کو واپس لے لیتا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں میرا right ہے اور آپ energy پر بات کر رہے ہیں اور آپ ہمیں موقع نہیں دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس میں مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن پہلی دفعہ ہم چاہتے ہیں کہ لیڈر بیچ میں بولے تاکہ جو points raise ہوں ان کا جواب بھی دے سکیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ۔ چیئرمین صاحب! میں ٹی ایچ اے لارنس کے ایک قول سے یہاں اپنی تقریر شروع کرتا ہوں کہ ہم ایک المناک دور سے گزر رہے ہیں اور ہم اس کو المناک انداز سے نہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں نہ صرف energy کا crisis ہے بلکہ یہاں پر culture کا crisis ہے، یہاں پر political crises ہیں، یہاں پر economical crises ہیں اور اگر آج آپ ان crises کو، ان challenges کو

اسی طرح response کرنے میں ناکام رہے then I again quote کہ جو قومیں' جو تہذیبیں challenges کو response نہیں کرتی ہیں وہ فنا ہو جاتی ہیں۔ میں یہاں یہ بات اس ایوان کے سامنے رکھوں گا کہ ایک جانب آپ crises میں ہیں اور دوسری جانب انڈیا نے اگنی کا ٹیسٹ کیا اور آپ نے یہاں پر حنف کا ٹیسٹ کیا۔ آپ اس اتار چڑھاؤ میں ہیں' وہاں اس ٹیسٹ میں لوگ بھوکے مر رہے ہیں اور آپ energy crises میں جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو energy کا problem ہے اس ملک میں۔ دوسرا سب سے بڑا problem جو ہمارے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ ہم producer ہیں and we are getting nothing. ہم کسی زمانے میں 60% gas دیتے تھے۔ اب ہم 40 plus پر ہیں لیکن ہم users one percent ہیں۔ اس وقت بجلی میں ہماری total contribution جو ہمیں مل رہی ہے پاکستان میں 75% ہے۔ اب تک ہمارے 29% villages electrified ہیں۔ میں وزیر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو دیکھیں کیونکہ اگر آج آپ wheat crises میں گئے ہیں'' میں honestly پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں اس floor پر کہ بلوچستان میں جو ڈیڑھ کروڑ اراضی قابل کاشت پڑی ہوئی ہے آپ اگر ان کو energy دے دیں' بجلی دے دیں تو شاید آپ کو wheat کی problem نہیں ہو گی۔

اس کے ساتھ میں ایک اور گزارش کرتا ہوں کہ گیس میں جو ہمارا share ہے concerned minister صاحب نہیں بیٹھے ہیں ' رضا ربانی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہماری ایک demand بلوچستان والوں کی یہ ہے کہ جتنی out put نکل رہی ہے ہمیں پتا چلے کہ کتنی گیس نکلتی ہے ۔ کم از کم ہمارے ایک آفیسر کو تو اس میٹر کے سامنے بٹھایا جائے تاکہ ہمیں پتا چل جائے کہ آپ ہمیں جو پیسے دے رہے ہیں تو کتنی گیس آپ ہم سے لے رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ بلوچستان گورنمنٹ کا کوئی آفیسر وہاں پر تعنیات کر دیں تاکہ سینڈک ہو ' چاہے راڈک ہو 'چاہے وہ سوئی ہو ' چاہے وہ لوئی ہو تو کم از کم ہمیں پتا چلے ۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم اس میں percentage gas نکال رہے ہیں شاید وہ زیادہ ہو یا شاید وہ کم ہو ' اس کے علاوہ کچھ دوستوں نے بجلی کے سلسلے میں بات کی خاص طور پر مکران میں جو ایران سے بجلی آ رہی ہے وہاں پر میرے خیال میں اگر ہم ایران کو approach کریں اور ایران سے ہم مزید بجلی منگوائیں تو

ہمارے لئے زیادہ feasible ہوگی۔میری اس وقت یہ گزارش ہے کہ ایران سے گیس کا جو منصوبہ چل رہا ہے یا بجلی کا' اس کو جتنا آپ speed up کریں گے اس میں ہمیں فائدہ ہے ۔ انہی گزارشات کے ساتھ میں اپنی بات ختم کر لیتا ہوں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: مسٹر رضا محمد رضا صاحب۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے پارلیمانی پارٹی کے لیڈر عبدالرحیم صاحب نے energy crisis کے حوالے سے جو کچھ کہا اور پھر پروفیسر صاحب نے کہا اور ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نے کہا ' سر! میں ان کے ایک ایک لفظ کی تائید کرتا ہوں اور اس میں مزید اضافہ کرتا ہوں کہ بابر اعوان صاحب نے بھی بڑی اچھی باتیں کیں ۔ کچھ حد تک تو ہارون اختر صاحب نے اعتراف کیا کہ جو ماضی کی غلطیاں ہوئی ہیں وہ نہیں ہونی چاہئیں۔جناب چیئرمین! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے منسٹر صاحب کے شہید لیڈر صاحب نے کہا تھا کہ یہ سفید ہاتھی ہے اور اس نے واپڈا کو شکست دی تھی لیکن راہ راست پر نہیں لاسکا تھا۔Energy crisis صرف واپڈا کی بات نہیں ہے ۔جیسا کہ ہمارے ساتھی نے کہا ہے کہ اس میں آئل اورگیس کے علاوہ تمام چیزیں اس energy میں آ جاتی ہیں اور ہم بدترین crisis سے دو چار ہیں۔اس حقیقت کا تو ہم سب کو اعتراف کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے عبدالرحیم صاحب نے کہا کہ ۴۰ سال میں ہم نے ہائیڈل پاور میں ایک پیسہ بھی invest نہیں کیا اور یہ کوئی غلطی نہیں تھی' کوئی حماقت اورغفلت نہیں تھی یہی ارادہ تھا' ہمارے حکمرانوں نے جان بوجھ کر یہ کام نہیں کیا اس سے گریز کیا اس لیے کہ اس کا infrastructure بنتا تو وہ پشتون خواہ وطن میں تعمیر ہوتا ۔سب ٹھیک ہے ۔ اس وقت ۵۰ ہزار میگاواٹ کے قریب ہائیڈل پاور جو سب سے سستی تھی ' یہ ہمیں مہیا ہوتی اور ہم کسی کو بجلی export کرتے ۔ جناب! آپ نے دیکھ لیا اور ریکارڈ پر تھا کہ ۱۷۰۰۰ ملین کلوواٹ بجلی پشتون خواہ وطن میں پیدا ہو رہی تھی اورگیارہ ہزار کلوواٹ ان کی اپنی ضرورت تھی اور یہ ایک روپے سے کم قیمت پر پیدا ہو رہی تھی لیکن اس کے ہم سے ساڑھے چھ روپے لئے جا رہے ہیں۔ ہمارے چٹھہ صاحب اس کو مال غنیمت سمجھتے ہیں لیکن

سر ! یہ ایک بہت بڑا ڈاکہ تھا کہ جب پشتون خواہ میں وافرمقدار میں بجلی پیدا ہو رہی تھی اور ساٹھ پیسے ، ۷۰ پیسے اور ایک روپے سے کم پر بجلی پیدا ہو رہی تھی تو آپ اس کو بجلی نہیں دے رہے تھے بلکہ اس کو نیشنل گرڈ کے نام سے اس میں شامل کیا اور پھر اس کو جواباً ساڑھے چھ روپے نہیں بلکہ گیارہ روپے سے بھی زیادہ بنتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود ۱۹۵۹ء میں جب واپڈا بنا اس وقت پشتون خواہ وطن سے آپ نے یہ حق چھین لیا۔پورے ملک میں ۶۰۹ گاؤں electrify تھے ۔پانچ سو پشتون خواہ وطن کے تھے اور سو پنجاب کے تھے ۔ اس وقت صورت حال کیا ہے کہ ۴۴۰۰۰ گاؤں بغیر بجلی کے ہیں ۔ یہ تمام کے تمام پشتون خواہ وطن میں ہیں اور ہمارے بلوچستان میں ہیں یا جنوبی پشتون خواہ میں ہیں ۔ جناب ! یہ آپ کا انصاف ہے ۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اربوں کھربوں روپے آپ نے اس پر investment کی اور آپ نے اس میں پشتون خواہ وطن کو کچھ نہیں دیا اور آج آپ کو یہ مسئلہ درپیش ہے واپڈا کا' یہ ایک ریکارڈ ہے ۔ ۲۰۲۰ء تک بھی آپ کے ہاں لوڈشیڈنگ ہوگی اور اس وقت بھی آپ کو تین ہزار میگاواٹ بجلی کی shortage ہوگی۔ یہ مسلسل ہوگا آپ تب تک پورا نہیں کر سکتے ۔ جناب! یہ پرائیویٹ سیکٹر سے نہیں ہوگا یہ IPP سے نہیں ہوگا ۔ یہ آپ خیرات پر rental power plant لگا رہے ہیں اور مانگ رہے ہیں۔ جناب ! اس طریقے سے نہیں ہوگا ۔ پروفیسر صاحب نے خوب کہا کہ یہ ۴۰۰ فیصد مہنگی پڑے گی جو بہت زیادہ ہے۔ پروفیسر صاحب تو شریف آدمی ہیں وہ بہت کم figures بتاتے ہیں ۔ ہائیڈل پاور سے ۶۰۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے ۔یہ صورت حال ہے آپ کی ؟ جاوید صاحب بہت خوب فرماتے ہیں لیکن وہ بڑے مہربان ہیں کہ ہائیڈل پاور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔تھر میں کوئلہ ہے یہ بات درست ہے بہت بڑے ذخیرے ہیں لیکن پشتون خواہ وطن کے ذخائر سے اچھا کوئلہ نہیں ہے ۔ اس وقت سلنگا میں بھی ۷۲ لاکھ ٹن کوئلہ سالانہ نکلتا ہے ۔یہ شارک ہرنائی مچھ اور تمام ڈکاری کا بہترین کوئلہ ہے لیکن ہماری بلیلی کی آپ نے پاور بند کی ۔تھرمل پاور سارے کوئلہ کو بجلی دے رہا تھا اس لیے کہ آپ کوک کے لیے gas کا ایک پاور پلانٹ لگانا چاہتے تھے ۔واپڈا نے تسلیم کیا ہے ۔ ہمارے standing committee کے ممبرز ادھر بیٹھے ہوئے تھے کہ مشینری تیار ہے اور پاور پلانٹ کو ایک ہزار تک بڑھا سکتے ہیں۔ نہ ہمارے راجہ پرویز صاحب کبھی سوچیں گے نہ ہمارے چیف واپڈا کے

سوچیں گے نہ اس ہاؤس میں بیٹھنے والے لوگ کیوں کہ آپ نہیں چاہتے ہیں کہ تھرمل پاور کوئلہ میں لگے جس کا سٹاف اورمشینری سب کچھ تیار ہے اور آپ نہیں چاہتے ہیں کہ سلنگا مچھ اورسبی میں لگے ، جس طرح آپ نہیں چاہتے کہ پشتون خواہ وطن میں کرزرا ڈیم قائم ہو جو پندرہ ہزار میگاواٹ بجلی آپ کو دے گا۔ یہ جو peak ٹائم ہے جو سب سے زور آور ٹائم ہے اس وقت بھی آپ کے پاس گنجائش ہوگی۔ کتنا minimize ہوگا ۔۵۰ ہزار میگاواٹ۔ آپ بھاشا نہیں بناتے ، منڈا نہیں بناتے اور کالا باغ ڈیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔آپ کو تکنیکی حقائق معلوم ہیں۔وہاں آپ کو تھرمل پلانٹ لگانے ہوں گے ۔ ۲۰۰۰ میگاواٹ بجلی--- کالا باغ ڈیم سے بجلی پیدا نہیں ہوتی ہے ۔ حاجی صاحب نے ٹھیک کہا جب پہاڑوں سے ہمارے دریا نکلتے ہیں تو پھر ان میں دم نہیں ہوتا کہ وہ پنجاب کو بجلی دے سکیں۔ ورنہ Indus Water Accord میں سب پانی آپ لے گئے ہیں۔ اگر اس سے بجلی پیدا ہوتی تو آپ بنا لیتے ۔۱۷ ملین ایکٹر فٹ پانی میں سے آپ نے ہمیں ۸ دیا ہوا ہے۔ ہمارے مہربانوں نے بھی اس پر دستخط کیے ۔ یہ تاریخ کا سب سے بڑا جرم تھا ہماری ملکیت پر۔ پشتون خواہ وطن اباسین کے پانی کا مالک ہے ۔ کالاباغ ڈیم کا مقصد حق ملکیت چھین لینا ہے۔جس طرح غازی بروتھا میں کچھ چھیننے کی کوشش کی ، جس طرح ابھی شیخ رشید صاحب کہہ رہے تھے انڈس پانی کو پینے کے نام پر آپ یہاں لائیں ۔ اسلام آباد اور پنڈی کو دیں پینے کے نام پر اور پھر اکوڑی ڈیم جیسا یعنی کالاباغ ڈیم سے بدترین منصوبہ بنا سکیں ۔جناب! اس کی اجازت آپ کو نہیں ملے گی ۔اب مالک صاحب نے درست کہا کہ فیڈریشن کو اگر آپ نے چلانا ہے تو آپ کو گیس کی ملکیت ، پانی کی ملکیت ، بجلی کی ملکیت ، کوئلہ اور تھر کے ذخائر کوئلہ جیسے بھی ہیں ، فیڈریشن کو یونٹ کے حق کو تسلیم کرنا ہوگا اور وسائل میں ان کا حصہ دینا ہوگا۔۶۰۰ ملین یعنی ہمارے کئی بلین روپے رائلٹی کے net profit کے ، وہ آپ نہیں دے رہے ہیں۔ پھر ۱۲۰ دستخط کے باوجود وہ آپ نہیں دے رہے ہیں۔یعنی آپ ہمیں سستی بجلی بھی نہیں دے رہے ہیں کوئی پراجیکٹ بھی نہیں بنا رہے ہیں اور کالا باغ مانگ رہے ہیں تو پھر آپ کا ملک نہیں رہے گا اور ذخائر ایسے نہیں ہیں کہ اب گیس، ٹھیک ہے یہ جو شکردرہ میں آئل اورگیس کے ذخائر اور کوہاٹ اور کرک میں جو ملے ہیں یہ سوئی گیس سے زیادہ ہیں۔ ہمیں کوئی اس----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا مسئلہ ہائیڈل پراجیکٹ سے حل ہوگا اور پبلک سیکٹر میں کرنا ہوگا' پرائیویٹ سے آپ توبہ کریں اور باقی جو باتیں درست ہیں کہ line losses کا منسٹر صاحب کو سن لینا چاہیے کہ بلوچستان میں اور پشتون خواہ وطن میں لائن losses ۴۷ فیصد سے بھی زیادہ ہیں۔ آپ کی ٹرانسمشن اور ڈسٹری بیوشن کی تمام لائنیں تباہ ہیں ۔ از کار رفتہ ہیں ' فرسودہ ہیں۔ بجلی ہوتی نہیں ہے اور جو ہوتی ہے وہ ۴۷ فیصد لائن میں ضائع ہو جاتی ہے ۔ ان losses کو آپ نے بچانا ہے ۔جیسا کہ ہم ۴۰ ملین ایکٹر فٹ پانی نہروں کے نظام میں ضائع کر رہے ہیں اور کالاباغ ڈیم مانگ رہے ہیں۔جو پانی ہے اور جو بجلی ہمارے پاس ہے ' وہ ہم ضائع کر رہے ہیں۔

یہ بات پوری طرح ہم یہاں کہہ سکتے ہیں۔ واپڈا اور نہ ہی ministry وعدہ کر سکتی ہے اور نہ ہی اس پر عوام یقین کریں گے۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا : جناب والا! 2011 تک آپ کے منصوبوں کی پوزیشن کیا ہے۔ آپ کا پلانٹ 516 mega watt hydel power کا ہے۔ یہ آپ کی ترجیحات ہیں۔ صرف 516 mega watt, 2011 تک بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ جناب والا! اس کے لیے آپ کو دوسرے ممالک aid دے رہے ہیں۔ ابھی اسحاق ڈار صاحب یورپ گئے تھے۔ یورپ کے تمام مشہور بنکوں نے انہیں offer کی کہ وہ hydel power میں investment کرنا چاہتے ہیں۔ جب چائنا آپ کو offer کر رہا ہے تو آپ کیوں نہیں مان رہے ہیں۔ یعنی اگر آپ hydel power تسلیم کر لیتے ہیں تو تین سال کے بعد ہمارا یہ مسئلہ نہیں رہے گا۔

جناب والا! کوئٹہ میں جو تھرمل پاور ہے' اس کو ترجیح دی جائے ۔ پشتونخواہ وطن میں کوئلے کے ذخائر ہیں۔ اس لیے تھرمل پاور' کوئلے سے چلنے والے بنائے جائیں۔ گرگورے' کرک اور بنوں میں بنائے جائیں۔ اس طرح سے سب کو بجلی مہیا ہوگی۔ سب سے پہلے ہمیں بجلی مہیا کی جائے اور اس cost سے دی جائے' جس کے حساب سے یہ تیار ہوتی ہے' یہ پشتونخواہ

کی پیداوار ہے۔ Per unit کی cost کے حساب سے ہمیں بجلی فراہم کی جائے۔ اگر ہماری بجلی surplus ہے تو پھر آپ اسے بے شک national grid میں لائیں اور پھر آپ اس کے rate مقرر کریں۔جناب والا! یہ بڑے سنگین مسائل ہیں۔ ہم نے تین مسائل پیش کیے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ میں اگلے سپیکر کو بلا رہا ہوں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب والا! بالکل آپ بلا لیں' میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر اتنا جنون کالا باغ ڈیم کا اتنی تباہی کے باوجود بھی ان کے سر پر سوار ہے تو پشتونخواہ من الحیث القوم جس مسئلے پر متفق ہیں' وہ کالا باغ ہے کہ یہ بننا ناممکن ہے۔ اگر سندھی بھائی ان کے ساتھ شامل بھی ہو جائیں کہ کالا باغ بنائیں ' تب بھی آپ نہیں بنا سکتے۔

جناب چیئرمین: بہرحال آپ تشریف رکھیں۔ پری گل آغا صاحبہ۔

سینیٹر آغا پری گل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ دراصل ہم جتنے points تیار کرتے ہیں' ان پر ہم سے پہلے ہمارے colleagues بول لیتے ہیں اور ہماری باری آخر میں آتی ہے۔ تاہم دوبارہ ان points کو دہرانا اچھا بھی نہیں لگتا۔ سب سے پہلے میں واپڈا کے بارے میں کہنا چاہتی ہوں کہ اس وقت پورے پاکستان میں محکمہ واپڈا کی وجہ سے لوگوں کو اتنی زیادہ پریشانی ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔

جناب چیئرمین! جس طرح آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت پورے پاکستان میں واپڈا کی بجلی کی تقسیم کا طریقہ کار اتنا غلط ہے کہ آپ خود ہر صوبے میں جا کر اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ آپ کا خود بھی صوبہ سندھ سے تعلق ہے۔ سندھ' بلوچستان' سرحد اور پنجاب میں اتنی زیادہ load shedding ہو رہی ہے کہ اس سے ہر بندہ پریشان ہے۔ میں اپنے colleagues سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو آئے ہوئے دو تین مہینے ہو گئے ہیں' اس سے پہلے اتنا زیادہ بحران نہیں تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر آغا پری گل: چاہے دو مہینے ہوئے یا ایک مہینہ ہوا ہے' جو کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں' وہ ایک دن میں بھی ملک اور قوم کے لیے کام کرلیتے ہیں۔ میں ان سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ وہ جب بھی کھڑے ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ سب سابقہ حکومت نے کیا ہے۔ بھئی! آپ اب وہ باتیں چھوڑیں۔ اب جو ہوگیا' سو ہوگیا۔ اب آپ کی باری ہے اور آپ اپنا کردار اپنے پاکستانی عوام کو بتائیں کہ آپ پاکستانی عوام کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت اتنا ظلم ہے اور آپ جائزہ لیں کہ چاروں صوبوں میں ہمارے پاکستانی بچوں کے papers ہو رہے ہیں اور بجلی نہیں ہے۔ آپ بچوں کو چھوڑیں' آپ دیکھیں کہ جب load shedding ہوتی ہے تو اس سے ہماری industry اور اخبار والوں کے لیے problems پیدا ہوتے ہیں۔ امتحانوں کا الگ problem ہے۔ اس سے زیادہ problems ہمارے زمینداروں کو ہیں۔ جناب چیئرمین! اس لیے میں واپڈا سے درخواست کرتی ہوں کہ کم سے کم load shedding کریں' ہمیں پتا ہے کہ ان کے لیے بھی problems ہیں لیکن اتنی load shedding کریں کہ عوام آپ سے تنگ نہ ہوں۔ جناب والا! اتنی زیادہ load shedding ہے کہ ہر گھنٹے کے بعد بجلی چلی جاتی ہے۔ یعنی ایک بجے بجلی جاتی ہے تو دو بجے آتی ہے' تین بجے جاتی ہے تو چار بجے آتی ہے۔ اسی طرح پورا دن اور پوری رات یہ circle چلتا رہتا ہے۔ آپ یقین کریں کہ اتنی گرمی میں لوگ اتنے پریشان ہیں' اتنی tension میں ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ ایک تو پہلے ہی بے روزگاری کی tension ہے' آٹا نہ ملنے کی tension ہے اور دوسری طرف سے واپڈا نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے۔ اس لیے میں خاص طور پر واپڈا سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنا ایک شیڈول بنائیں۔ آپ لوگوں کو بتائیں کہ اتنے بجے سے اتنے بجے تک load shedding ہوگی۔ ایسے ہوتا ہے کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک دم بجلی چلی جاتی ہے اور پھر اندھیرے میں ادھر ادھر بھاگنا پڑتا ہے۔ جناب والا! یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اور بڑا سنگین مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو ایک بات بتاؤں اور میں بلوچستان کی بات کرتی ہوں کہ بلوچستان میں ہمارے زمینداروں کی پورے سال میں ایک ہی فصل ہوتی ہے۔ یہ اتنا غریب صوبہ

ہے کہ وہاں پورا سال خشک سالی چلتی رہتی ہے۔ یعنی وہاں پر نہ کوئی دریا ہے' نہ سمندر ہے اور ہمارے جو پرانے کاریز تھے' وہ کاریز بھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہو گئے ہیں۔ ہم زمینداروں کا دارومدار اور سہارا ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے بجلی۔ اس کے بارے میں آپ دیکھیں کہ بلوچستان میں چوبیس گھنٹوں تک بھی بجلی جاتی ہے۔ بارہ گھنٹوں تک بجلی بند کرنا تو معمول ہے۔ رات کو دو گھنٹے بجلی آتی ہے اور پھر بند ہو جاتی ہے۔ اب یہ جو بے چارے زمیندار ہیں' جن کے پاس نہ نہر ہے' نہ سمندر ہے اور نہ دریا ہے' کچھ بھی نہیں ہے' ان کے لیے آپ سوچیں کہ وہ بے چارے کیا کریں۔ جب بجلی بند ہے تو ٹیوب ویل نہیں چلتے ہیں۔ اس وقت بلوچستان کی جو حالت ہے' وہ یہ ہے کہ ہم اپنی زمینوں سے لاکھوں روپے کماتے تھے' وہاں سے ہمارے مزارعین کی بھی روٹی نکلتی ہے اور مالکوں کی بھی نکلتی تھی۔ اب آپ یقین کریں کہ وہاں پر ہم لوگ اتنے پریشان ہیں کہ ہماری گندم کا برا حال ہے' ہمارے سیب کا برا حال ہے' سبزیوں کا برا حال ہے۔ یہ سب ظلم ہے۔ ایسا کبھی بھی بلوچستان میں نہیں ہوا ہے۔ ٹھیک ہے کہ پہلے بھی واپڈا والے load shedding کرتے تھے مگر اتنی زیادہ بارہ بارہ گھنٹے اور چوبیس چوبیس گھنٹے load shedding نہیں ہوتی تھی۔ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ جناب والا! میں اکثر آپ سے کہتی ہوں کہ آپ ایک دورہ بلوچستان کا بھی رکھیں اور آپ وہاں کے لوگوں کی بھی حالت دیکھیں کہ وہ اس وقت کس حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ یقین کریں اور بے شک یہاں بیٹھے ہوئے بلوچستان کے دیگر اراکین سے پوچھیں کہ پہلے جو ہمارا سیب پوری دنیا میں مشہور تھا' اب ختم ہو گیا ہے۔ لوگوں نے اپنے درخت پورے کے پورے کٹوا دیے ہیں۔ اب ہماری زمینداری جو گندم اور سبزیوں کی تھی' وہ بھی تباہ ہو گئی ہے۔ جو بھی حالات بلوچستان میں ہیں' مگر میں یہ کہتی ہوں کہ اگر کوئی بندہ ظلم کرتا ہے تو وہ اتنا ظلم نہ کرے کہ لوگ بددعائیں دینا شروع کر دیں کیونکہ اس وقت لوگ جھولی اٹھا کر بددعائیں دے رہے ہیں۔ ہم سیاست دان لوگ جب شروع میں آتے ہیں تو بڑے بڑے نعرے لگاتے ہیں' اتنے بڑے بڑے نعرے لگاتے ہیں کہ وہ پورے نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر نعرے لگانے چاہئیں کہ بھائی! یہ کام ہم کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ جب سے پاکستان بنا ہے'

بلوچستان سے تعلق رکھنے والے میرے بزرگ مندوخیل صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' آپ ان سے پوچھیں کہ پورے بلوچستان میں میٹروں کے fix rate ہوتے تھے۔ اب انہوں نے order نکالا ہے کہ پورا بل دیا جائے اور fix rate ختم کر دیے ہیں۔ جناب والا! یہ بھی ظلم ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ پورے چوبیس گھنٹے آپ کی بجلی بند ہے' اور زمیندار کے پاس گندم نہیں ہے' کچھ کھانے کو نہیں ہے' زہر بھی کھانے کو نہیں ہے اور اتنے بڑے بڑے بلوں کے پرچے لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے ہیں اور پھر رات کو جو تھوڑی بہت بجلی آتی ہے' وہ بھی کاٹ دیتے ہیں۔ میں اپنے وزیر صاحب سے یہ گزارش کروں گی کہ آپ پرانی باتوں کو نہ دہرائیں۔ جو ہمارے مسئلے ہیں' آپ انہیں حل کریں۔ جب سے پاکستان بنا ہے' ایک پرانا دستور چلا آ رہا تھا کہ وہاں پر fix rate تھا تو مہربانی کرکے کم سے کم آپ یہ fix rate ختم نہ کریں۔ بجائے fix rate ختم کرنے کے' آپ کو چاہیے کہ آپ بلوچستان کے عوام کو مزید سہولت دیں کہ یہ پھولیں' پھلیں۔ کم سے کم آپ لوگوں کو بددعائیں نہ دیں۔

جناب چیئرمین! میں اب دوسری بات کرنا چاہتی ہوں کہ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے dozers کے متعلق point of order اٹھایا تھا۔ دو سال سے ہمارے بلوچستان کے لیے 200 dozers منظور ہیں مگر آج تک نہیں ملے ہیں۔ پتا نہیں اور مجھے آج تک بیوروکریسی کی سمجھ نہیں آئی ہے کہ وہ خود dozers کے tender میں involve ہیں یا کوئی اور problem ہے۔ جب ان کے لیے funds منظور ہیں' ساری کارروائی مکمل ہے۔

جناب چیئرمین: ان dozers کا energy سے کیا تعلق ہے۔

سینیٹر آغا پری گل: جناب والا! بلوچستان کے لیے 200 dozers منظور ہوئے تھے' ان کے پیسے بھی release ہو گئے تھے مگر آج تک ان کا پتا نہیں چلا کہ وہ کدھر گئے۔ ہم نے امجد صاحب جو کہ متعلقہ کمیٹی کے چیئرمین ہیں' ان کے سامنے کمیٹی میں یہ مسئلہ اٹھایا بھی تھا۔ اس پر سیکرٹری صاحب نے کہا تھا کہ یہ منظور ہو گئے ہیں اور چائنا سے منگوانے کے order بھی ہو گئے ہیں۔ یہ دو سال پہلے کی بات ہے۔

مگر آج تک وہ dozers بلوچستان نہیں پہنچے۔ جناب چیئرمین صاحب! کم سے کم یہ ہے کہ یہاں

پر ہمارے سینیٹرز اپنے صوبے کے پوائنٹس اٹھاتے ہیں تو آپ کو ضرور ایکشن لینا چاہیے اور ایکشن لے کر ہمیں بتانا چاہیے کہ یہ کام میں نے کر دیا۔

جناب چیئرمین: جی میں کروں گا۔

سینیٹر آغا پری گل: مجھے یقین ہے کہ آپ نے سینیٹ کو بہت اچھے طریقے سے چلایا اور پانچ سال۔ ظاہر ہے کہ آپ کی بھی مجبوریاں ہیں۔ پتا نہیں آگے ہماری' سینیٹروں کی بات کچھ سنی نہیں جاتی۔ آپ کی بھی مجبوریاں ہیں مگر یہ کہ آپ کا بھی شکریہ۔ آپ نے سینیٹ کو جتنے اچھے طریقے سے چلایا اور میں اپنے سینیٹ کے سیکرٹری اور تمام عملے کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے بھی سینیٹ کی کارروائی میں ہمارا بہت ساتھ دیا۔ آخر میں' میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ Thank you Chairman sahib.

Senator Mian Amjad Abbas: Thank you Mr. Chairman. Sir, five years have passed in the Senate for me as a Member but now the distance I covered in this Senate is a few feet, from that side of the aisle to this side of the aisle but it seems like the world has changed. Sir, I am saying this because a few months back

جب ایک شور اٹھا تھا کہ لوڈ شیڈنگ زیادہ ہے تو اس وقت لیاقت جتوئی صاحب نے کہا تھا there is no energy crisis, at least ابھی منسٹر صاحب یہ تو مانتے ہیں there is a crisis اور یہ کسی problem یا solution میں first step ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں

whether we are on this side of the aisle or other side of the aisle, all of us are patriotic citizens of this country

اور ہمیں اس problem کے solution کے لیے کام کرنا چاہیے۔

I can see the Minister's defence in this regard, he is simply going to say, he inherited this problem. To an extent it is true sir, but this is why people have given a mandate to them now to solve the problems.

کہتے ہیں کہ ایک in-coming US President out-going President سے call on کرنے گئے۔ He gave him three envelopes No.1,2,3. انہوں نے کہا ' یہ کس لیے ہیں ؟ انہوں نے کہا

I am leaving them in your drawers, when you have a crisis, open them one, two and three whenever the crisis comes. When the first crisis came there was no solution, he opened the first envelope and he got a letter that said blame me. He blamed all of it on the last President,

جب دوسرا crisis آیا تو دوسرا لفافہ کھولا۔ اس میں لکھا تھا blame the Congress اور پھر وہ Congress پر ڈال کر ' پھر crisis سے نکل گئے۔ جب تیسرا crisis آیا تو انہوں نے جا کر تیسرا لفافہ کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ تین لفافے تیار کیجیے ۔ تو میں منسٹر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ پہلے پر رہیں اور solution لے آئیں۔ نہ دوسرے کی ضرورت پڑے' نہ تیسرے کی ضرورت پڑے ۔ جناب ! میرے خیال میں first thing is right now load management, sir, the charity begins at home اور کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو ایئرکنڈیشنڈ میں بیٹھیں ' باقی لوگ دھوپ میں گلیں سڑیں ' بجلی بھی نہ ہو ۔ میں منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ جس زون میں ہم رہے ہیں' اسے بھی لوڈ شیڈنگ میں لے آئیں تاکہ ہم لوگوں کو بھی احساس ہو اور ہم ان لوگوں کی طرح تکلیف برداشت کر سکیں۔ Sir, what we have seen in the country جب بھی crisis آتا ہے تو اس کا نزلہ بھی غریب پر اتارا جاتا ہے ۔ پی آئی اے کا crisis آیا تو labour class کے لوگوں کو fire کیا گیا۔ وہ جو پانچ لاکھ' چھ لاکھ ماہانہ تنخواہ لے رہے تھے' وہ ابھی بھی وہیں بیٹھے ہیں ۔ ابھی تو اس حکومت کو judicial crisis کا بھی پہلے ہی سے سامنا ہے ۔ Sir, میں اس بات کو مانتا ہوں کہ crisis should be on the top priority. چرچل سے کسی نے کہا تھا' جب برطانیہ جنگ عظیم میں ہار رہا تھا کہ are you confident you can win the war? اس نے کہا yes اس نے کہا کہ جی برطانیہ تو ہر جگہ ہار رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ہم جنگ جیتیں گے۔ انہوں نے یہی کہا تھا کہ do you get the justice in the country? He said, yes اس نے کہا کہ

آپ کو فوراً ملتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب justice کسی کو ملتا ہے، لوگوں کو حق ملتا ہے تو لوگ ملک کے لیے patriotic بھی ہوتے ہیں ۔ اس لیے پہلا تو judicial crisis ہے۔ لیکن sir, energy crisis is as important as the judicial crisis کیونکہ اس سے ملک کی معیشت پر بھی فرق پڑ رہا ہے ۔ اب لوگوں میں غصہ زیادہ آ رہا ہے ۔ جس کی نیند پوری نہیں ہوتی ، اسے tension بھی ہوتی ہے ۔ Load management کے لیے in the Committee we have proposed یا تو country کو zones میں divide کر دیں ۔ سب کو پتا ہو کہ ایک دن میرے پاس بجلی نہیں ہونی ہے ۔ بجائے اس کے، جس طرح میری بہن پری گل آغا نے کہا کہ زمیندار پانی کے لیے ٹیوب ویل چلا کر جاتا ہے ، ابھی اس کے رقبے تک پانی پہنچا نہیں ہوتا اور بجلی چلی جاتی ہے ۔ ڈیموں میں تو ویسے پانی نہیں۔ وہ بیچارا کاشتکاری کدھر سے کرے ۔ اسی طرح ویلڈنگ والا بیٹھا ہے ۔ وہ ابھی کام شروع کرتا ہے تو بجلی پھر چلی جاتی ہے۔ آپ short term اور long term crisis کی طرف آئیں تو

short term would be expensive and will be still dependent on the world condition.

آپ لگائیں گے تھرمل یونٹس

which will be running either on gas or on the combined cycle of furnace oil. The oil prices are shooting up

اور پتا نہیں کہاں جا کر رکتی ہیں ۔ اس لیے میں تو یہ کہوں گا منسٹر صاحب سے کہ چاہے آپ زیادہ ٹائم لے لیں ، let's go for the other sources لیکن ایک بات یہ بھی کہتا جاؤں کہ یہ کوئی wisdom نہیں ہے کہ گیس جیسی energy source of income ہم اس بجلی میں ضائع کر رہے ہیں ۔ گیس کو نہ استعمال کریں۔

Go for the hydel, solar and wind. Sir, sitting in the Senate and then hearing the voices of different Provinces

کوئی کہتا ہے میرا پانی ہے ، کوئی کہتا میری گیس ہے ۔ مجھے تو بڑا افسوس ہوا جناب۔

Sir, belonging to the district Muzaffargarh, I can call it as the power

capital of Pakistan because we have KAPCO. We have thermal power at Muzaffargarh AEs at Lal Pir, we are generating more power than Terbela or any other source and I am very sure the Minister should be aware of it.

whereas it is power capital, we are seeing the maximum load لیکن ہمارا علاقہ shedding میرے علاقے کے لوگوں کو نہ ان power houses میں نوکریاں ملتی ہیں ' وہاں بھی اپر پنجاب کے لوگ آ گئے ' نہ ہی ان thermal power نے ایک درخت لگایا ہے جناب ۔ ہم اس تپتے ریگستان میں پہلے ہی سے رہتے تھے' اوپر سے ان کی بجلی' نہ نوکریاں اور نہ ہی بجلی۔

Sir, International Power is the owner of KAPCO. I raised this point in the previous government

اور میں اس لیے وزیر موصوف کو بتاؤں گا کہ ان کی previous government کے اندر KAPCO was privatized میں تو نہ ان کی privatization کے خلاف ہوں۔ چلیں' آپ کر رہے تھے ۔ آپ یہ دیکھیں HUBCO اور KAPCO کا owner ایک ہی ہے sir, they are کو local residents کے اندر وہ اپنے International Power, HUBCO giving certain free unit as a compensation ہمارے ہاں نہ نوکری ہے ' نہ environment کے لیے کوئی کام ہے ' نہ development کے لیے کوئی کام ہے' وہ تو ایسے لگتا ہے جیسے British colony in Kot Adu. میں منسٹر صاحب کو دعوت دیتا ہوں' کبھی آ کر دیکھیں جناب ۔ I talked to the then Prime Minister Mr. Jamali ان سے جب میں نے یہ ذکر کیاتو انہوں نے مجھے فورا کہا کہ بھئی ادھر آبادی کم ہے ۔ میں نے کہا کہ میں نے کس کو دعوت دی تھی کہ آبادی والے علاقے میں آ کر لگا دے ۔ اس کو بھی لے جائیں ادھر ۔ نہیں تو ہمارے لوگوں کا بھی حق ہے نوکریوں پر۔ جناب! ہمارے لوگوں کا بھی حق ہے we should get some free units اور کچھ نہیں' خدا کے لیے ہماری لوڈ شیڈنگ کچھ کم کر دیں because 1432 mega watt آپ وہاں پر KAPCO سے generate کر رہے ہیں منسٹر صاحب اور we are seeing like 12 hours of load shedding in Kot Adu. اس سے پوچھیں جو دیوار کے ساتھ رہتا ہے۔

He can hear the voices of the turbines. He can feel the heat being generated. He can even get the light from there

لیکن اس کے اپنے گھر کی بجلی نہیں جلتی، پنکھا نہیں چلتا۔ خدا کے لیے کچھ تو چراغ تلے اندھیرا ہٹا دیں جناب۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر محمد امجد عباس: جناب! یہاں پر کالا باغ کی مخالفت کی گئی، میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے ضرور کہوں گا کہ let us live as a federating unit. Federating unit is like a vehicle with four tyres. آئیں اکٹھے بیٹھ کر اس گاڑی کو چلائیں۔ اسی بات پر لڑتے لڑتے ساٹھ سال ہو گئے ہیں۔ جو چیز آپ کی ہے ہم بھی share کرنے کو تیار ہیں لیکن اب میں یہاں کھڑا ہو کر کہوں کہ تربیلا سے زیادہ بجلی تو ہم produce کر رہے ہیں، ہمیں رائلٹی دیں۔ جناب! میں تو غریبوں کے لیے نوکری مانگ رہا ہوں۔ جناب! میں منسٹر صاحب سے کہوں گا کہ یہ جو NEPRA کی red tape ہے، اس سے جان چھڑائیں۔ کئی لوگ جو invest کرنا چاہتے تھے، وہ آئے مگر NEPRA کی red tape and rates کی وجہ سے چلے گئے۔ آپ ان لوگوں کو آج وہی rate offer کر رہے ہیں اور ان کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ وہ project اس وقت شروع ہوئے ہوتے تو شاید آج ہم یہ energy crises نہ دیکھتے

and this energy crisis gives birth to many other crises sir. So, I will request the Minister to put it on top priority and thank you for the time sir.

جناب چیئرمین: فوزیہ فخر الزمان صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان: بچپن میں پڑھا کرتے تھے کہ زندہ رہنے کے لیے پانی، دھوپ اور ہوا بہت اہم ہیں لیکن اب جا کر احساس ہوا کہ بجلی اور گیس بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ یہ جو ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں، محب وطن پاکستانی ہیں، پاکستان کی تعمیر و ترقی میں ان کو حصہ لینا چاہیے کیونکہ قائد اعظم نے کہا تھا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ ہم اس کو تو حاصل

نہیں کر پائے اور معاہدہ سندھ طاس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے بے شمار ڈیم بنا لیے ہیں۔ اب خدا نہ کرے کہ وہ وقت آ جائے کہ جب ہمارے کھیت' کھلیان سوکھ جائیں۔ ہم پانی کی کمی سے ہی مر جائیں اور انڈیا کا ایٹم بم بیکار ہو جائے۔ یہ بھاشا ڈیم بنانا چاہ رہے ہیں' جس پر بہت زیادہ خرچہ ہے' پانی بڑے دشوار گزار راستوں سے بہت کم آئے گا۔ اس سے زیادہ بجلی پیدا نہیں ہو گی اور یہ نوشہرہ کا کہہ رہے ہیں کہ ڈوب جائے گا تو انہوں نے اس ڈیزائین کو اتنا نیچے کر دیا ہے کہ شمس الملک جو خود چیئرمین واپڈا رہے ہیں اور نوشہرہ میں ہی رہتے ہیں' ان کا کہنا ہے کہ اگر ڈیم بنا تو نوشہرہ کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اتنا زیادہ پانی ضائع ہو رہا ہے جس کو قابو کر کے اپنی فصلوں کو بروقت دے سکتے ہیں۔ آپ سوچیں اس سے کتنی زرعی پیداوار بھی بڑھے گی اورصنعتی پیداوار تو ویسے ہی بجلی کی وجہ سے کم ہو رہی ہے' انشاء اللہ اس میں بھی اضافہ ہو گا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ تعمیر و ترقی کے کاموں میں consensus ہونا چاہیے۔ ہم سینیٹ میں پانچ سال تک بحث کرتے رہے ہیں' ہمیں طعنے تو مل رہے ہیں کہ ہم نے ایک میگا واٹ بھی پیدا نہیں کی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔ پرویز مشرف صاحب نے ہر کام بغیر consensus کے کیا تھا اگر وہ یہ بھی بغیر consensus کے کر لیتے تو پاکستان پر بہت مہربانی ہوتی۔ ہمارے دس لاکھ انسانوں کا اگر نقصان ہوتا ہے تو سولہ کروڑ لوگوں کو فائدہ بھی ہو سکتا تھا۔ میں تو یہ کہوں گی کہ ہمارے پختونخواہ کے لوگ محب وطن پاکستانی ہیں' مہربانی فرما کر وہ اس کی اجازت دیں۔ اس پر اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں' اس کو utilize کر لیں۔ Thank you. خدا حافظ۔

جناب چیئرمین: عبدالرزاق تھہیم صاحب۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم: جناب چیئرمین! thank you. آج ایک ایسے issue پر بات ہو رہی ہے جو نیا نہیں ہے۔ پاکستان crisis میں چل رہا ہے' ایک بات تو نہیں ہے جو کریں مگر یہ جو بجلی اورگیس کا issue ہے' یہ ہم سب کا ہے چاہے اپوزیشن والے ہوں یا گورنمنٹ والے۔ فقط criticise کرنے سے اگر کوئی مسئلہ حل ہوتا ہو تو ہم یہاں بیٹھ کر صبح سے شام تک criticise کریں۔ میری عرض یہ ہے کہ اس سے مسئلہ حل نہیں

ہوتا۔ ہم ساتھ مل کر concrete suggestions دیں کہ یہ مسئلہ کیسے حل ہو اور میں اس سلسلے میں گورنمنٹ پارٹی کو عرض کروں گا کہ اپوزیشن کو بھی confidence میں لیں، کوئی کمیٹی بنائیں۔ یہ ایک بڑا مسئلہ ہے اور سب کے لیے ہے۔ بلوچستان کے لیے ہے، سندھ کی بات بھی کسی نے کی ہے، میں گاؤں میں رہتا ہوں، میں وہاں جا کر ایک رات کے لیے بھی نہیں رہ سکتا۔ دن میں جاتا ہوں، رات کو واپس آ جاتا ہوں۔ تو یہ ایک آدمی کا نہیں سولہ کروڑ آدمیوں کا مسئلہ ہے۔ راجہ پرویز اشرف صاحب خود قومی اسمبلی میں اپوزیشن میں ہوتے ہوئے بھی چیختے تھے۔ یہ کس کی حکومت ہے؟ اس کی حکومت ہے، میں یہ نہیں جانتا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ملک کی، پاکستان کی بھلائی، اس کا مستقبل، اس کی sincerity کیا ہے۔ گورنمنٹ میں ضرور کچھ نہ کچھ کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ لیاقت جتوئی بھی ہمیں بتاتے رہے کہ یہ لوڈ شیڈنگ آج ہے پھر نہیں ہوگی۔ آج پرویز اشرف صاحب بھی بتائیں گے مگر ہمیں حل چاہیے۔ جیسے کراچی میں حل نکالا ہے، میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کراچی metropolitan city ہے اور سندھ کا حصہ ہے، اس کو سندھ سے الگ نہ کیا جائے کہ یہاں کراچی کی بات کرتے ہیں۔ سندھ میں جیسے حل کیا ہے اسی طرح کے کسی حل کے لیے ہم بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل تیار کریں کہ ملک میں بجلی کی لوڈشیڈنگ نہ ہو، industries بھی چلیں۔ میری suggestion فقط یہ ہو گی کہ we should be positive on these issues اور ابھی طریقہ کار بتائیں گے جو positive ہو گا، ملک کی بھلائی کے لیے ہو گا۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے منسٹر صاحب کو assure کرتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے جو بھی ہو سکا، ہم ان کے ساتھ ہیں۔ میں بولنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ معاملہ ایسا تھا مگر ایک بھائی نے crisis کی relevancy کو چھوڑ کر ڈیموں کی بات کی۔ یہ ڈیموں کی بات بیس برس سے چل رہی ہے، میں اس میں نہیں جانا چاہتا۔ سندھ اسمبلی، بلوچستان اسمبلی، فرنٹیئر اسمبلی سب کالا باغ ڈیم کے خلاف ہیں پھر بھی وہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔ میں نے ابھی statement سنی تھی کہ یہ گورنمنٹ کہتی ہے، میں criticise نہیں کرتا، کہتی ہے کہ سب کو confidence میں لے کر، چاروں یونٹوں کا آپس میں اعتماد ہو گا اور اپنی رائے دے کر اس کو look after کریں گے، انہوں نے چھوڑا بھی نہیں۔ گو ہماری اپنی reservations ہیں، ہم اپنی reservations floor of the House پر لاتے ہیں مگر

خدارا! میں عرض کر رہا ہوں کہ یہاں controversial issues نہ کھولیں، پنڈورا بکس نہ کھولیں، یہاں کالاباغ کا کوئی issue نہیں تھا۔ ہم ڈیموں کے خلاف نہیں ہیں مگر ہمارا سندھ کا بھی ایک point of view ہے۔ آج میں سنتا رہا، اس کی کیا relevancy تھی؟ یہ بتائیں کہ یہ crisis کیسے ختم ہوں گے۔ گورنمنٹ کو بتائیں، suggestions دیں کیسے ختم ہوں گے۔ مجھے criticise کرنے کا فائدہ بتائیں؟ ضرور کریں گے اگر کوئی بات ہو گی۔ میں سوا تین سال منسٹر رہا ہوں۔ نیشنل اسمبلی میں پرویز اشرف صاحب بھی تھے، یہ بات اس زمانے سے بھی پہلے کی ہے۔ لوڈ شیڈنگ بھی پہلے کی ہے مگر اب دیکھتے ہیں کہ جیسے پرویز اشرف صاحب نے کراچی کا problem solve کیا، we are grateful تو اب یہ سارے ملک کا problem solve کریں گے کیونکہ اس کی اتنی ضرورت ہے کہ زراعت ہے، living conditions ہیں، ایک بات نہیں ہے۔ تو خدارا! آپ suggestive ہوں اور ان کے ساتھ اچھے کام میں تعاون کریں گے کیونکہ جناب! آپ دیکھیں آج ہم کس crisis میں جا رہے ہیں، ایک نہیں ہے۔ terrorists ہیں، law and order کی situation ہے، یہ آج کی نہیں ہے، ان ساری چیزوں پر تجاویز دیں۔ Law and order situation ہے، آپ نے کل سنا کہ سب نے یہی کہا کہ نیندیں حرام ہیں، ان پر control کرنا ہے۔ ابھی لیاری میں firing چل رہی ہے، اس پر control نہیں پا سکے، terrorists اتنے مضبوط ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ we should be suggestive اور Minister صاحب سے اچھی بات سنیں گے، اچھی suggestions سنیں گے، ان میں تعاون کریں گے، مگر یہ مسئلہ ہے، ہم اس کو ضرور لیتے رہیں گے اور کہتے رہیں گے کہ یہ مسئلہ حل کریں۔ Thank you very much sir.

جناب چیئرمین: ڈاکٹر خالد رانجھا۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جناب چیئرمین صاحب! ہم ایک بڑے اہم مسئلے پر آج بحث کر رہے ہیں اور یہ واحد موقع ہے کہ اس House کی اس جانب اور House کی اس جانب ایک ہی آواز میں بات کر رہے ہیں۔ یہ واحد موقع ہے کہ ہمارے Minister صاحب بھی بڑے attentively سن رہے ہیں اور میں ان کی body language دیکھ رہا تھا، انہوں نے ایسے سر

نہیں مارا' ایسے سر ہلا رہے تھے' mean thereby کہ ان کو اپنی وہ تمام تقریریں یاد ہیں جو وہ House کی اس جانب بیٹھ کر کرتے رہے ہیں۔ میں آج یہ سمجھتا ہوں کہ جیسے جسٹس صاحب نے فرمایا کہ آج House کا بڑا مثبت رویہ ہے اور تمام House ایک آواز میں بات کر رہا ہے' تنقید کی بات نہیں کریں گے' ہم اصلاح کی بات کریں گے۔ میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ اس ملک میں جو power crisis ہے' اس کی management کے لیے' اس جنگ کے لیے ہم نے ایک بہت بڑا ہاتھی پال رکھا ہے' جسے ہم WAPDA کہتے ہیں۔ اس WAPDA کے جو Chairman ہوتے ہیں' وہ اس پاکستان کا سب سے لاڈلہ بچہ ہوتا ہے جس کی آسائش' رہائش جیسے ایک جنگ کی حالت میں ایک commander in cheif کو وسائل دیتے ہیں' ہم نے اسے دے رکھے ہیں۔ WAPDA Authority جو ہے اور جتنے ہمارے energy سے پیسے آتے ہیں' اس کا 56 فیصد پیسہ ان کی ذات پر خرچ ہوتا ہے' 56% money is spent on the salary of the employees, WAPDA is the biggest employer of human beings in Pakistan.

ہم آج جب بحث کر رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں اور میری رائے ہے کہ اس بحث کو دوحصوں میں تقسیم کر لیں' ایک macro اور ایک micro ہو۔ آج تمام تر بحث macro ہوتی رہی ہے' تمام تر بحث ڈیموں پر ہوتی رہی ہے' کوئلے پر ہوتی رہی ہے' بحث ہوتی رہی ہے کہ ہم energy کے source کو air پر لے آتے ہیں' ہم اس کو sun پر لے آتے ہیں' یہ تمام بڑی باتیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں ساتھ ہی ساتھ 9, 10 سال سنایا جا رہا ہے کہ 9, 10 سال تک اور کم سے کم آپ کو تین سال تک برداشت کرنا پڑے گا۔ میری گزارش ہے کہ کیوں نہ آج micro پر بات کر لیں' میری مراد micro سے یہ ہے اور میں بڑی بھونڈی سی مثال دے رہا ہوں کہ I.G پنجاب کہتے ہیں' وزیر اعظم پاکستان کہتے ہیں کہ I don't want government, I want governance. میں اپنے وزیر صاحب کو یاد کراؤں گا کہ خدارا! جب آج رات آپ سوئیں تو اپنے ذہن سے سوچیے گا کہ government اور governance میں کیا فرق ہے۔ جب میں 56 فیصد روپے کے خرچ ہونے کی بات کر رہا ہوں' I am talking of government, governance is something different. وہاں I.G police کہتا ہے کہ اگر تھانیدار پرچہ نہیں دے گا تو میں

S.P کو پھانسی لگا دوں گا۔ ذرا WAPDA affairs دیکھیں کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آدمی شکایت کہاں کرے؟ یہ اتنا بڑا House بیٹھا ہوا ہے مجھے کوئی فرد ہاتھ کھڑا کر کے بتا دے کہ میں meter reader کی شکایت کہاں کروں گا' کوئی بندہ بتا دے کہ اگر میں نے S.D.O کی شکایت کرنی ہے تو کہاں کروں؟ کوئی بتا دے ' there is no mechanism of complaint in place today, WAPDA پہلے Ombudsman کے تابع تھا' ہم نے Ombudsman کے اختیار سے WAPDA کو باہر نکال دیا' کس کو دیا' مجھے پتا نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ میں ایک باعلم شہری ہوں' مجھے پتا نہیں ہے کہ اگر میں نے شکایت کرنی ہے تو کہاں جاؤں؟

سب سے پہلی بات ہے کہ کسی بھی ادارے کا complaint mechanism ہوتا ہے' easy complaint mechanism ہوتا ہے' اگر مجھے complaint صرف وزیر صاحب سے کرنی ہے تو وہ ہو جائے گی۔ ہم ماضی میں بھی جتوئی صاحب سے شکایت کرتے تھے کہ ہمارا ذرا کھمبا اٹھا دیں۔ ہمارے Bar Council کے member تھے تو ان کے plot پر کھمبا لگا ہوا تھا' انہوں نے کہا کہ یہ کھمبا میرے plot سے باہر کر دیں' انہوں نے مجھے درخواست لکھ کر دی' انہوں نے کہا کہ میں ہر XEN کے پاس گیا ہوں' ہر XEN نے مجھ سے کل کا وعدہ کیا ہے' ہر S.E کے پاس گیا ہوں' ہر S.E نے مجھ سے کل کا وعدہ کیا ہے۔ خدارا! اب میری درخواست وزیر موصوف تک لے جاؤ جب ان کے پاس درخواست گئی تو انہوں نے کہا کہ میں S.E کو کہہ دوں گا۔ سب سے پہلی بات جو کہہ رہا ہوں' micro management is, I would request the Minister کیونکہ ہم سب ان کے ساتھ ہیں اور میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ خدارا! میری بات کو تنقید نہ سمجھیں' I am not criticising, I am only pointing out شاید میری آواز سے یہ لگ رہا ہو کہ میں تنقید کر رہا ہوں' I am only pointing out کہ آج ہم micro management کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا آدھا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

ہمارے پاس جتنی energy ہے' issue کیا ہے؟ Creation of energy and disbursement of energy. Disbursement کے لیے ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں' میں اس بات کو مانتا ہوں جتنے وسائل ہیں' کیا وزیر صاحب اس House میں کھڑے ہو کر کہہ

سکتے ہیں کہ we are disbursing in ideal manner, نہیں کہہ سکتے کہ اس کی management درست ہے' میں کہتا ہوں کہ نہیں ہے۔ آج میرے ساتھ چلیں' ہم دور نہیں جاتے' راولپنڈی میں چلے جاتے ہیں' کسی بھی کھمبے کے پاس کھڑے ہو جائیں' وہاں پر اتنا بڑا گچھا تاروں کا ہو گا' اگر یہ مجھے بتا سکیں کہ کون سی تار کہاں جاتی ہے' I will not be here. اس کے لیے کونسا اتنا بڑا علم چاہیے' آپ نے line men رکھے ہوئے ہیں' آپ نے employees کی ایک فوج رکھی ہوئی ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ اس کی جو management ہے' جو meter reading ہے' اس کا کبھی بھی خیال کیا ہے۔

یہ جو میرا transformer چوری ہوتا ہے' کیا یہ کوئی عام آدمی چوری کر سکتا ہے' transformer کی چوری کے لیے WAPDA کا آدمی ضرور ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی قیمت کیا ہے' 50000 ہے۔ یہ مانتے ہیں کہ عام شہری نہیں اتار سکتا' چوری تو کسی WAPDA کے ملازم نے کی ہے' اچھا بتائیں' وہ کون تھا' اگر وہ نہیں ملتا تو آپ 50000 جمع کرا دیں' ہم آپ کو اور لے دیں گے۔ میرا transformer خراب ہو جاتا ہے' کہتے ہیں کہ سرگودھا میں خراب ہوا' اس کو فیصل آباد بھیجیں گے' وہ ٹھیک کریں گے پھر آئے گا۔ میں کہہ رہا تھا کہ جو شہری کی problems ہیں' وہ تصیب related ہیں۔ آج لغاری صاحب نے بڑی اچھی بات کی ہے کہ issue is not load shedding, its load management. میں سمجھتا ہوں کہ آج کی اس محفل میں سب سے اچھی اختراع جو تھی' وہ load management کی تھی۔ یہ ہم سے اس House میں یہ وعدہ کریں کہ word load shedding استعمال نہیں کریں گے' ہم load management کریں گے۔ مجھے اگر پتا ہو کہ میری بجلی 7 سے 8 بجے تک نہیں آئے گی تو میں 6 بجے اٹھ جاؤں گا' اگر میں welder ہوں---

جناب چیئرمین: Interrupt نہ کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: میرے دوست کوشش کر رہے ہیں کہ میں بات کو تنقید میں الجھاؤں' میں بری بات نہیں کرنا چاہتا' میں تو کہہ رہا ہوں کہ let us all get together اور یہ کہہ دیں کہ ہم نے اس and the Minister should put all his people in place

کو ایک ایسا ادارہ بنا دیا ہے۔ کسے کیا پتا کہ FESCO کیا ہے؟ مجھے بتا دیں کہ NESCO کیا ہے؟ آپ نے گوجرانوالہ کا اور نام دیا ہوا ہے، ہر ایک ادارے کا ایک اپنا نام ہے اور کسی کو یہ نہیں پتا کہ کون کس کے ماتحت ہے۔ میں پنجاب کی بات کرتا ہوں کہ سب سے بڑا respondent عدالتوں میں KESCO ہے۔ اس پر بحث ہو رہی ہے کہ یہ جو KESCO کا concept ہے اس کو ہٹا دیا جائے۔ پنجاب میں سب سے بڑا litigant بالخصوص واپڈا ہے، ہائیکورٹ لیجائیں، سپریم کورٹ لیجائیں، ماتحت عدالتوں میں لیجائیں۔ ان کی وجہ سے شہری رل رہا ہے، وہ کیوں جاتا ہے عدالتوں میں، کیوں اپنی کھڑی وکیل سے اتراواتا ہے، کیوں ایک اہلکار کو رشوت دیتا ہے؟

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جناب والا! میں بڑے ادب سے یہ کہہ رہا تھا کہ سب سے پہلے WAPDA Act کا دوبارہ مطالعہ کریں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: میں صرف ایک منٹ اور لوں گا۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا اور governance کی بات ہو رہی تھی۔ یہ اگر قوم کو یہ message دے دیں کہ آئندہ واپڈا کو ہم قانون اور rule کے مطابق چلائیں گے تو I would be happiest man on earth. یہ جو WAPDA line losses ہیں، یہ کہنا کہ ہاں جی ایک SDO نے کہہ دیا کہ تم line losses پورے علاقے سے fudge billing پر کرو، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس وقت آپ کسی ایک SDO کا interview لے لیں یا اس کے پاس charge sheet یہ ہے کہ تم نے fudge billing کیوں نہیں کی یا تم نے line losses کو cover کرنے کے لیے fudge over billing کر دی ہے اور جو میں کنڈی لگاتا ہوں، چوری کرتا ہوں وہ میں بغیر واپڈا کے employ کے نہیں کر سکتا، اگر میں میٹر کو پیچھے کرتا ہوں تو ان کے بغیر نہیں کر سکتا۔ میری بڑے ادب سے گزارش ہے کہ آج ہم یہی فیصلہ کر لیں، we should assure the nation کہ پاکستان میں تبدیلی آئی ہے، ماضی کی بات نہ کریں، جب ایسے انکی کرتے ہیں تو ایک انکی

اپنی طرف آتی ہے' ماضی کی بات نہ کریں' یہ کوئی آج کا مسئلہ تو ہے نہیں' یہ کہہ دیں کہ آج سے this area of our life in Pakistan would be run by the rule, by the laws, اس میں شکایت کا یہ طریقہ کار ہے اور ہم یہ ازالہ کریں گے۔ Thank you very much sir.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مجھے ذرا ہاؤس کی راہنمائی اور تعاون چاہیے۔ جو بھی debate ہوتی ہے اس کے لیے ایک وقت مختص کیا جاتا ہے' منسٹر صاحبان کی بھی availability اس سے linked ہوتی ہے کیونکہ ان کو اسی سلسلے میں جو کہ ہم discuss کر رہے ہیں آگے meetings کرنی ہوتی ہیں' جیسے ابھی منسٹر صاحب کی اسی shortage کے بارے میں meeting ہے اور جو لسٹ آتی ہے پھر اس میں جو addition ہے وہ بعد میں مشکل ہو جاتی ہے۔ میں Leader of the House and Leader of the Opposition سے بھی یہ request کروں گا کہ میرے ساتھ تعاون کریں تاکہ لسٹ کو close کر دیں ورنہ پھر manage نہیں ہو سکتا اور اسی لیے ہر جگہ rules میں' ہر پارلیمنٹ میں time fix ہوتا ہے۔ ممبران سے بھی یہ تعاون چاہوں گا کہ لیڈران سے coordinate کر کے پہلے نام دے دیں کیونکہ time fix ہوتا ہے' کچھ لوگ ایک issue پر بول لیں اور کچھ دوسرے پر بول لیں۔ اب یہ ہے کہ میرے پاس جو original list تھی وہ ساری complete ہو گئی ہے لیکن سات آٹھ اور نام ہیں اور کچھ نام بلائے جاتے ہیں اور وہ نہ موجود ہوں تو وہ rules کے مطابق drop ہو جاتے ہیں' اگر ان کو بھی موقع دیں تو تقریباً 8 نام ہیں۔ منسٹر صاحب کو اسی سلسلے میں meeting میں جانا ہے۔ So, what I would request is that he can wind up and the other speakers I can allow after that. May be it will take a little time. That is alright with the House? ٹھیک ہے؟

سینیٹر محمد عباس کمبیلی: میں کچھ technical points بتانا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب موجود ہوں گے' وہ notes لے لیں گے اور ان کو convey کر دیں گے لیکن دیکھیں ناں اس طرح manage نہیں ہو سکتا' ان کی meeting بھی اسی سلسلے میں ہے اور صوبوں کے نمائندے ادھر آئے ہیں تو پھر مسئلہ کیسے حل ہو گا۔ یہ

خیال تھا کہ جو original list تھی اسی حساب سے یہ time cut off رکھا ہوا تھا' ورنہ منسٹر صاحب چلے جائیں گے اور باقیوں کے points رہ جائیں گے تو میرے خیال میں منسٹر صاحب ابھی کر لیں اور باقیوں کو رضا صاحب! آپ convey کر دیجیے گا۔ ہمارے سارے ساتھیوں کو موقع دیں لیکن آئندہ مہربانی کر کے نام پہلے دے دیں۔ ایک دفعہ debate شروع ہو گئی تو پھر اس میں کوئی نام add نہیں ہو گا .I will like to make it clear آپ کا تعاون چاہیے۔ اس طرح پھر manage نہیں ہو سکتا اور جن بیچاروں نے پہلے نام دے دیے ہیں ان کا issue رہ جاتا ہے کیونکہ پھر منسٹر جواب نہیں دے سکتا۔ جی حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! اذان ہونے کے بعد ازراہ کرم کم از کم نماز کے لیے وقفہ کیا کریں۔

جناب چیئرمین: نماز خود پڑھ سکتے ہیں' نماز کا کافی لمبا وقت ہوتا ہے۔ ہمارا پہلے بھی یہ طریقہ رہا ہے' جنہوں نے پڑھنی ہے جا کر پڑھ لیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: ایک بجے نماز کا وقت ہے' نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں' اپنی جماعت بھی کر سکتے ہیں' ویسے جیسے ہاؤس کی مرضی ہو مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن پہلے بھی ہمارا یہی طریقہ رہا ہے کہ جو پڑھنا چاہتے ہیں وہ خود پڑھ لیتے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: ایسا تو نہیں ہونا چاہیے۔ قومی اسمبلی میں ہوتا ہے اور یہاں نہیں ہوتا۔ آپ خود نمازی ہیں' برائے کرم نماز کا وقفہ کریں۔

جناب چیئرمین: میں تو عرض کر رہا ہوں کہ باجماعت ہم بعد میں جا کر پڑھ لیتے ہیں۔ جی راجہ پرویز اشرف صاحب۔

راجہ پرویز اشرف (وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی): جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایک نہایت ہی اہم مسئلہ پر مجھے بات کرنے کا موقع دیا اور میں آپ کی وساطت سے ان تمام honourable members کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس

بحث میں حصہ لیا اور میری راہنمائی کی۔ مجھے یہ یقیناً کہنا پڑے گا کہ ان کی طرف سے بہت اچھی تجاویز آئیں جس پر کہ میں ان کا مشکور و ممنون ہوں۔ جن honourable members نے ہم پر تنقید کی، میں ان کا بھی شکرگزار ہوں۔ جناب چیئرمین! جمہوریت کا یہی حسن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تنقید بھی ایک طریقے سے میری مدد تھی، میری راہنمائی تھی۔

جناب چیئرمین! یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک میں اس وقت بجلی کا بحران ہے۔ اصل مسئلہ demand اور supply کا ہے کہ جتنی ہماری demand ہے، جتنی ملک میں مانگ ہے، ہمارے پاس اتنی supply موجود نہیں ہے، اتنی بجلی ہمارے پاس سسٹم میں موجود نہیں ہے۔ اب اس کی کیا وجہ ہے؟ مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ تمام فاضل ممبران جنہوں نے کہ اس بحث میں حصہ لیا، انہوں نے ایک چیز ضرور کہی کہ ہمیں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا، ہمیں blame بازی نہیں کرنی، ہمیں کیچڑ نہیں اچھالنا، ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ میں سو فیصد اس بات سے اتفاق کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ point scoring سے یا صرف اس کوشش سے کہ ہم کوئی argument win کر لیں، مسئلے کا حل نہیں ہو گا۔ جب یہ تابڑ توڑ حملے مجھ پر ہوتے ہیں کہ شاید 30 دن میں ہم نے یہ سارا کچھ خراب کر دیا، جیسے کہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہم نے آ کر کوئی ایسے غلط اقدامات کیے کہ جس سے معاملہ بگڑ گیا۔ بجلی موجود تھی اور میرے وزیر بننے کی وجہ سے بجلی غائب ہو گئی۔

اس صورتحال میں مجھے اپنے دفاع میں اگر کوئی تاریخی حوالہ دینا پڑے، اگر تھوڑا سا مجھے مڑ کر دیکھنا پڑے، میں پورا turn نہیں لوں گا لیکن تھوڑا سا تو اس کی مجھے اجازت ضرور ہونی چاہیے۔ جناب چیئرمین! جب میں کہتا ہوں کہ یہ supply اور demand کا مسئلہ ہے۔ یہاں سے بہت سی خوبصورت مفید باتیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں ایک بات پر سب کا اتفاق تھا کہ بجلی کوئی ایسی چیز نہیں کہ فوری طور پر مہیا کر لی جائے۔ یہ کوئی ایسی commodity نہیں ہے جس کو میں بیرون ملک سے emergency میں ہوائی جہاز یا بحری جہاز کے ذریعے منگوا لوں تاکہ ملک کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس نے اس ملک میں generate ہونا ہے اور اس کے generate ہونے میں وقت تو ضرور لگے گا۔ یقیناً 2002 میں بجلی کی ضرورت ہے تو ہمیں 1990 میں اس بجلی کے power house کو شروع کرنا ہے۔ اگر 2005 میں بجلی کی ضرورت ہے تو 2002 میں

ہمیں power house شروع کرنا ہے۔ اگر 2008 میں بجلی کی ضرورت ہے تو 2005 میں اس power house کو شروع کرنا ہے۔ یہ کوئی اتنا الجبرا یا جیومیٹری کا سوال نہیں ہے' یہ ایک عام فہم بات ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آج اگر ملک کی supply کی ضرورت ہے' مانگ اور demand ہے اور وہ اگر موجود نہیں تو صرف تیس دن اس حکومت کو آئے ہوئے ہوئے ہیں اس کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا لیکن اس کے باوجود میں آپ کی طرف سے ہر قسم کی تنقید کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس تنقید کو' اس challenge کو' اس مصیبت اور مشکل کو انشاء اللہ ہم ایک opportunity میں convert کر کے آئندہ کے لیے اس ملک کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! بجلی کے پاور ہاؤس کے لیے صحیح فرمایا گیا کہ تین سال لگتے ہیں۔ اگر آپ نے آج اس کی بنیاد رکھنی ہے تو اس کی generation تین سال کے بعد شروع ہو گی یہ ایک long term منصوبہ ہے۔ اس سے بھی long term منصوبے ہیں کہ اگر ہم نے کوئی نئے ذریعے تلاش کرنے ہیں اور ان کو بروئے کار لانا ہے تو اس کے لیے شاید پانچ یا چھ سال بھی لگ سکتے ہیں۔ اگر ہم نے ڈیم بنانے ہیں تو اس میں بھی چھ' سات سال کا عرصہ درکار ہے۔ اگر ہم نے hydel کا کوئی run of the river project بنانا ہے تو اس کے لیے بھی ہمیں اڑھائی' تین سال کم از کم چاہئیں۔ اس وقت جناب چیئرمین! پوری دنیا میں جو لوگ equipment بناتے ہیں وہ بھی آپ کو تین سال کی تاریخ دیتے ہیں' ایسا نہیں ہے کہ کل ہم ان کو order دیں تو ایک ماہ یا سال کے اندر ہمیں وہ equipments دے دیں تو ان کو بھی اس کے لیے تین سال چاہئیں ۔ جناب! اس سارے scenario کو مد نظر رکھتے ہوئے جو کہ زمینی حقائق ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ ہمارے سسٹم میں 4000MW کے قریب کی کمی ہے' اب یہ ہے کہ وقت پر generation plan نہیں ہوئی۔ جب میں یہ کہتا ہوں planning failure تھی' یہ منصوبہ بندی کی ناکامی تھی تو میرا مقصد ہرگز نہیں کہ میں پچھلی حکومت پر تنقید کر کے شاید کوئی اپنے aspects بچانا چاہتا ہوں' نہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج اگر بجلی 4000 MW نہیں ہے تو اس بجلی کے لیے ضروری تھا کہ آج سے تین سال پہلے کوئی power house لگتا' کوئی ذریعہ بنتا جو آج ہمیں 4000 MW بجلی مہیا کرتا۔ اب ہمارے علم میں ہے۔

مجھے پتا ہے کہ ہمارے پاس 4000 MW نہیں ہے تو آج میں یہ کوشش کروں گا کہ تین سال کے بعد آپ کو اس کی کمی نہیں ہو گی۔ میں یہ سوچ کر منصوبہ بندی کروں گا کہ پانچ سال کے بعد ہماری ضرورت کیا ہو گی' چھ سال کے بعد ہماری ضرورت کیا ہوگی۔ ایسا کرنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہتر منصوبہ بندی ہو گی۔ اگر اتنی مدت کے بعد بجلی نہیں ہو گی تو یقیناً اس کا ذمہ دار میں اور میری حکومت ہو گی ۔ جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا کہ پہلے منصوبہ بندی غلط ہوئی جس کی وجہ سے آج بجلی کا سسٹم موجود نہیں۔

دوسرا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ہم hydro power generation' جو ہم پانی سے بجلی پیدا کرتے ہیں' جس کو ہم منگلا ڈیم' تربیلا ڈیم اور چھوٹے dams میں جمع کرتے ہیں' ان میں پانی کا نہ آنا ۔ میں آپ کو figures دینا چاہ رہا ہوں جو ہمارے dams کی کل کی position تھی۔ جناب! کل سات مئی 2008 کو تربیلا ڈیم میں 54300 Cusec inflow تھا۔ 2007 میں اسی دن یہ inflow one lac three thousand Cusec تھا تو جناب! کل اور آج ہمارے پاس جو 2007 کی position تھی اس سے آدھا پانی موجود ہے۔ اس طرح جب ڈیم لیول کی بات کرتا ہوں' اگر وہ 2007 میں 1444.4 ft تھا تو آج وہ 1369 ft ہے۔ اس میں اتنا فرق ہے۔اس کی 2007 میں storage 1.841 million acre feet تھی اور آج nill ہے۔ میں یہ صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ ہمیں ground reality سے واقف ہوتے ہوئے' حالات کو سامنے رکھتے ہوئےساری planning کرنی ہے۔

جناب والا! اب میں منگلا کی طرف آتا ہوں 7 مئی 2007 کو 52800 Cusec inflow تھا اور کل 46300 تھا' منگلا کی position slightly improve ہو رہی ہے کیوں کہ پہاڑوں پر برف پگھل رہی ہے اور inflow دن بدن بڑھ رہا ہے may be at slow rate but we are getting that. تو 2007 3.299 million acre feet میں اس کا storage تھا آج صرف 0.47 ہے۔

جناب! اس سے یہ ہوا کہ ہماری hydel power generation نصف سے بھی کم ہو گئی' اس میں تقریباً اڑھائی ہزار میگاواٹ کا shortfall ہے۔ یہاں پر جناب والا! میں اپنے تمام فاضل ممبران سے اتفاق کرتا ہوں اور ان کا مشکور بھی ہوں اور ممنون بھی ہوں کہ انہوں نے

ہماری توجہ اس طرف دلائی۔ اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ جناب! اس کے لیے ہمیں war footing پر کام کرنا ہو گا۔ ہمیں hydel power, dams, run of the river, thermal production, coal exploration and integrated projects کے لیے منصوبہ بندی کرنی ہو گی۔ یہ بھی کہ ہم coal کی mining بھی کریں اور وہیں پر ہم power houses لگائیں۔ اس کے لیے ہم تھر کول پراجیکٹ کو لے رہے ہیں but all these projects are of long term. They will give us electricity after 3, 4 or 5 years but we need it today.

اس کے لیے short term ہے۔ Short term کے لیے rental ہیں۔ Rental زیادہ تر thermal projects ہیں۔ اس کے لیے ہم نے ہمیشہ private sector کو encourage کیا کہ آپ آ کر investment کریں کیوں کہ ہمیں مالی constraints بھی ہیں۔ ہمارے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں' اس لیے ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے کہ ہم خود ساری investment کریں۔ So private entrepreneurs from all over the world through international bidding ہم نے ان کو کہا کہ آپ آئیں اور اس sector میں invest کریں۔ یہ projects pipelines میں ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ چھ اور سات ماہ کے درمیان وہ rentals ہمیں بجلی دینا شروع کریں گے گو وہ مہنگی ہو گی لیکن ان سے contract یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہم آپ کو تین سال کے لیے لیں گے یا maximum چار سال کے لیے' اس کے بعد ہم ان سے بجلی نہیں لیں گے' ہم اپنے power houses سے بجلی generate کریں گے اور ان سے ہمارا contract ختم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین! یہاں پر جوش خطابت میں معزز ممبران نے تنقید بھی کی۔ مجھے کہتے ہیں کہ آپ نے پیچھے مڑ کر ایک مہینہ بھی نہیں دیکھنا لیکن خود وہ 12 سال پیچھے چلے گئے۔ وہ 1994 میں چلے گئے۔ 1994 میں پاکستان پیپلز پارٹی تھی' جناب چیئرمین! اگر آپ کو یاد ہو تو اس وقت بھی یہی حالات تھے کہ ملک میں بجلی نہیں تھی۔ میں اس طرف کے اپنے دوستوں کو appreciate کرتا ہوں جنہوں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ مہنگی بجلی خریدنے کے لیے کسی کو فائدہ دینے کے لیے IPPs کے ٹھیکے دیئے گئے۔

جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا اور پورے ایوان کے علم میں ہے کہ اتنی mud

slinging ہوئی' اتنا پروپیگنڈا ہوا ' اتنی کردار کشی ہوئی ' اس ساری پالیسی پر اتنا کیچڑ اچھالا گیا کہ حقیقت دب کر رہ گی جو بڑی افسوسناک بات ہے۔ ہم بات تو کرتے ہیں کہ آؤ! یہ قومی مسئلہ ہے اس کو قومی جذبے کے ساتھ دیکھیں لیکن پھر جب ہم point scoring کرنے پر آتے ہیں ' میں کہتا ہوں point scoring بھی ضرور ہونی چاہیے لیکن not at the cost of national project, not at the cost of national interest. جناب چیئرمین ! پندرہ IPPs آئے۔ میں ایوان کی خدمت میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں' یہ ہے 1994 کی power policy, اس وقت بھی مشکلات تھیں ' مالی مشکلات تھیں اور بیرون ملک سے investors کو invite کرنا تھا اور یہ واحد سیکٹر تھا اور اس وقت کی visionary حکومت نے یہ دیکھا اور ان کو یہ احساس ہوا کہ آنے والے وقتوں میں سب سے بڑا crisis آنے والا ہے اور وہ power crisis ہوگا۔ تو پھر جب IPPs آئے تو پندرہ پراجیکٹس لگے اور تین بلین ڈالر کی investment بھی پاکستان میں آئی۔ حکومت پاکستان کو ایک پیسہ خرچ نہیں کرنا پڑا۔ لوگ آئے اور وہ تین بلین ڈالر بھی لائے ' انہوں نے پندرہ پراجیکٹ لگائے جن سے آج 5500MW بجلی نیشنل گرڈ کو مل رہی ہے۔

جناب چیئرمین! غور فرمائیے۔ یہ بات قوم کے علم میں آنی چاہیے کہ اس وقت اگر 5500MW کا بندوبست نہ ہوتا اور اگر آج اس سسٹم میں 5500MW بجلی نہ ہوتی تو ہمارا کیا حشر ہوتا۔ ہماری انڈسٹری کا کیا حشر ہوتا' کیا اس وقت ہم یہاں بیٹھ سکتے ؟ کیا آپ میری بات سن سکتے' کیا یہ سارا سسٹم collapse نہ ہوجاتا لیکن افسوس ' صد افسوس کہ ہم نے اس سسٹم کو ایک سیاسی رنگ دیتے ہوئے ' اپنے سیاسی مقابلے کو جیتنے کے لیے ' اپنے سیاسی مخالف کو زچ کرنے کے لیے' اپنے سیاسی مخالف پر کیچڑ اچھالنے کے لیے ہر وہ حربہ استعمال کیا جس سے وہ پالیسی رک گئی۔ اس کے بعد ایک میگاواٹ بجلی سسٹم میں نہیں آئی۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ غازی بروتھا پراجیکٹ بھی اسی حکومت کا کارنامہ تھا۔ وہ بھی وہی حکومت لے کر آئی تھی جس سے 1450MW بجلی ملتی۔ اگر میں اس کو بھی جمع کردوں تو یہ 7000MW بجلی بنتی ہے یعنی 9000MW میں سے 7000MW تو وہ پراجیکٹ لائے جن کی خاطر ہم بدنام ہوئے' جس کی خاطر ہمیں مجرم ٹھہرایا گیا' جس کی خاطر ہم پابند سلاسل ہوئے ' جس کی

خاطر ہم جلاوطن ہوئے۔ یہ وہ سب باتیں ہیں جو میں ایوان میں اس طرف بیٹھے ہوئے اپنے معزز ممبران سے اور اس طرف کے ممبران سے کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے جب ہم کسی کو ٹارگٹ کرتے ہیں، جب ہم سیاست کی بات کرتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ وہ دشنام بازی اور just مخالفت برائے مخالفت نہیں بلکہ قومی جذبے سے کرنی چاہیے، وہ سجتی بھی ہے، وہ پھر جمہوریت کی خوبصورتی بھی ہے اس سے ملک کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور آئندہ آنے والے اندھیرے ہمارا راستہ نہیں روکتے۔ یہ تو میں ایک سیکٹر کی بات کر رہا ہوں ایسے بے شمار ہیں۔ سب سے پہلے میں یہ بات اپنے اوپر طاری کرتا ہوں let me being an example میں کہتا ہوں کہ میں اپنا رویہ بدلنا چاہتا ہوں۔ میں کسی پر کیچڑ اچھال کر اپنے آپ کو یہ نہیں کہتا کہ میں بہت اچھا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے میرا مخالف بہتر ہے۔ میں اس سے توقع کرتا ہوں کہ اس مشکل گھڑی میں جو ملک میں ایک مشکل وقت ہے وہ آئیں اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں، آئیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور بتائیں۔ یہاں ہارون صاحب نے بہت خوبصورت بات کی ہے۔ میں ایوان میں ان کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بہت اچھی تجاویز بھی دیں۔ ٹھیک ہے! سیاسی مخالفت اپنی جگہ ہے لیکن اگر ایک شخص درد سے کوئی بات ملک کی خاطر کرتا ہے تو اس کو ایک دفعہ نہیں میں ایک لاکھ دفعہ appreciate کروں گا۔ اسی طرح جو دوسرے فاضل ممبران نے بات کی ہے میں ان کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان سے میں یہ گزارش بھی کرتا ہوں کہ اپنا جو بھی قیمتی مشورہ آپ مجھے دیں گے وہ ملک و قوم کی خاطر ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم religiously اس پر کام بھی کریں گے، اس کو دیکھیں گے اور آپ کا شکریہ بھی ادا کریں گے۔

جناب چیئرمین! اب آگے کیسے بڑھنا ہے؟ میں نے چونکہ floor of the House پر کہہ دیا ہے کہ میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ جب ہم نے آگے بڑھنا ہے تو اسے ایک قومی مسئلہ سمجھنا ہے اور یہ ہے بھی قومی مسئلہ، ہمارے پاس بجلی نہیں ہے، آنے والا وقت تھوڑا مشکل آ رہا ہے peak season میں بجلی کی ڈیمانڈ بڑھ جاتی ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہاں واپڈا کو defend کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔ گو کہ میں Minister for Water and Power ہوں لیکن میں floor of the House پر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم چاہیں گے کہ واپڈا اس

ملک کے عوام کی خدمت کے لیے بنایا گیا ہے ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اگر اس میں کچھ کالی بھیڑیں ہیں، اگر موجود لوگ جو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لیے اس محکمے کو بدنام بھی کر رہے ہیں اور سب سے بڑی بات ہے کہ پاکستانی عوام کا حق مار رہے ہیں، ان تک جو خدمات پہنچائی جانی تھیں وہ نہیں پہنچ رہی ہیں تو میں floor of the House پر کہتا ہوں کہ ایسے کسی شخص کو جب تک میں وزیر ہوں، میں واپڈا کے محکمے میں نہیں چھوڑوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کو نکال باہر پھینکوں گا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

ہم پاکستانی عوام کے سامنے جوابدہ ہیں، ہم اس معزز ایوان کے سامنے جوابدہ ہیں۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میں بڑی سرعت کے ساتھ، بڑی تیزی کے ساتھ سارے معاملات کو دیکھ رہا ہوں۔ اتنا وقت تو چاہیے کہ میں سارے معاملات کو دیکھ سکوں، سمجھ سکوں۔ یہ ایک بہت بڑی وزارت ہے، اس میں بہت سی complications ہیں اور اس وقت کیونکہ یہ public utility کی بات ہے تو بہت سارے pressures بھی ہیں۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے، سمجھتے ہوئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ محکمے کی طرف سے جیسے کہا گیا ہے کہ ٹرانسفارمر چوری کرتے ہیں، بجلی کی چوری ہوتی ہے، بجلی میں ڈاکہ ہوتا ہے اور وہ اپنے گھروں میں بجلی استعمال کرتے ہیں، لوگوں سے favourtism کرتے ہیں، میٹر پیچھے کرتے ہیں تو جناب چیئرمین! میری یہ کوشش اور خواہش ہوگی اور میں بڑے اعتماد سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ وقت کے بعد اگر میں اس کو ختم نہ کرسکا تو کم از کم میں اس کو بہت حد تک کم ضرور کردوں گا اور کوشش ہوگی کہ ختم کر کے ہی دم لوں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر بات ہوئی کہ ہمارے پاس کیا پروگرام ہے؟ یا یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ ہمارے پاس تو کوئی پروگرام ہی نہیں ہے۔ ہم صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سارا کچھ کیا کرایا پچھلی حکومت کا ہے۔ میں کہتا ہوں ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیے لیکن جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے اس طرف بھی گزارش کروں گا کہ جب وہ کھڑے ہوں، جب وہ اس crisis پر بات کرنی شروع کریں تو کم از کم یہ نہ بھولیں کہ ان کو گئے ہوئے چند ہفتے ہوئے ہیں یہ سب کچھ ان کے کنٹرول میں تھا، یہ سب کچھ ان کو کرنا تھا اور یہ سب کچھ وہ

کرسکتے تھے۔ اگر نہیں ہوا، اگر نو سال میں نہیں ہوا تو آپ تیس دن میں مجھ سے توقع کرتے ہیں۔ میں آپ کو بڑی عزت و انکساری کے ساتھ کہوں گا کہ تیس دن میں تو میں شاید نہ کرسکوں لیکن تین سال میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم کرکے دکھائیں گے اور پاکستان میں لوڈشیڈنگ نہیں ہو گی۔

جناب! اب وہ ہم کیسے کریں گے۔ وزیراعظم پاکستان نے اپنی opening speech on the floor of the House میں کہا تھا کہ ہم 2200MW generate کریں گے۔ اس کے لیے ہم نے ایک پورا شیڈول بنایا ہے اور اس میں ہائیڈرو بھی ہے، اس میں وہ پراجیکٹس بھی ہیں جن کی capacity ختم ہوگئی تھی جیسا کہ ہارون صاحب نے فرمایا floor of the House پر، جو existing system تھا اور اس کی جو capacity تھی ہم اس کو enhance کر رہے ہیں اور اس میں کوئی 50% ہم کرچکے ہیں۔ جہاں پرزے چاہییں تھے، جہاں transformers چاہییں تھے، جہاں بیرونی ملک سے کوئی چیزیں چاہییں تھیں، وہ ہم war footing پر لاکر اپنے اس سسٹم سے جو ہمارے پاس ہے، بجلی حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں، نمبر 1۔

نمبر 2، جناب چیئرمین! کہ rentals کی بات ہوئی تو سات سے آٹھ مہینے میں وہ projects جو اس وقت ہم line up کر چکے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمیں بجلی دیں گے۔ کچھ ایسے projects جو التوا میں پڑے تھے، جن کی طرف ہارون صاحب نے اشارہ کیا، سسٹم میں تو تھے لیکن کوئی decision نہیں ہورہا تھا۔ کیا وجوہات تھیں مجھے نہیں پتا۔ ہم نے ان پر decision لے لیا ہے۔ ہم نے ان کو کہا ہے کہ اس کے لیے ایک strict, transparent policy اور ایک system اپنایا جائے کہ اس channel کے ذریعے جائے اور automatically اس کا کام ہوجائے۔

ہم نے Private Power Infrastructure Board کو یہ اختیار بھی دیا کہ وہ private sector کو زیادہ سے زیادہ ترجیح دے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں جناب چیئرمین! جب پبلک سیکٹر میں ہم generation شروع کردیتے ہیں، project لانے شروع کردیتے ہیں تو پھر PEPCO ہو یا WAPDA ہو سارا system متاثر ہوجاتا ہے۔ ان کا کام ہے کہ وہ اپنا باقی سارا نظام درست رکھیں، اپنا control صحیح رکھیں، اپنی delivery ٹھیک رکھیں، اپنی

metering ٹھیک رکھیں ' اپنے line losses control رکھیں ' administration کو ٹھیک رکھیں' چوری کو روکیں۔

میں یہاں floor of the House پر بتانا چاہتا ہوں کہ چوری ہے' خواہ اس کو line losses کہیں یا کچھ کہیں' میں اپنے ممبران کو فرداً فرداً تو جواب نہیں دینا چاہوں گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری کچھ distribution companies ایسی ہیں کہ جہاں پر alarming situation ہے۔ آپ 22% کی بات کر رہے ہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ 33% سے زیادہ losses ہوتے ہیں' اس پر بھی مجھے doubt ہے کہ پتا نہیں وہ figures صحیح دی جارہی ہیں یا کہیں اس سے بھی زیادہ نہ ہوں۔ HESCO کو دیکھیں' کراچی کو دیکھیں' میں پشاور کی بات کرتا ہوں' میں Tribal Areas, TESCO کی بات کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں TESCO, PESCO, FESCO یہ سب میں نے نہیں بنائے۔ جب میں آیا ہوں تو یہ موجود تھے لیکن ان کو بھی run کرنا ہے' ان کو ایک system دینا ہے۔ ان کو ایک leadership دینی ہے' ایک guideline دینی ہے' ان کو control کرنا ہے۔ یہ state apparatus ہے اور direct پاکستانی عوام کی زندگیوں پر اس کے اثرات ہیں۔

جناب چیئرمین! ایک per cent اگر loss کم کیا جائے تو چار ارب روپے کی بچت ہوتی ہے۔ آپ کو پتا ہے یہ کیا ہورہا ہے؟ ایک per cent سے چار ارب روپے۔ یہ آج نہیں ہورہا' جناب والا۔ تیس دنوں میں اگر کم نہیں ہوا تو بڑھا نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں ذرا حساب تو لگائیں' کاغذ پینسل اٹھائیں' دیکھیں یہ کتنے پیسے ہیں۔ یہ قوم کا پیسہ ہے' اس کے لیے ہم سب نے collectively ایک effort کرنی ہے۔ ٹھیک ہے یہ میری ذمہ داری ہے اور میں انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنی ذمہ داری سے نہیں بھاگوں گا۔ میں نے اسے ایک challenge سمجھ کر قبول کیا ہے اور میں چاہوں گا اور میں floor of the House پر بتاؤں گا کہ وہ تمام لوگ خواہ وہ کتنے بڑے عہدے پر ہی ہوں' ان کو بخشا نہیں جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی اگر ہم نے آنکھ نہ کھولی' اب بھی ہم قومی جذبے سے کھڑے نہ ہوئے' تو پھر ایسا نہ ہو خدانخواستہ کہ کوئی ناقابل تلافی نقصان ہوجائے۔

بلوچستان میں بھی line losses ہیں۔ اس کو ہم QESCO کہتے ہیں۔ پنجاب میں بھی

line losses ہیں۔ اسلام آباد میں بھی line losses ہیں' comparatively کم ہیں یہ میں ضرور کہوں گا۔ لیکن اگر تیس نہیں ہیں تو دس یہاں پر بھی ہیں' نو یہاں پر بھی ہیں' آٹھ یہاں پر بھی ہیں۔ اس کو ہم نے ایک challenge سمجھنا ہے کہ ہمارے ملک کی دولت اس طرح gutter میں بہہ کر جارہی ہو اور ہم کچھ بھی نہ کریں' ہم فکر بھی نہ کریں' ہم ایک دوسرے سے دست و گریباں رہیں۔ آپ مجھے کہیں کہ آپ نے بہت برا کیا' میں آپ کو کہوں کہ آپ نے بہت برا کیا اور یہ اربوں کھربوں روپے کہاں جارہے ہیں۔ یہ غریب ملک ہے۔ آپ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ غریب کتنی چوری کرتا ہوگا۔ دو بلب جلا لیتا ہے یا ایک پنکھا چلا لیتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس سے سارا نظام تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ وہ بھی ایک بہت بری بات ہے۔ جو بڑے مگرمچھ ہیں میں نے ان کے لیے system بنانا شروع کردیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان کو بھی پیغام دینا چاہ رہا ہوں' جناب چیئرمین! کہ اب ایسے نہیں ہوگا۔ اب اگر ایسے ہوگا تو then heads will roll, پھر ہم ایسے کسی کو احتساب کے بغیر نہیں جانے دیں گے۔ کوئی کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو' ہم نے کچھ strategic departments کو exemptions دی ہیں لیکن اس کے علاوہ بڑا department خواہ کوئی بھی ہو' اگر وہ بجلی کے بل ہی نہیں ادا کرتا تو میں آپ کو کیا بتاؤں۔ کوئی 170 بلین' یہ ایسی ایسی figures ہیں کہ آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ ایک طرف غربت کی یہ position ہے کہ پینے کا پانی ہمارے پاس نہیں' بجلی کا بلب روشن کرنے کے لیے ہمارے پاس نہیں' نوکری ہمارے پاس نہیں اور ایک طرف ہم نے اتنے اتنے بڑے hole بنائے ہوئے ہیں۔ Economy میں اتنے بڑے بڑے black hole ہیں کہ ہر چیز وہاں جا کر غائب ہوجاتی ہے' اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ یہ وفاق پاکستان کا نمائندہ House ہے' میں آپ کا ایک خدمت گزار ہوتے ہوئے' آپ کی نوکری میں رہتے ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ ان سارے معاملات کو بہتر کرنا چاہتا ہوں' ان برائیوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کو ایک ideal organization بنانا چاہتا ہوں۔

ایک فاضل ممبر نے کہا کہ واپڈا سفید ہاتھی ہے۔ جناب والا! میں اس کو defend کرنے نہیں جارہا لیکن WAPDA as a system ایک بہت اچھی organization تھی پاکستان میں جب یہ قائم ہوئی یہاں تک کہ ہمارے پڑوس کے لوگ envy کرتے تھے کہ ان کے پاس

واپڈا کیوں نہیں۔ اب تو بڑے بڑے ملکوں نے واپڈا طرز کے ادارے بنائے ہیں' آسٹریلیا نے بنالیا ہے اور دوسروں نے اور شاید یہ بھی ایک حقیقت ہے جناب چیئرمین! کہ ہمارا پڑوسی جو ایک بہت بڑا ملک ہے' اس کے پاس کوئی national grid نہیں ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی transmission line نہیں ہے کہ اگر وہ بجلی کراچی میں دے تو وہ پشاور میں بھی موجود ہو' نہیں۔ ان کا ایک state سے دوسری state تک system ہے اور وہ نہیں دے سکتے۔ یہ facility صرف ہمارے پاس ہے جس کے لیے میں ضرور credit دوں گا۔ اگر ہم کراچی میں بجلی پیدا کرتے ہیں' بحری جہاز کوئی barge لے کر آتے ہیں' فوری طور پر وہاں پر اگر ہم line دیتے ہیں تو پھر آپ یہاں لنڈی کوتل میں بھی بجلی لے سکتے ہیں۔ یہ ایک اچھا سسٹم ہے لیکن وقت کے ساتھ اس میں جو گڑ بڑ ہوئی ہے' جو اس میں تبدیلیاں لانی ضروری ہیں' جس وجہ سے اس کے حالات خراب ہوئے ہیں' تشخیص ہورہی ہے' کافی حد تک کرلی ہے' علاج بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کریں گے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نیت یہی ہے کہ بہتری آئے۔ نیت یہ نہیں ہے کہ points score کرکے floor سے چلے جائیں۔ آپ نے کہا کہ سب سے برابری کا سلوک ہونا چاہیے' ایک فاضل ممبر نے کہا کہ وزیر کے گھر' اس سے میں اپنی کوئی تشہیر نہیں چاہتا' لیکن جناب چیئرمین! میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرا گھر گاؤں میں بھی ہے اور یہاں اسلام آباد میں بھی ہے جتنی لوڈشیڈنگ اس وقت کہیں اور ہورہی ہوتی ہے' اتنی ہی لوڈ شیڈنگ میرے گھر میں ہوتی ہے۔ مجھے یہ کہہ کر بھی اپنی کوئی تشہیر نہیں کرنی کہ وہ کہتے ہیں کہ منسٹر کے گھر میں لوڈ شیڈنگ نہ ہو' میں نے کہا کہ ایسے نہیں ہوگا۔ جتنی لوڈ شیڈنگ دوسری جگہوں پر ہوگی' اتنی ہی میرے گھر میں بھی ہوگی۔ الحمد للہ' آپ سے پانچ منٹ زیادہ نہیں ہوتی تو کم بھی نہیں ہوتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو ہم قائم دائم رکھیں گے اور سوچیں گے کہ load management کے لیے ہمیں اب کیا کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں عرض کرتا چلوں بچت کے بارے میں' جب بجلی کا ایک یونٹ ہم بچاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے 1.2 generate کرتے ہیں۔ ایک یونٹ' جناب! بہترین بجلی وہ ہے جو ہم بچت سے پیدا کرتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑا سا اپنا لائف سٹائل change

کریں as a nation ایک challenge ہے اور میں کہتا ہوں صرف تین مہینے کرنا ہے 30th August تک۔ ہمارے reservoirs میں پانی کا لیول 15 اگست تک مکمل اور ٹھیک ہوجائے گا۔ دو ڈھائی ہزار میگاواٹ ہمیں وہاں سے ملنی شروع ہوجائیں گے۔ اگست peak ہوتا ہے' ستمبر میں بجلی کی مانگ بھی کم ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ لہذا یہ تین مہینے ہیں' مئی' جون' جولائی اور اگست۔ مئی تو گزر گیا' تو ان تین مہینوں میں تھوڑا سا اپنے آپ کو adjust کرنا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط بات ہے کہ کسی ایک جگہ پر تو اٹھارہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جائے اور جتنے mega watt بجلی موجود ہے وہ برابری کی سطح پر تمام grids میں چلی جائے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ دیہات اور شہر کا فرق ہے تو میں بڑے شہر یا اسلام آباد جہاں پر کوئی strategic بات ہو اس کی میں بات نہیں کروں گا' لیکن جو عام مسئلہ ہے اس میں گرڈ ایک ہی ہوتا ہے' ایسا نہیں ہوتا کہ ہم گاؤں والی کاٹ دیں اور شہر کی نہ کاٹیں۔ ان سب سے برابری کا سلوک ہوتا ہے۔ جناب والا! اس کے لئے پہلے بھی میں نے گزارش کی تھی کہ energy savers گورنمنٹ منگوا رہی ہے۔ انشاء اللہ وہ آ جائیں گے۔ Energy savers بچت کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ 100 watt کا ہم جو بلب روشن کرتے ہیں اس کی جگہ پر 25 watt کا energy saver لگانے سے تین چوتھائی بجلی کی بچت ہو سکتی ہے۔ 25 watt کا energy saver 100 watt bulb کی طرح light بھی دیتا ہے' اس سے قومی بچت بھی ہوتی ہے بلکہ ہر individual جو اس کو استعمال کرتا ہے اس کو بل بھی کم آتا ہے۔ اس کے لئے ہم نے campaign بھی شروع کر دی ہے۔ ابھی recently Islamabad میں ایک walk کا اہتمام بھی کیا گیا تھا' جس میں civil society and students نے بہت اچھا respond کیا۔ اس programme کو پورے ملک میں لے کر جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ سے بھی اور آپ کی وساطت سے تمام فاضل ممبران سے بھی میری گزارش ہو گی کہ یہ بھی رہنماء ہیں' ان کی بات لوگ سمجھتے ہیں' قوم کو یہ بھی تلقین کریں کہ وہ energy savers کا بندوبست کریں۔ اس کے علاوہ ہم نے یہ کیا ہے کہ جو street lights میں ایک pole کو روشن کرتے ہیں اور ایک کو بند کرتے ہیں alternate چلاتے ہیں اس سے 50% بجلی کی بچت ہوتی ہے۔ جتنے neon signs ہیں' جتنے hoardings

ہیں، ہم نے ان کی بجلی کاٹ دی ہے۔ ہمارے پاس بجلی نہیں ہے۔ اب اگر کہیں پر آپ کو neon sign lit نظر آتا ہے تو وہ یقیناً ان کا اپنا generator ہو گا۔ اس کے علاوہ شادی گھر ہیں ان سے بھی ہم نے کہا ہے کہ ہم آپ کو lighting کے لئے بجلی نہیں دے سکتے۔ بلکہ schools میں ہم نے کہا ہے کہ جو بچے اپنا بل کم کر کے لائیں گے ہم ان کے لئے scholarship announce کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ society میں ایک رجحان آئے، ہم معاشرے کو بچت کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ اس House کے تمام ممبران اس سلسلے میں مزید راہنمائی فرمائیں تا کہ اس پر ہم عمل کریں۔

جناب چیئرمین! بہت ساری باتیں ہوئی ہیں شاید میں سب کو respond نہ کر سکوں لیکن ایک جو معاملہ چلا میرے خیال میں نعیم حسین چٹھہ صاحب کی طرف سے آیا اور پھر اس پر بحث ہوئی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں کوئی controversial بات کروں۔ یہ House وفاق پاکستان کا ایک مظہر ہے۔ اس کا ایک نمونہ ہے اور یہ بات اصل ہے۔ میں یہاں پر کھڑے ہو کر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان چار اکائیوں کا مجموعہ ہے، پاکستان اس وقت بنتا ہے جب سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب اکٹھے ہوں، یقیناً اس میں شمالی علاقہ جات بھی ہیں۔ جب یہ اکٹھے ہوتے ہیں تو اس کو پاکستان کہتے ہیں، پھر وہ وفاق بنتا ہے۔ اکائیوں کی محبت، اکائیوں کی ہم آہنگی یہ سب چیزیں پاکستان بناتی ہیں۔ کسی قسم کی نفرت، کسی قسم کی controversy, کسی قسم کا ایسا معاملہ جس میں agrument win کرنا ہو، point scoring ہو، وہ وفاق پاکستان کے لئے تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔ میں ایک وفاقی جماعت کا کارکن ہوں۔ میں ایک سیاسی کارکن ہوں۔ میں بھی بیس بائیس سال ہر سطح پر کام کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وفاق پاکستان ہم سب کی زندگی ہے۔ وفاق پاکستان سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ آپ نے dams کی بات کی ہے، تو ادھر میں آپ کو ثابت کر سکتا ہوں کہ ہمارے پاس ایسی sites موجود ہیں جو controversial dams سے زیادہ اہم ہیں، اس سے زیادہ storage کر سکتے ہیں، اس سے زیادہ بجلی پیدا کر سکتے ہیں اور ان کو ہم جلدی مکمل بھی کر سکتے ہیں اور وفاق پاکستان کا جو اتحاد ہے اس کی قوت کے ساتھ ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

انشاء اللہ تعالیٰ میری جماعت اس بات کا برملا اظہار کرتی ہے کہ ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو وفاق پاکستان کے لئے تکلیف دہ ہو' ہم کوئی ایسا ڈیم نہیں بنائیں گے جو پاکستان کے وفاق میں دراڑیں ڈال سکے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

اس لئے کہ ہمارے پاس دوسرے ذرائع موجود ہیں۔ آج میں پورے دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے آ کر کوئی بھی بحث کر لے تو میں اس کو ثابت کروں گا کہ ہم اور dams بنا سکتے ہیں جو controversial نہیں ہیں۔ ہم run of the river پر بجلی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم آبپاشی کا بہتر نظام وضع کر سکتے ہیں۔ ابھی House میں بات ہو رہی تھی کہ اب تو ہمیں دنیا کے ساتھ we have to keep pace with the moving world. ابھی ہم نے آگے بڑھنا ہے۔ اب وہ flood irrigation والی عیاشی کہ ایک زمیندار اپنے کھالے میں جا کر نکہ کر کے بیٹھ گیا' گھر جا کر سو گیا ہے کہ آدھی ایکڑ زمین سیراب ہو گی' دوسرے دن پتا لگا کہ کئی million gallon پانی ایک کھیت میں چلا گیا۔ آپ کو اب zero levelling کی طرف جانا پڑے گا۔ آپ کو اب sprinkles کی طرف جانا پڑے گا۔ اب تو آپ کو نہروں کی lining کی طرف جانا پڑے گا' کھالوں کی lining کی طرف جانا پڑے گا' جو seepage ہوتی ہے اس کو روکنا پڑے گا' جو evaporation ہوتی ہے اس کو روکنا پڑے گا۔ پانی کی ایک ایک بوند کو بچانا پڑے گا۔ یہ پانی life line تو ہے ہی لیکن آئندہ آنے والے وقتوں میں پانی کہاں ملے گا۔ پانی تو اب بوتلوں میں بک رہا ہے وہ oil سے کوئی زیادہ سستا نہیں یا زیادہ مہنگا بھی نہیں تقریباً برابر ہی ہو جائے گا۔ تو میں یہ عرض کرنے جا رہا تھا کہ ہمیں جب آگے بڑھنا ہے تو پھر ہمیں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا ہے' جو بھی controversies ہیں ان کو ختم کرنا ہے۔ آئیں! ایک نئی صبح کا آغاز کریں۔

جناب چیئرمین! جس طرح آج میں یہ وعدہ کر کے جا رہا ہوں کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنی وزارت کے اندر' واپڈا کے اندر کسی بھی اہلکار کو کسی system کو عوام دشمن نہیں رہنے دوں گا۔ میں یہاں پر ان کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں جیسا کہ ایک فاضل دوست نے کہا کہ میں یہ عہد کروں' میں عہد کرتا ہوں کہ میری نیت یہ ہے' جو میرے بس میں ہے' I would go to my elastic limits and I am ready to go. I need your guidance, I

need your help, I need that all of us should have an attitude to move forward لیکن جناب چیئرمین! میں اس وقت یہ بھی گزارش کروں گا کہ آئیں! پھر ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ پاکستان کے لئے، پاکستان کے عوام کے لئے ہم سیاست ضرور کریں، ہم point score ضرور کریں، میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن جناب! پھر یہ بھی تو سوچنا چاہیے، مجھے تو وزارت سنبھالے ہوئے صرف تیس دن ہوئے ہیں اور اگر کسی طرف سے یہ کہا جائے اس وقت وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں، ویسے بھی میرے لئے وہ بہت ہی قابل احترام ہیں۔ اس House کے Leader of the Opposition ہیں کہ انہوں نے ایک گھنٹہ مجھ پر فائرنگ کی۔ ہر قسم کا الزام انہوں نے مجھے دیا۔ ایسے پتا چلتا تھا کہ 1947ء سے لے کر جو کچھ بجلی اور توانائی کے بارے میں کمی بیشی ہوئی ہے اس کا ذمہ دار میں ہوں اور انہوں نے مجھے ایک مشورہ بھی نہیں دیا۔ جناب چیئرمین! یہ تو میرا حق تھا کہ میں کہوں کہ اگر انہوں نے اتنا کیچڑ اچھالا، ہر برائی کا ذمہ دار مجھے ٹھہرایا تو جاتے ہوئے ایک مشورہ تو دے جاتے۔ اب اس کا جواب یہ تو نہیں ہے کہ میں ان پر attack کرنا شروع کروں، میں نے ان کو گلہ بھی کیا تو وہ بھی آپ کی وساطت سے بڑی جھجک کے ساتھ وہ بھی شاید اس لئے کہ وہ یہاں پر موجود نہیں، اگر ہوتے تو میں ان کی دل آزاری بھی نہ کرتا۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں یہی کہوں گا کہ یہ demand and supply کا مسئلہ ہے۔ اس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ war footing پر لے رہے ہیں۔ گزشتہ روز ہماری کابینہ کی میٹنگ ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ ہم ایک علیحدہ کابینہ کی میٹنگ بلائیں گے جس میں ہم experts کو invite کریں گے۔ آپ کی طرف سے، یہاں opposition کی طرف سے اگر کوئی بھی ہے تو ہم اس discussion میں اس کو شامل کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک marathon session کریں اور ہم ایسے novel ideas ڈھونڈیں جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا جس سے ہم اس load management کو بہتر کر سکیں۔ ہم بجلی کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ ہم عوام کے دکھ اور درد کو کم کر سکیں اور آئندہ آنے والے وقت میں کوئی اِس طرف یا اُس طرف کھڑا ہو کر یہ نہ کہہ سکے کہ 2008ء میں آپ نے یہ نہیں کیا، 2009ء میں آپ نے نہیں کیا۔ آج صرف اس کی مصیبت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس سارے معاملے کا ادراک رکھتے ہیں،

ہمیں سمجھ ہے، ہم تشخیص کر چکے ہیں، ہم اب آگے بڑھنا چاہتے ہیں، لیکن خدارا! میں دونوں اطراف سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اتنا وقت تو ضرور دے دیں کہ جو بجلی پیدا ہونے میں لگنا ہے، یا پھر مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا دیجیے کہ یہ طریقہ تم کرو تو اس سے بجلی آ جائے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں سارا کام کاج چھوڑ کر وہ طریقہ اختیار کرنے کے لئے تیار ہوں

آپ کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن جس وقت مخالفت برائے مخالفت کریں گے، کیچڑ اچھالنے کے لئے، مجھے under pressure کرنے کے لئے، میری حکومت کو under pressure کرنے کے لئے تو پھر یقیناً جناب چیئر مین! میں دکھ کے ساتھ کہتا ہوں، میں نہیں چاہوں گا لیکن پھر مجھے پیچھے مڑ کر دیکھنا ہوگا جو آپ نے خود کہا ہے کہ اچھی بات نہیں ہے۔ روایت ابھی یہ بنانی ہے کہ ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ میں اسی کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس فاضل ممبر کے پاس کوئی مشورہ ہوگا صدق دل سے میں اس پر عمل کروں گا پاکستان کے عوام کی بہتری کے لئے، اس بجلی کے بحران پر قابو پانے کے لئے۔ بہت شکریہ! جناب چیئر مین! بہت مہربانی۔

جناب چیئر مین: بہت سارے بولنے والے ہیں۔ میں کیا کروں۔ میری عرض سن لیں۔ ہمارے چند ساتھی ہیں ان کو سن لیتے ہیں۔ جی گلشن سعید صاحب۔

سینیٹر گلشن سعید: جناب چیئر مین! آپ ریکارڈ دیکھ لیں کہ پچھلے دو اڑھائی سال سے میری ایک تقریر بھی نہیں ہے۔ جب بھی میں تقریر کے لیے نام دیتی ہوں سب سے last پر ہوتا ہے سیشن ختم ہو جاتے ہیں اور نام نہیں پکارا جاتا۔ میں آج آخری دفعہ آپ سے التجا کر رہی ہوں کہ اب میں اپنا نام اوپر دیا کروں گی ۔ کل میں موجود نہیں تھی اس کا مجھے پتا نہیں تھا crisis کا پتا نہیں تھا۔

جناب والا! بات price hike پر چل رہی تھی۔ کل طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی بنا پر میں نے چھٹی کی تھی۔ آج آئی ہوں میں نے فوراً نام دیا۔ ابھی foreign affairs پر جو بحث ہونی ہے میں نے نام دے دیا ۔ مگر وہ اتنا نیچے جائے گا کہ بحث ختم ہو جائے گی۔ یہ میری last warning ہے اس کے بعد میں----

جناب چیئرمین: Last warning مجھے یا سارے ہاؤس کو دے رہی ہیں؟

سینیٹر گلشن سعید: میں اس کے بعد رضا صاحب کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں گی۔ میرا خیال ہے اتنے شریف آدمی ہیں کہ مجھے as a Senator قوم کے لئے اپنی خدمات اور کچھ بات کرنے کا موقع دیں گے۔ صرف میں بول سکتی ہوں وہ بھی کبھی کبھار زبردستی سے point of order پر۔ یہ جو رویہ ہے -----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سب آپ کو سننے کے منتظر ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر گلشن سعید: دیکھیں، چار discussions ہو چکی ہیں۔ ایک دفعہ مجھے بولنے کا موقع نہیں ملا۔ ----

جناب چیئرمین: اگر آپ موجود نہیں ہیں تو پھر آپ رابطہ رکھا کریں۔ آپ کا پوائنٹ میں نے نوٹ کر لیا ہے اور میں سمجھ گیا ہوں کہ issue کیا ہے۔ انشاء اللہ ازالہ ہو جائے گا۔

(مداخلت)

سینیٹر گلشن سعید: نہیں، اس کے بعد میں رضا ربانی صاحب سے بات کرکے اُدھر shift ہو جاؤں گی کیونکہ میں اپنا فریضہ as a Senator ضرور ادا کرنا چاہتی ہوں چاہے جو مرضی ہے کریں، یہ آخری مرتبہ آپ کو بتا رہی ہوں۔ بہت شکریہ۔

(مداخلت)

Senator Mian Raza Rabbani (Leader of the House): Mr. Chairman, may I have your permission?

Mr. Chairman: Yes Raza Sahib.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I welcome her on this side

of the benches but with your permission if the Minister may .....

Mr. Chairman: Yes, he had a meeting. Yes Mr. Badini.

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب! ایران سے بجلی کیوں نہیں بلوچستان میں لا رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: رضا صاحب ان کو convey کر دیں گے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: convey نہیں، مجھے خود جواب دیں۔ ابھی ان کا agreement بھی ہوا ہے۔ وہ کیوں نہیں لا رہے ہیں۔ صوبہ بلوچستان کو فارغ کرے، باقیوں کو چلائے۔ ایران سے اس کو گیارہ سو میگاواٹ مل رہی ہے----

جناب چیئرمین: یہ ان کو convey کر دیں گے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: یہ معاملہ convey تک پہنچا تو وہ چلا گیا۔

جناب چیئرمین: اور تو آپ کا نہیں ہے یا آپ کا نام لکھ لوں۔ گلشن سعید صاحبہ! آپ نے کچھ بولنا ہے؟

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پروفیسر محمد ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بہت ہی اہم موضوع ہے۔ محترم وزیر اگرچہ اس کو wind up کر چکے ہیں لیکن چند باتیں مختصر وقت میں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ اصل مسئلہ demand & supply کا ہے۔ اس بات سے میں انکار نہیں کرتا کہ یہ ایک مسئلہ ہے لیکن اصل مسئلہ امانت اور دیانت کا ہے۔ اصل مسئلہ عدل و انصاف کا ہے۔ اصل مسئلہ قانون کی حکمرانی کا ہے۔ اگر energy crises ہو اور یہ بہت وسیع موضوع ہے اور اس پر میرے دوست بول چکے ہیں۔ میں صرف برقی توانائی کا جو بحران ہے اس پر عرض کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر امانت و دیانت سے اس نظام کو چلایا جائے، عدل و انصاف سے چلایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ demand & supply کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ اللہ اس کو حل

کرے گا۔

جناب چیئرمین! میرے فاضل دوست جناب ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب نے بالکل درست فرمایا۔ وزیر محترم کہتے ہیں کہ واپڈا میں کالی بھیڑیں ہیں اور ان کو میں نکالوں گا اور واپڈا کو انہوں نے سفید ہاتھی تسلیم نہیں کیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ واپڈا سفید ہاتھی ہے۔ جتنے line losses اور چوری ہو رہی ہے اس میں اگر سو فیصد نہیں تو نوے فیصد بلاشبہ واپڈا کا ہاتھ ہے اور واپڈا کی طرف سے اگر اس چوری اور line losses کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جائے تو میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ عدل و انصاف نہیں ہے۔ یہ ۳۰ اپریل کے سوالات و جوابات ہیں۔ صاحبزادہ خالد جان صاحب کے سوال کے جواب میں محترم وزیر صاحب نے یہ بات کی تھی کہ صوبہ سرحد میں بجلی 17272 ملین کلوواٹ آور' اور ہماری اپنی consumption 11918MKWH' چھ ہزار ہم سے زائد ہے اور ان کے سوال کا اگلا حصہ تھا کہ average cost per unit کیا ہے ۔ 6.12 روپے انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ ہائیڈل پاور پر یہ چند پیسے ہیں جبکہ تھرمل پر زیادہ ہیں۔ اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے چوبیس پیسے فی یونٹ خرچ کو آپ تھرمل کے بارہ روپے کے ساتھ ملا لیتے ہیں اور average 6.12 نکال لیتے ہیں۔ مجھے تو بجلی چوبیس پیسے فی یونٹ ملنی چاہیے لیکن مجھ سے بھی 6.12 روپے وصول کیا جا رہا ہے۔ یہ کہاں کا عدل و انصاف ہے ۔ اصل مسئلہ عدل و انصاف کا مسئلہ ہے اس کو حل کرنے کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔

میں کامل آغا صاحب کی اس بات سے اتفاق کروں گا وزیر محترم نے جو بات IPP's کے متعلق کی ہے کہ ہزاروں میگاواٹ بجلی پیدا ہوئی ہے ۔ بلاشبہ پیدا ہوئی ہوگی۔ لیکن تھرمل کو ہائیڈل کے ساتھ ملا کر میرے ساتھ تو ظلم ہو رہا ہے۔ میرے ساتھ تو ناانصافی ہو رہی ہے۔ مجھے اس کے ساتھ کیوں ملایا جا رہا ہے۔ واپڈا کا نظام بہت اچھا ہوگا اور کراچی کی بجلی فوراً مالاکنڈ کو ملنے لگے گی لیکن مجھے کراچی سے بجلی کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو اپنے علاقے میں بجلی مل رہی ہے ۔ کراچی سے مجھے بجلی نہیں چاہیے۔ مجھے جو میرے علاقے میں بجلی پیدا ہو رہی ہے آپ اس پر مناسب منافع لگا کر اس قیمت پر آپ دیں تو میرے ساتھ انصاف ہو گا۔

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ انصاف نہیں ہے' بے انصافی ہو رہی ہے۔جناب چیئرمین! TESCO کی بات انہوں نے کہی ہے - Tribal Electricity Supply Corporation فاٹا میں ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ پیسے واپڈا کو نہیں جاتے ہوں گے ۔ لیکن میرے فاٹا کے عوام سے جو کچھ وصول ہو رہا ہے' وہ بجلی جو وہاں پر خرچ ہو رہی ہے اس سے زیادہ ان سے وصول ہو رہا ہے۔ وہاں شناختی کارڈ پر ان سے بجلی کے بل کی مد میں پیسے وصول کئے جا رہے ہیں۔ وہاں پر ڈومیسائل سرٹیفکیٹ پر' یہاں پر میرے واپڈا کے دوست موجود نہیں ہیں ' وہاں فاٹا میں الیکشن کے لئے آپ کاغذات داخل کرتے ہیں تو ہزاروں روپے اس کے ساتھ آپ کو بجلی کی مد میں دینے پڑتے ہیں۔ فاٹا کو آٹا ' دال ' چینی ' گھی اور جو کچھ جاتا ہے ان سب پر بجلی کے بل کی مد میں پیسے لئے جاتے ہیں اور اگر حساب لگایا جائے تو فاٹا کو جو بجلی سپلائی ہو رہی ہے اس سے زیادہ ان سے قیمت وصول ہو رہی ہے۔

فاٹا کے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا' فاٹا کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ اصل مسئلہ انصاف کا ہے۔

جناب چیئرمین! بجلی کی قیمت کے متعلق پوری دنیا میں قاعدہ اور اصول ہے کہ consumption بڑھتی ہے تو قیمت گھٹتی ہے۔ پاکستان واحد ملک ہے جہاں پر الٹی گنگا بہہ رہی ہے ۔ یہاں پر آپ consumption بڑھاتے ہیں تو آپ کی قیمت بھی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہ انصاف نہیں ہے اس کو انصاف پر لانے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! اس وقت اس ایوان کے اندر مکمل consensus ہے' حکومت اور اپوزیشن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے' یہ باتیں وہاں سے کہی گئی ہیں ۔ بابر اعوان صاحب نے جو باتیں اسلام آباد کے واپڈا کے بارے میں کہی ہیں کہ یہاں ایک سیکٹر میں line loss ہوتا ہے اور اس کی قیمت دوسرے سیکٹر سے وصول ہوتی ہے ۔ جناب والا! اگر آپ بجلی کی قیمت بڑھائیں گے تو چوری بڑھتی جائے گی ۔ آپ بجلی کی قیمت کم کریں میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ایک روپیہ فی یونٹ کر دیجیے آپ کی آمدن کئی گنا بڑھ جائے گی لیکن آپ جتنی قیمت بڑھاتے جائیں گے اتنی ہی چوری زیادہ ہو گی ۔

جناب چیئرمین! ہمیں پروفیسر خورشید احمد صاحب کے point of order پر بتایا گیا

کہ نیلم جہلم ڈیم کے لیے پچاس یونٹ سے زیادہ consumption پر دس پیسے فی یونٹ چارج ہونے لگا ہے ۔ نیلم جہلم کب بنے گا اور کن سے وصول کیا جاتا ہے اور وزیر محترم نے اس وقت یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ پچاس یونٹ غریب استعمال کرتا ہے اور اکاون یونٹ امیر استعمال کرتا ہے تو مہینے بھر میں کیا پچاس یونٹ پر غریب کا گزارہ ہو سکتا ہے ' یقیناً غریب کا بھی پچاس یونٹ سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور آپ اس سے بھی وصول کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں عرض کروں گا کہ اگر آپ اس قوم کو یہ اعتماد اور یقین دلائیں' بحران اعتماد کا ہے اور عدم یقین کا ہے اگر یہ اعتماد اور یقین دلائیں کہ آپ اس قوم سے جو پیسہ وصول کر رہے ہیں اس کو آپ صحیح جگہ پر خرچ کریں گے تو اس قوم کے امراء اور صاحب ثروت طبقے سے بھی آپ کو اربوں روپیہ مل سکتا ہے جس سے نیلم جہلم ڈیم تعمیر ہو سکتا ہے۔ اب خدا کے لیے ' یہ جو taxation کا نظام بنایا ہے central excise duty کے نام سے جو ہر غریب کی جیب پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اور مختلف سرچارجز کے نام پر غریب غرباء سے جو کچھ وصول کیا جاتا ہے اس کو ختم کر دیجیے' آپ اعتماد دلائیے اس قوم کو' یہ قوم آپ کو سرمایہ فراہم کر سکتی ہے۔ آپ کو شاید باہر سے قرضے لینے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی لیکن اس طریقے سے یہ بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔

جناب والا! وزیر محترم نے فرمایا کہ میرے اپنے گھر میں بھی لوڈ شیڈنگ نہیں ہوتی ہے۔ میں آخری بات عرض کرنا چاہوں گا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمت اللہ علیہ کی مثال ہے کہ وہ رات کو گھر تشریف لے آئے اور گھر کے اندر اندھیرا تھا ۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے شکایت کی کہ چراغ میں جلانے کے لیے تیل نہیں ہے۔ امیر المومنین نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ ذرا دیوار سے سر اٹھا کر جھانکیے دیگر گھروں کی کیا صورت حال ہے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا اور امیر المومنین کو جواب دیا کہ باقی گھر تو روشن ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ یہ گھر تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے اس لیے پورے مومنین کے گھر روشن ہیں۔ اگر یہ گھر روشن ہو جائے تو تمام گھر تاریک ہو جائیں گے ۔ اس وقت ہمارے ہیڈ کوارٹر خواہ فیڈرل ہیں یا صوبائی' روشن ہیں۔ وزیر اعظم صاحب' صدر صاحب کا گھر روشن ہے اور پورا ملک اور قوم تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ یہاں کی روشنی کو تھوڑا سا مدھم کر دیا جائے ' انشاء اللہ پورا ملک

روشن ہو جائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر کلثوم پروین۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! میں تقریر نہیں کروں گی میری صرف دو چار تجاویز ہیں جو میں پیش کروں گی۔ جناب والا! بلوچستان کے کچھ علاقوں خاران اور اوران کو بجلی دینے کے لیے کویت فنڈ آیا تھا مگر شاید کچھ ایسی پیچیدگیاں ہوگئیں کہ ہم ابھی تک وہ فنڈ استعمال نہیں کر سکے۔ اگر ان علاقوں میں وہ فنڈ استعمال میں لایا جائے تو میرا خیال ہے کہ اس علاقے کے کافی مسائل حل ہو جائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایران بالکل بلوچستان کے بارڈر کے ساتھ ہے اور ہمیں وہاں سے اپنے علاقے کے لیے اگر کچھ سستی نہیں تو مہنگی بجلی ضرور مل جائے گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ تاجکستان visit پر گئے تھے تو آپ کے علم میں ہوگا کہ آپ نے وہاں ایک meeting بھی کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے پاس بجلی excess ہے جو کہ براستہ افغانستان بڑی آسانی سے آپ لے سکتے ہیں۔ اگر ان آراء کو سامنے رکھا جائے تو شاید ہم دو چار سال کے لیے اپنے ہمسایہ ملک افغانستان کے ذریعے تاجکستان سے پاکستان کے لیے بجلی لے سکتے ہیں۔

میری چوتھی تجویز یہ ہے کہ wind کے ذریعے کیونکہ ہمارا علاقہ کافی اوپر ہے تو وہاں بھی ہم energy system لگا کر بجلی حاصل کر سکتے ہیں۔

میری یہ دو چار تجاویز تھیں جو کہ میں لیڈر آف دی ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتی تھی۔ اگر ان تجاویز پر عمل کیا جائے تو ہم بجلی کے بحران پر کچھ حد تک قابو پا سکیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب خان، موجود نہیں ہیں، عباس کمیلی صاحب۔

سینیٹر محمد عباس کمیلی: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے تقریر کا موقع عنایت فرمایا۔ میں بالخصوص power crisis پر کراچی کے حوالے سے بھی بولنا چاہوں گا جبکہ یہ بحران پورے ملک میں ہے۔ ابھی ایک یا ڈیڑھ ماہ قبل پورے کراچی کو پاور کے

لحاظ سے shut down کیا گیا' چند سرکاری اداروں کے bills ادا نہ کرنے کے باعث پورے کراچی کو سزا دی ۔ واپڈا اور KESC میں کوئی تنازعہ ہے 'اس تنازعے کی سزا پورے شہر کو دی گئی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ۔ میں لیڈر آف دی ہاؤس کے توسط سے وزیر موصوف سے یہ درخواست کروں گا کہ اس تنازعے کو جلد از جلد حل کریں۔ اگر ایکس بل ادا نہیں کرتا تو وائی کو اس کی سزا کیوں ملتی ہے' پورے ایک دن تک پورے شہر کی بجلی بند رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اب پھر ہمیں یہ نوید سنائی جا رہی ہے کہ fuel charges بڑھنے کے سبب fuel adjustment charges شاید پندرہ فیصد بڑھائے جائیں گے لیکن میں آپ کے توسط سے لیڈر آف دی ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور وہ اسے نوٹ کریں کہ غیر اعلانیہ طور پر ایک ماہ قبل hundred per cent fuel adjustment charges بڑھا دیے گئے ہیں۔ اٹھاون سے ایک روپیہ پندرہ پیسے کر دیے ہیں جو کہ غیر اعلانیہ ہیں اور اب مزید کہا جا رہا ہے کہ ہم پندرہ یا بیس فیصد fuel adjustment charges بڑھائیں گے جبکہ مارچ کے بلوں میں یہ additional charges بالخصوص industrialists کو آئے ہیں۔تو یہ ایک سال میں کتنی بار بڑھائیں گے؟

تیسری بات یہ ہے کہ لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہےاور ایک مسلمہ قانون ہے' Electricity Act کے اندر موجود ہے' یہ مسئلہ میں اس ایوان میں کئی بار اٹھا چکا ہوں اور لیاقت جتوئی صاحب نے بھی یہ تسلیم کیا تھا کہ لوڈ شیڈنگ کے دوران واپڈا یا KESC according to the Electricity Act, they cannot charge minimum charges جیسے fix charges کہا جاتا ہے ۔ رضا ربانی صاحب اس کو نوٹ کریں کہ جو ادارے پچاس کلوواٹ سے زیادہ بجلی استعمال کر رہے ہیں ان سے fix charges بھی لیے جاتے ہیں علاوہ دیگر چارجز کے۔ تو according to the Electricity Act these fix charges or minimum charges صرف اسی صورت میں لیے جا سکتے ہیں کہ بجلی کی uninterrupted supply ہو ۔ اگر supply interrupt ہوتی ہے تو پھر یہ fix charges as per law نہیں لیے جا سکتے اور میں یہ لیاقت جتوئی صاحب کے نوٹس میں لا چکا ہوں' انہوں نے اس کو تسلیم کیا ہے لیکن اس کے باوجود غیر قانونی طور پر یہ minimum or fix charges بھی لیے جا رہے ہیں تو یہ industries پر ظلم ہے' اسی لیے

تو ہماری industry تباہ ہو رہی ہے کیونکہ ہماری cost of production بہت بڑھ جاتی ہے۔

جناب والا! یہاں load management کی بات ہوئی ہے یقیناً اس کا ایک حل ہے۔ سردیوں میں لوڈشیڈنگ ہوتی ہے، آپ ان صنعتوں کو اجازت دیں کہ وہ دو، تین ماہ کے لیے shut down کر دیں اور ان سے fix charges نہ لیے جائیں تاکہ اس طرح سے load بچے۔

تیسری بات یہ ہے کہ sales tax بھی لگایا جا رہا ہے، یہ بجلی کے بلوں میں آ رہا ہے۔ جبکہ کھانے پینے کی اشیاء پر sales tax نہیں ہے وہ مستثنیٰ ہیں لیکن پھر بھی ان industries پر کہ جن کا تعلق کھانے پینے کی اشیاء سے ہے ان پر sales tax لگایا جا رہا ہے۔

تیسری اور اہم بات، دیکھیے noting نہیں ہو رہی ہے۔ پھر وزیر موصوف تک بات نہیں پہنچے گی۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ income tax کون ادا کرے؟ امیر لوگوں کو ادا کرنا ہے لیکن KESC کے bills میں income tax کی مد میں بھی charge کیا جا رہا ہے یعنی امیروں کی بجائے غریبوں سے income tax لیا جا رہا ہے۔ یہ indirect taxes کا system ہے، اسے ختم ہونا چاہیے۔ Load shedding اگر ناگزیر ہے تو پھر مساوی طور پر load shedding ہونی چاہیے۔ ہمارے موصوف کا تعلق تو اس پارٹی سے ہے جو مساوات کی علمبردار ہے۔ لہٰذا بجائے 18, 18 گھنٹوں کے لیے تمام علاقوں میں اور تمام شہروں میں بشمول VIP areas مساوی طور پر load shedding ہونی چاہیے۔ اگر تین گھنٹے load shedding کسی غریب علاقے میں ہوتی ہے تو تین گھنٹے load shedding President House میں بھی ہونی چاہیے، وزیراعظم ہاؤس میں بھی ہونی چاہیے، Minister's Enclave میں بھی ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ کہیں تو 18 گھنٹے کی load shedding ہو اور کہیں بالکل load shedding نہ ہو۔

وزیر موصوف نے فرمایا کہ ہمیں تین ماہ کے لیے کچھ احتیاط کرنی ہوگی بجلی کی بچت کے سلسلے میں۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور اس پر خود سب سے پہلے عمل کرنے کے لیے تیار ہوں کہ تین ماہ تک میرے لاجز سے airconditioners نکال لیے جائیں، میں بغیر airconditioners کے رہنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر دوسرے حضرات بھی اس پر عمل کریں یا اس کی تائید کریں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ کم از کم تین ماہ airconditioners کے

استعمال کو روکا جائے تاکہ غریبوں کو بجلی مل سکے۔ ہم معاشی طور پر آگے بڑھ سکیں اور ہم مفلوج نہ ہوں۔

پڑوسی ملک سے بجلی مل رہی ہے جیسا کہ ابھی کہا گا کہ ایران سے تو کیوں نہیں لی جا رہی۔ اس کو لینا چاہیے اگر کوئی فراخ دلی کے ساتھ پیش کش کر رہا ہے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ تیسری بات اور اہم بات ------

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔ ذرا جلدی جلدی ختم کریں' repeat نہ کریں۔

سینیٹر محمد عباس کمبیلی: واپڈا اور KESC کے charges مساوی ہونے چاہئیں' ایک ہی ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ کسی ایک علاقے کے charges کم ہوں اور کسی کے charges زیادہ ہوں۔ KESC کے بجلی کے charges واپڈا سے زیادہ ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا جبکہ یہ ایک ہی ملک ہے اور اسی کے یہ صوبے ہیں تو electricity charges بھی برابر ہی ہونے چاہئیں۔ انصاف ہونا چاہیے۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہونی چاہیے۔ چوری اگر ہو رہی ہے تو چوری کو روکا جائے۔ Line losses اگر ہیں تو انہیں روکا جائے۔

ایک اور بات میں آپ کے notice میں لانا چاہتا ہوں کہ KESC نے اس وقت کچھ لڑکوں کو چار ہزار روپے ماہوار پر contract basis پر رکھا ہوا ہے۔ ان کے لیے نہ کوئی life insurance ہے اور نہ کچھ اور ہے۔ اگر کوئی حادثہ ہو جائے تو کوئی ان کا پرسان حال نہیں' کوئی کچھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ باقاعدہ salaried persons کو ہٹا کر' تنخواہیں بچانے کے لیے چار ہزار روپے ماہوار پر contract basis پر رکھا ہے جبکہ ایک مزدور کی کم از کم تنخواہ چھ ہزار روپے ہے۔ ان چیزوں کو روکا جائے۔

اب چوری کے الگ الگ طریقے نکال لیے گئے ہیں۔ Sub-stations کے اندر سے copper cables کو نکال کر aluminium cables لگا دیے گئے ہیں۔ آپ ذرا اندازہ کریں کہ گرمی میں جب تپش ہوگی تو aluminium cables جو لگائے ہیں ان کا کیا حال ہوگا اور بجلی کہاں رہے گی اور کتنا بڑا بحران پیدا ہو گا۔

ان مسائل پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دی جائے۔ Fix charges نہ لیے جائیں۔ کھانے، پینے کی اشیاء پر sales tax نہ ہو اور income tax.....

جناب چیئرمین: بس اب دہرایے نہیں۔ ہوگیا، آپ تشریف رکھیے۔ بادینی صاحب point of order کے وقت میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ نے کچھ اور بولنا ہے تو آپ نے کہا تھا نہیں۔ چلیں ٹھیک ہے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب والا! اس وقت بہت شور تھا۔ ادھر کوئی دھمکی دے رہا تھا اور کوئی کیا کر رہا تھا کہ ہم ادھر جائیں گے، اس لیے میں نے سنا نہیں۔ میں اسی لیے اب تک بیٹھا ہوا ہوں۔ بہرحال وہ وقت گزر گیا جناب۔ میں صرف دو منٹ لوں گا، زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ وزیر صاحب تو چلے گئے۔

جناب چیئرمین: نہیں، رضا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، وہ notes لے رہے ہیں اور میں بھی حاضر ہوں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب والا! تین، چار سال سے ایران کے ساتھ معاہدہ ہو رہا ہے بجلی کے سلسلے میں۔ اب میرا خیال ہے ایک مہینہ ہوگیا ہے، ٹی وی اور اخبارات میں آگیا ہے کہ یہ معاہدہ ہو گیا ہے اور 1100 میگا واٹ بجلی وہ ہمیں دے گا۔ ہم نے ان سے پوچھا ہے کہ میران سے لے کر کوئٹہ تک پہنچ جائے گی اور یہ صرف دو ڈھائی سو کلو میٹر کے لیے کھمبے لگانے ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو صرف دومہینوں کا کام ہے، یہ سالوں کا کام نہیں ہے۔ اگر یہ چاہیں تو دو مہینوں میں کھمبے لگ جائیں گے بارڈر تک، وہاں تک بجلی آئی ہوئی ہے بلکہ وہاں سے پاکستان کے ایک شہر تافتان کو بھی بجلی ملی ہوئی ہے۔ ادھر سے اگر ہم لانا چاہیں، اگر واقعی کام کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب ظفر اللہ جمالی صاحب وزیراعظم تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ جی بس عنقریب دو مہینوں میں بجلی آ رہی ہے۔ اس کے بعد دوسرے وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب نے کہا کہ دو مہینوں کے بعد بجلی آ رہی ہے۔ اب پھر اس حکومت نے خود معاہدہ کیا ہے۔ یہ مہربانی کر کے اس پر ذرا دھیان دیں۔ اگر وہاں سے بجلی آئے گی تو ہمارے دوسرے جو صوبے ہیں ان کو تو کم از کم سہولت ملے گی۔

میں بصد احترام ایک بات ضرور کہوں گا اپنے بھائیوں کے سامنے' ہمارے بلوچی میں ایک محاورہ ہے' جو آدمی گھوڑے پر جا رہا ہوتا ہے تو پیدل والے کو گالیاں دیتا ہے کہ جلدی آؤ۔ اس کو پتا نہیں ہے۔ ہم تین سال سے رو رہے ہیں۔ پہلے بہانہ تھا کہ ٹاور اڑا رہے ہیں' فلاں کر رہے ہیں' فلاں کر رہے ہیں' 800 میگا واٹ ہمارے پاس spare ہے۔ آج وہ سب کدھر گئے۔ اس لیے جب آج سب پر بوجھ پڑا تو تمام ہاؤس نے رونا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے تینوں صوبے چپ تھے اور ہمارا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ پسماندہ ہے' بلوچستان فلاں ہے۔ آج جب سب کے سروں پر پڑی تو یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے لیکن یہ خوشی ضرور ہے کہ سب ہمدرد ہوگئے ہیں ہمارے۔

میری صرف یہ درخواست ہے رضا صاحب سے کہ وہ وزیر صاحب کو کہیں یا وزیراعظم سے کہیں کہ جو ایران سے بجلی آ رہی ہے اس project کو دو مہینوں میں مکمل کریں۔ اب اس گرمی میں تین سال کہاں انتظار ہوتا ہے۔ بس میں اتنا ہی آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔ محترمہ کہہ رہی تھیں کہ اس کی قیمت زیادہ ہے حالانکہ اس کی قیمت تو کم ہے۔ بیشک اپنی قیمت پر دے دیں جیسے گوادر وغیرہ کو دی ہے جبکہ ان کی قیمت کم ہے۔ وہ کم پیسے لیتے ہیں۔ وہ زیادہ پیسے نہیں لیتے۔

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب صاحب' آپ نے کچھ بولنا ہے۔ بنگزئی صاحب آپ کا لسٹ میں نام نہیں ہے۔ بہرحال آپ بولیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: میں تقریر نہیں کروں گا' میں صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: یہ ایران کے حوالے سے جو بات ہو رہی ہے کہ ایک ہزار میگاواٹ کا معاہدہ ہوا ہے' بالکل ہوا ہے۔ لیکن اس وقت ایران ہمارے تین اضلاع یعنی گوادر اور پنجگور کو بجلی سپلائی کر رہا ہے۔ میرے پاس جو figures ہیں اس وقت کوئی نوے کے قریب میگاواٹ utilize ہو رہی ہے باقی 910 میگاواٹ جیسے کہ بادینی صاحب فرما رہے ہیں کہ transfer کر لیں towards the other parts of the province as well as to the

country. تو یہ ایک اچھی اور مثبت تجویز ہے میں بادینی صاحب کو second کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: شکریہ جناب چیئرمین! بجلی کے بحران سے پورا ملک تنگ ہے۔ ہر طبقہ اور پیداواری یونٹ بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ کاروبار متاثر ہو رہا ہے یہاں پر کسی نے بھی معصوم طالب علموں کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ میٹرک کے طالب علم جن کا آج کل امتحان ہے وہ بیچارے جب تک پورا دوبارہ نہ پڑھ لیں تب تک وہ پرچے کے اوپر کچھ نہیں لکھ سکتے۔ ساری رات ان کو جاگنا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں آج کل جب میٹرک کے امتحان ہو رہے ہیں تو طالب علم سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ ویسے تو لوگ جاگیں یا سوئیں ان کو کوئی ایسا نقصان نہیں ہوگا لیکن طالب علموں کا سوچنا چاہیے۔ اس کے لیے یہ ہے کہ چھوٹے ڈیم اگر فوری طور پر بن جائیں، میری یہ ایک suggestion ہے تو بعد میں ان کو بڑے ڈیموں میں تبدیل کر لیا جائے لیکن طالب علموں کا ضرور خیال کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میمن صاحب اور بھنڈر صاحب نہیں ہیں

So that brings us to the end of the extended list also. We will adjourn and *Insha-Allah* reconvene at 4.00. P.m. and we will start the Foreign debate

اس پر بھی یہ ہے کہ لسٹ پہلے بنا لیں because وقت تھوڑا ہے، آج شام ہے کل windup کرنا ہے، جمعہ کے روز main sitting ہے۔ Minister نے پھر جانا ہے۔ ذرا لیڈر آف دی اپوزیشن سے بھی coordinate کر لیں۔ شکریہ۔

(The House was then adjourned to reconvene at 4.00 p.m.)

(اجلاس کی کارروائی وقفہ کے بعد زیر صدارت جناب چیئرمین جناب محمد میاں سومرو شروع ہوئی)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - You will move the motion or somebody else will move. ہاں ہاں بسم اللہ کریں۔

سینیٹر کامل علی آغا (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rules 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with enabling the House to discuss the following motion under Rule 194, the House may discuss the foreign policy of the Government.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirement of Rule 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to discuss the following motion under Rule 194, the House may discuss the foreign policy of the Government.

(The motion was carried unanimously)

جی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: میں گزارش کروں گا کہ debate کی ابتداء کریں گے جناب سید مشاہد حسین۔

Mr. Chairman: Mr. Mushahid Hussain Sayed.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! آغا صاحب کو اس بات کا علم ہے اور آپ سے بھی گزارش کروں گا کہ آپ ہاؤس کو بتا دیں کہ کل

we have to wind it up before 'Jumma' prayers because the Minister has to go to Karachi in connection with some official work.

تو آج جتنا بھی ہاؤس چل جائے اور پھر یہ کہ اگر تھوڑا سا time limit on the speaker کر دیں۔

Mr. Chairman: I have at the moment 21 names

اس میں and I can think this is the final list and we should not add to it and opening speaker has 20 minutes, then five to seven minutes کہ یہ ہے maximum.

سینیٹر کامل علی آغا: پارلیمنٹری لیڈر کو 15 minutes ضرور دے دیں۔

جناب چیئرمین: اس کے بعد آپ بولنا چاہیں گے خورشید صاحب۔ جی مسٹر مشاہد حسین سید

And I will request all the Members to please cooperate with me and in the running of House abiding strictly with the five minutes.

Discussion on Foreign Policy of the Country

سینیٹر مشاہد حسین سید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Chairman, I would like to compliment the House specially the Government side as well as the Opposition for taking this initiative of foreign debate and foreign policy which today is a very fundamental issue for Pakistan and foreign policy now also infringes on domestic politics

میرے خیال میں

foreign policy factors were important factors, and how a fair and free elections were held and how there was smooth transition from Opposition to Government and from Government to Opposition and foreign policy, in my view, will remain a very important factor for the future also in terms of how this system is sustained or how it is destabilized because foreign policy elements are important in that.

اس میں

the honourable Foreign Minister is also here just to jolt people's memory. The Senate of Pakistan has played in the last few years an important role on crucial issues in foreign policy formulation. Normally

ہماری پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا لیکن

under your leadership sir, the Senate, for example, one of the first thing we did in 2003 before the Iraq war, there was a one week long democratic debate, 50 Senators took part and then there was a unanimous resolution passed

بالکل مکمل اتفاق رائے کے ساتھ

where it said, we oppose the Iraq war. Iraq war is illegal, unjustice and immoral and it was passed and it was clear with,

then it became Government's policy اور فارن آفس سے بھی ہم نے کھل کر بات کی پھر اسلامو فوبیا' ڈینش کارٹون اس کے علاوہ جو ہماری Senate ہے parliament committee آپ نے اس کی ہمیشہ بڑی سرپرستی کی ہے جس میں Foreign Relations Committee پروفیسر خورشید صاحب بھی ہیں۔ ایس ایم ظفر صاحب' طاہر مشہدی صاحب اور حزب اختلاف کے لطیف کھوسہ صاحب' مہتاب صاحب بھی اس وقت تھے وسیم سجاد صاحب بھی ہیں ہم سب نے مل کر Committee کو فعال کیا۔ Committee کی hearing کی۔ افغان پالیسی' یو۔ایس پالیسی' لبنان کے اوپر اور issues پر regular reports بھی چھاپیں۔ We were a force multiplied by for the foreign officers جتنے visiting dignitaries آتے ہیں باہر سے' مغرب سے ہوں یا مسلم دنیا سے ہوں

they also meet us. I would like to make three or four fundamental points, I do not want to go in the long history.

ایک تو پہلی بات ہے:

The role of the Foreign Office. The Foreign Office is a very important

institution but in the last few year the role of Foreign Office has diminished.

اب میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت

one of the challenges of the new set up and of the new honourable Foreign Minister who by the way is a good man in the instincts, he had the Chinese Foreign Minister for dinner. He invited myself and Prof. Khurshid Ahmed. He went to the foreign office

اور انہوں نے کہا

that we want to have a foreign policy above partisan line, above party line, above governmental interest, it should really be reflecting the national interest

اور ہم نے بھی ان کو assure کیا

Yes, in this endeavour we want foreign policy that is truly bipartisan and we will cooperate with Foreign Office in that, that's why we are looking forward to receive him in our committee next week *Inshallah*.

اس حوالے سے جناب ایک تو پہلی بات ہے

decision making on foreign policy has no longer been in the Foreign Office for a long.

جناب! اب ایک موقع ملا ہے۔ ایک اچھی opportunity ہے to retrieve the decision اور ہمارے ہاں، ہم بات کرتے ہیں making Establishment یہ کرتی ہے' Establishment وہ کرتی ہے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ جو ہم نے establishment کو ہوا بنایا ہوا ہے' موجودہ Establishment has un-travelled دور میں کوئی establishment نامی چیز نہیں ہے بکھر چکی ہے۔ within that اس کے مختلف segments ضرور ہوں گے لیکن establishment. جناب! ان کو کافی حد تک کھلی چھٹی ہو گی cohesive, monolithic force is not there.

خارجہ پالیسی کی formulation میں۔ ایک چیز اور میں کہنا چاہوں گا تاریخ کے حوالے سے۔ ہمارے ہاں in my humble view we only had three real Foreign Ministers جن کا اپنا vision تھا۔ جنہوں نے خود اپنی سوچ کے ساتھ ایک world view دیا۔ ایک policy promote کی۔ خود اپنی تقریریں بھی لکھیں اور خود اپنا موقف بھی پیش کیا۔ شروع میں تھے ظفر اللہ خان' وہ ایک تھے۔ دوسرے ذوالفقار علی تھے اور تیسرے آغا شاہی تھے اور آغا شاہی صاحب ریٹائر ہوئے ہیں فروری 1982 میں۔ اس کے بعد we did not have a real Foreign Minister. We had Foreign Ministers جو ایک office hold کرتے تھے' وہ script سے پڑھتے تھے اور یہ بات میں National Defence University میں بھی کہہ چکا ہوں اور بہت سے اداروں میں جہاں میں تقریر کرتا ہوں۔اور یہ important بات ہے

Foreign policy should be made in the Foreign Office and Foreign Office should stop being a glorified protocol office.

جو اس وقت بنا ہوا ہے کہ کس کا visit ہے۔ کس وقت چیئرمین صاحب کے ساتھ جانا ہے یا پرائم منسٹر صاحب کے ساتھ جانا ہے۔ کس کو receive کرنا ہے۔ جو اصل issues ہیں policy making کے وہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں' یہ ایک بڑا چیلنج ہے

that should be brought back, it should not be just implementer of foreign policies, it should be the formulater of policy,

دوسری بات ہے جب سے موجودہ حکومت آئی ہے انہوں نے دو basic فیصلے foreign policy کے حوالے سے کئے ہیں یا announcement کی ہے۔ ایک مثبت ہے اور ایک منفی ہے۔ ایک تو کیا ہے ایران 'پاکستان اور انڈیا پائپ لائن اور ترکمانستان' افغانستان' پاکستان 'انڈیا پائپ لائن۔ یہ اچھی بات ہے۔ یہ ماضی کی پالیسی تھی۔ اس کو وہ آگے لے کر چلے ہیں اور ہم اس policy کو support کریں گے۔ دوسری جو بات ہے میرے خیال میں اس کے کافی implications خطرناک ہو سکتے ہیں۔ ملکی مفاد سے' پاکستان کے حوالے سے ہماری خارجہ پالیسی کا وہ فیصلہ ہے۔ جو قومی اسمبلی میں UN کے حوالے سے ایک resolution pass ہوا تھا کہ محترمہ کی شہادت کے سلسلے میں اقوام متحدہ کو اپیل کی جائے کہ وہ پاکستان کے اندر آ کر

تحقیقات کرے اور سارا کچھ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑی انوکھی چیز ہے اور اس کے implications are dangerous for Pakistan and for foreign policy and national security for the following reasons.

ایک تو یہ ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ" آ بیل مجھے مار" we are opening the door to the United Nation's Security Council کہ آپ ملک کے اندر آئیں اور جب یہ آئٹم ان کے پاس جائے گا تو پھر دروازے کھل جائیں گے' اس کا راستہ situation in Pakistan کہیں بھی کھل سکتا ہے۔ It can go anywhere, it will not stop anywhere. کچھ لوگ interested ہیں اور میرے خیال میں Security Council divide ہو جائے گی۔ ہمارے دوست مثلاً

China would not be comfortable with that. Russia will not be comfortable with that. US, France or Britain might say

ٹھیک ہے کرا لو۔ حالانکہ ان کے اپنے ادارے MI, Scotland Yard and CIA خود کہہ چکے ہیں۔ UN کے پاس تحقیقات کرنے والا اپنا کوئی ادارہ نہیں ہے۔ وہ کس کو تحقیقات کے لیے کہیں گے؟ وہ British, Americans, CIA, MI-6 کو کہیں گے اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ایک اسرائیلی expertموساد کا چاہیے' اس کو بلا لو۔ ہمیں counter terrorism کا expert "را" سے چاہیے' اس کو بلا لو' وہ تحقیقات کرے۔ آپ ان قوتوں کے لیے دروازہ کھول رہے ہیں جو قوتیں پاکستان کے مفادات کے منافی کام کرتی ہیں۔ So, you are opening a window which can create dangerous implications for our national security اور جناب چیئرمین! میں یہ بھی بتا دوں کہ اگر خدانخواستہ ایسی تحقیقاتی ٹیم پاکستان آتی ہے تو it might lead to an inter agency warfare. ایک ایجنسی کو دوسری ایجنسی کے خلاف play کریں گے۔ چلو اس کو اپنے ساتھ ملا لو' IB کو ISI کے خلاف ملا لو یا ISI کو فلاں کے خلاف ملا لو۔ اس قسم کا ایک خوفناک منظر پیدا ہو سکتا ہے۔ So, No.1, it is dangerous کبھی نہیں ہوا۔ پاکستان میں ایک واقعہ ہوا ہے' اس کا تعلق Syria سے نہیں ہے حریری کا جو resolution 1505, 2005 کا' اس میں ایک بیرونی قوت' ایک ملک Syria involved تھا۔ اس

کے خلاف الزام تھا' وہ بھی فرانس اور US نے لگایا اور ابھی تک اس کا کچھ نہیں ہوا۔

دوسری جو بات ہے کہ کیا message جاتا ہے؟ یہ message جاتا ہے کہ آپ ابھی تک ذہنی طور پر حزب اختلاف میں ہیں۔ ابھی تک آپ کا اپوزیشن mind set ہے۔ I can understand کہ انہوں نے اس وقت یہ بات کی۔ ٹھیک ہے اپوزیشن میں تھے' اب حکومت میں ہیں۔ ISI آپ کے control میں ہے بلکہ ISI تو آپ کے بڑے قریب ہے۔ IB آپ کے control میں ہے۔ پولیس آپ کے control میں ہے۔ آج سنا ہے آپ کے رحمن ملک صاحب میرا خیال ہے وہ ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں'

he is supposed to be the most powerful man. He is heading the Interior. He is close to the President. He is close to the Americans. He is close to Mr. Zardari. He is clos to everybody who matters and he is the Head of the Interior.

ان کے ہوتے ہوئے' آپ کو پتا ہے کہ انہوں نے 1995 میں he also helped in the capture of Ramzy Yousaf and sending him to America. taking him from Islamabad اس extradition میں بھی اس کا role تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کو اپنے تحقیقاتی ادارے' اپنے intelligence ادارے' اپنی پولیس پر اعتماد نہیں ہے اور آپ کا جو you are mind set ہے' وہ اپوزیشن کا ہے۔ ابھی تک حکومت میں آنے کے بعد بھی behaving like the opposition کہ آپ حزب اختلاف ہیں اور آپ کا کوئی control نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے اوپر عدم اعتماد کر رہے ہیں۔ لوگ کہیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا خیال ہے کہ ہم نے حکومت میں زیادہ لمبا وقت نہیں گزارنا۔ پتا نہیں کل کیا ہو گا تو جو کام کر سکتے ہیں' وہ کروا لیں۔ میں اس چیز پر کہوں گا کہ مہربانی کر کے Foreign Minister Sahib, Prime Minister Sahib اس پر نظرثانی کریں

this is dangerous, this is negative, this is setting a wrong precedent. Even if you have a score to settle

اور جناب چیئرمین! میں agree کرتا ہوں کہ ہمارے ہاں تحقیقات میں cover ups ہوتے ہیں

لیکن cover ups بھی حکومتیں کراتی ہیں' cover ups باہر سے نہیں ہوتے۔ اگر ضیاء کی assassination کا پتا نہیں چلا تو جنہوں نے کروایا' ان کو پتا ہے۔ اس میں جو لوگ شامل تھے' وہ خود نہیں چاہتے تھے cover up was deliberate. اگر cover up ہوا ہے تو اس وقت کی establishment اور Americans نے کیا ہے۔ اگر مرتضیٰ بھٹو کا cover up ہوا ہے تو اس وقت کی گورنمنٹ نے کیا ہے' ان کو پتا تھا تو cover up بھی گورنمنٹ کرواتی ہے۔ اگر آپ کو خطرہ ہے کہ cover up ہوا ہے تو cover up کو بے نقاب کریں

expose that and then you move on. Sir, I would say that this is a wrong decision. This decision will be detrimental and we feel

کہ اس میں ایک رائے عامہ پائی جاتی ہے I am speaking above party line آپ کے جتنے experts ہیں' former Secretaries ہیں' retired officers ہیں' سب نے یہ متفقہ رائے دی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ Foreign Secretary ریاض محمد خان صاحب' جن کو انہوں نے اب نکال دیا ہے' انہوں نے یہ لکھ کر دیا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے ace diplomat منیر اکرم جو اس وقت نیو یارک میں بیٹھے ہیں' انہوں نے بھی لکھ کر دیا ہے کہ خدارا! یہ کام نہ کریں۔

and Munir Akram is that man sir, who has almost single handedly blocked the Indians from entering the UN Security Council.

اس نے جس طرح اپنی diplomacy کی' لوگ کہتے تھے کہ last two year struggle انڈیا سیکیورٹی کونسل میں آ رہا ہے' he played a pivotal role in blocking the Indians. سو ان کی بات سنیں۔

You have got good people, reasonable people, I know Mr. Farooq Naek, he is a very sensible person and I think he is working very hard to outsmart Mr. Aitzaz Ahsan. We will know on the midnight of 12th, who is right, who is wrong but good luck to him. Mr. Shah Mehmood Qureshi, the instincts are good. He is also a good, clean man

میں یہ امید رکھتا ہوں کہ better sense will prevail اور یہ اس emotionalism and component, the اور ایک کے foreign policy ۔ اب میں نہیں آئیں گے score settling پر آتے ہیں۔ دو نئی چیزیں اور ہوئی ہیں' intellectual component and coordination ایک National Security Advisor آ گئے ہیں'

General Mehmood Ali Durrani, who was Ambassador in Washington. I would like to know from the Foreign Minister

How will he coordinate with the Army or the President or ؟ ہو گا role ان کا کیا the Americans or the Foreign Office کس قسم کا ہو گا؟ اگر ایسا ادارہ بنانا ہے' اگر ایک National Security Advisor ہونا ہے' ہونا چاہیے' کوئی ہرج نہیں ہے اگر ایسی چیز ہو لیکن then there should be a role in giving inputs on alternative policies. حکومت پاکستان میں اسلام آباد میں 3 Think Tanks ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ آپ ان کو Institute of Strategic Studies, Islamabad Policy Research ' میں لائیں focus ' کا ہے India focus South Asia جو Institute, Institute for Regional Studies ویسے بھی ادھر ہے Institute of Strategic Studies اور general focus کا IPRI تو یہ تینوں effective ہیں۔ اس میں professional لوگ ہیں' آپ ان کو بروئے کار لائیں کیونکہ میں نے دیکھا ہے Foreign Office میں intellectual input or policy content ہے اور یہ policy content کو اب انہوں نے آگے بڑھانا ہے۔ اب میں آتا box limited ہوں کہ foreign policy challenges کیا ہیں۔ ایک تو formulation کے حوالے سے Foreign Office کا رول ہو گیا۔ ایک جو انہوں نے فیصلے کیے ہیں' میں decisions کی بات کر رہا تھا' ایک فیصلے کو میں نے کہا کہ positive ہے جو ہماری حکومت نے شروع کیا تھا' انہوں نے اس کو complete کیا اور UN کے بارے میں بات کرلی۔ اب میں آتا ہوں ہماری Mr. Chairman, ۔ کیا ہوں challanges ہیں کہ priorities کی جو foreign policy کے 9/11 ایک Pakistan's role in the last few years has been very pivotal حوالے سے ہے' ایک مسلم امہ کے حوالے سے ہے' ایک علاقائی حوالے سے regional role

ہے اور regional میں آپ نے دیکھا کہ ابھی جو pipelines بن رہی ہیں اور تعلقات بن رہے ہیں چائنا' South Asia, Central Asia, West Asia ان کے درمیان ایک قربت بڑھ رہی ہے cooperation is being given to this regionalism by economy and energy بلکہ اتنی پائپ لائنز کی بات ہو رہی ہے' ایران-پاکستان- انڈیا پائپ لائن' ترکمانستان-افغانستان-پاکستان- انڈیا پائپ لائن' کوئی قطر کی پائپ لائن کی بات کر رہا ہے بلکہ اس دن ترکمانستان' افغانستان' تاجکستان' کرغیرستان' قزاخستان کے Central Asians میرے پاس آئے ہوئے تھے کہ اب شاید کوئی پائپ لائنستان بھی ادھر بن جائے' ادھر سے اتنی پائپ لائنز آ رہی ہیں- میرے خیال میں یہ ایک positive development ہے' اس حوالے سے we would like to know about Indian policy. انڈیا پالیسی کے حوالے سے 20th کو پرناب مکھر جی صاحب He is coming here. 21st - آ رہے ہیں counterpart کے Foreign Minister Sahib کو ان کی میٹنگ بھی ہے- ایک back channel شروع ہوا تھا اور I am very happy جو انہوں نے خود کہا کہ انڈیا کے حوالے سے جو فارن پالیسی تھی

we will continue that policy of rapprochement with India, which is important and try to seek a just and honourable settlement of Kashmir in accordance with the aspirations of Kashmiri people.

we should like to know the status بالکل صحیح پالیسی ہے- میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت of back channel communication. ایک back channel چلتا رہا' اب کیا وہ ہے؟ طارق عزیز صاحب اور لامبا صاحب کا- دوسری بات ہے کہ مجھے یاد پڑتا ہے 26 last March غالباً I want to come منموہن سنگھ صاحب نے کہا تھا کہ March, 2007 if I am not mistaken to Pakistan with some proposals for Kashmir settlement پھر judicial crisis شروع ہو گیا تو وہ نہیں آ سکے- اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چاہتے ہیں before he ends his tenure and his tenure is going to end in less than an year کیونکہ انڈیا میں اگلے مارچ تک الیکشن آ رہا ہے اور کئی لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس دفعہ state elections ہوئے تو شاید نومبر' دسمبر تک الیکشن آ جائیں گے if we have a windo of opportunity to

clinch some sort of an honourable settlement with India in the next months or so کیا یہ ممکن ہے' اس میں کیا focus ہو گا۔ I hope the Foreign Minister does his home work and I think, this is an important element becuase we want a settlement, we want an honourable settlement, we want the settlement where the Kashmiri people are involved.

اس میں ہے کہ آج کل we have to give credit to President Musharraf, مشرف صاحب کی تعریف کرنا' fashionable نہیں ہے کیونکہ although Peoples Party والوں کی مشرف صاحب سے بڑی یاری' دوستی بھی ہے۔ مشرف صاحب NRO بھی لے کر آئے' Peoples Party نئی Establishment کا حصہ بھی بن گئی ہے اور good luck to them, it is good, it's part of the system لیکن جو India policy تھی' I think, it was an out of the box thinking. ہندوستانی ہمیشہ کہتے تھے کہ پاکستان کی فوج امن نہیں چاہتی' پاکستان کی فوج اچھے تعلقات نہیں چاہتی' پاکستان کی Establishment اچھے تعلقات کی normalization میں حائل ہے' that thesis, that theory was proven wrong. انہوں نے پھر ایک اور thesis دی کہ پاکستان میں بنیاد پرست ہیں' fundamentalists ہیں' بقول ان کے mullas ہیں کہ وہ settlement نہیں چاہتے۔ مولانا فضل الرحمن دو مرتبہ ہندوستان گئے' he met Dr. Manmohan Singh and he gave a positive statement تو آپ دیکھیں کہ اس issue پر by and large relation with India that there should be normalization, peace with honour ایک generally consensus پایا جاتا ہے۔ اس میں specifics میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے کہ طریقہ کار کیا کیا جائے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایک top priority ہونی چاہیے۔

دوسرا یہ ہے کہ relations with the United States ہیں۔ ہمارے کا elites ایمان رہا ہے that the road to Islamabad leads through the Washington اور کچھ حد تک صحیح بھی ہے کہ کئی دفعہ Wanshington نے install بھی کیا ہے۔ Mr. Chairman, اس وقت نظریہ ضرورت جو ہے' Supreme Court نے شاید دفن کر دیا ہو لیکن

خارجہ policy میں اور داخلی سیاست میں ابھی relevant ہے' نظریہ ضرورت کے تحت تعلقات بنتے ہیں' نظریہ ضرورت کے تحت لوگوں کو رکھا جاتا ہے' چھوڑا جاتا ہے' دوستیاں اور دشمنیاں بنتی ہیں - Foreign Policy میں America need you right now, America کی حکمت عملی آپ کے بغیر آگے نہیں جا سکتی so, you have cards to play آپ کے پاس room to manoeuver ہے۔ آپ پر America زیادہ دباؤ نہیں ڈال سکتا' اگر آپ line draw کریں۔ دو' تین issues پر ضرور line draw کرنی چاہیے ' ایک issue پاکستانی territory پر حملہ کا ہے' اس پر ہمیں line draw کرنی چاہیے whether it is NATO, whether it's the US, this is unacceptable. دوسرا یہ ہے کہ جو American aid آتی ہے' آپ کو پتا ہے کہ since 2001 10.8 billion dollars America سے آئے ' اس میں سے 5.5 billion dollars آدھی سے زیادہ aid نہیں تھی it was reimbursement for services rendered آپ کی فوج FATA میں role play کر رہی ہے اور Durand Line کے اس پار in support of the campaign against terrorism. اس کی reimbursement تھی' ہم جو base دیتے ہیں' اس کے عوض وہ پیسے دیتے ہیں۔ ابھی last time, last bill روکنا شروع کیا ہے' elections کے بعد لگتا ہے کہ ان کی policy میں تبدیلی آرہی ہے جو last bill Pentagon نے 81 million dollars کا روک لیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم ابھی دیکھیں گے۔ Maybe want to channel it through the provincial government, they want to do through the other channel but they should be better bargainers. Mr. Chairman, ہمارا المیہ یہ رہا ہے کہ we have been bad bargainers.

میں آپ کو example دیتا ہوں کہ Kassinger نے کتاب لکھی ہے کہ اس نے کہا ہے جب یحییٰ خان نے as a bridge China سے کروایا تو we had a meeting for three days کہ پاکستان اس کے عوض ہم سے کیا مانگے گا' اتنا بڑا کام کیا World War-2 میں ایک balance of power change کر دیا۔ چین اور America کے درمیان پاکستان نے صلح کرا دی' تو ہم نے انتظار کیا مگر پاکستان سے کوئی response نہ آیا' ہم نے پاکستان کو ویسے ٹٹولا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے دوست ہیں' ہم آپ کی دوستی کی خاطر کوئی پیسہ کوئی چیز

we do it free of charge for you. As you know in America, there is نہیں مانگتے saying, there is no such thing a free lunch. So,we should be better bargainers in order to give something, you should get something and I National ' میں پیسے کی بات ضروری نہیں کر رہا think, you should get somethimg. no کریں کہ line draw کے حوالے سے بات کر رہا ہوں تو یہ interest, National dignity more attacks on Pakistani territory and Pakistani civilians.

we are ہے issue میں تیسری بات اس حوالے سے کہنا چاہوں گا کہ یہ مسلمانوں کا

کا Human Rights اور Muslim country, we are the part of the Muslim Umma بھی issue ہے۔ ابھی ہماری Human rights کی meeting ہو رہی تھی' اگر Germany کی demand وہ ' America کی حلیف ہے ' جو مغرب کی ہے ' Chancellar Angila Marcal that Guantanamo Bay should be closed down. Pakistan should کر سکتی ہے violation کی Human Rights ' یہ کہ یہ غلط ہے ' be the first Muslim country to say ہے' یہ زیادتی ہے' یہ violation American law کی بھی ہے' اس ادارے کو' اس بدنام جگہ کو بند کرنا چاہیے ۔ Minister for Human Rights بیٹھے ہیں اور he always stood up for Human Rights, the honourable Law Minister and the Human Rights Minister, he should take the initiative also through the Foreign Office because this is an important moral issue also. We are living in 2008, we are not living in the 18th century and 19th century اور ہمیں خوف نہیں ہونا چاہیے کہ صاحب بہادر ناراض ہو جائے گا یا ہماری نوکری ان پر depend کرتی ہے اور Bush کی نوکری ویسے ہی November تک ختم ہو رہی ہے تو آپ فکر نہ کریں' ان کے اپنے حالات ایسے ہیں' آج کل American Establishment بھی بکھری ہوئی ہے ۔ We have a window of opportunity آپ ٹکا کر بات کریں' وہ کہیں نہیں جائیں گے۔ ایران نے defy کیا تو ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا' take position which is principled and moral.

دوسرا اسلام کے حوالے سے ایک اور issue ہے' Islamo fobia ہے' میں اس میں

on the Holy Prophet ہیں ہو رہے attacks پر مسلسل اسلام ۔گا کروں attention draw

اور اچھی Muhammad peace be upon him, Danish cartoons, the Dutch film

that he will make a movie that is کیا ہے announce نے اعوان بابر ڈاکٹر کہ بات

positive thing but we have to be institutional about it and that

institutional response has to be through OIC that we say that an attack

on any part of our faith is an attack on Islam and it is an attack on the

ڈاکٹر بندہ ایک sensitivities and core believes of 1.2 billion Muslims. After all

ارونگ جو Austrian historian ہے' اس نے Holocaust کو deny کیا' Austria نے اس

کو arrest کر لیا' he is British historian کہ تمہاری جرات کیسے ہوئی کہ تم نے

Yes, ۔ہے کیا hurt کو sentiment کے Jews نے آپ کیونکہ کیا deny کو Holocaust

the Muslims' sentiments are as sacred as the sentiments of any other

community and we agree with that the Holocaust was the crime against

Foreign میں اور humanity. So, similarly, such actions should be stalled

through the OIC, they should take an کہ گا کروں appeal سے Minister

initiative, prepare a draft law on Islamo fobia for European Union that

just as there are laws regarding Holocaust,regarding Jewdism, there

should be a law about Islam and Muslims becuase we are 20 million

لوگ ہمیں کہتے ہیں in Parliament' میں جب بھی جاتا ہوں Muslims living in Europe.

کہ ہماری چیزوں پر حملے ہو رہے ہیں' سارا کچھ ہو رہا ہے۔

before I wind up that Foreign Policy گا چاہوں کہنا بات ایک اور میں

should not be at behest of an interest of any individual,any party, it has

is playing a very important پاکستان کہ جی دیکھیں to be seen in a broader light.

The ۔کریں review ضرور کو اس کو آگے لے کر چلنا ہے' policy اس نے آپ role

Foreign Minister, the Foreign Office should call a summit, some of the

discussion لوگ بلائیں - ان کو کہیں کہ best minds in the country, 20, 25, 30 کریں' کیا challenges ہیں' کہاں غلطیاں کر رہے ہیں' ہمیں کہاں ٹھیک کرنا چاہیے اور بلاخوف کریں کہ ہماری حکومت جاتی ہے' ان کی حکومت کسی کی وجہ سے نہیں جائے گی' وہ اپنی نالائقی کی وجہ سے جائے گی' وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے جائے گی' یہ نہ کہیں کہ America نے یہ کرنا ہے' فلاں نے وہ کرنا ہے' اس کو بھول جائیں- Persons specific Foreign policies نہ بنائیں' جیسے میں نے کل بھی T.V میں کہا تھا کہ یہ جو judiciary کی amendment آ رہی ہے' وہ بھی persons specific نہیں ہونی چاہیے- ہمارے ہاں یہ ہے کہ ہم قانون ذات کے فائدے کے لیے بناتے ہیں' کسی کو روکنا ہے یا کسی کی help کرنی ہے' اس سے بالاتر ہو کر دیکھیں - Foreign policy is too sensitive to be used as the crutch for this purpose.

ایک اور بات ہے کہ ہمارے Leader of the House رضا ربانی صاحب ہیں when he was the Leader of the Opposition انہوں نے Private Members' Bill پیش کیا تھا' اس وقت Government دوسری تھی' انہوں نے اس bill میں کہا کہ there should be a ratification of all Foreign agreements by Parliament. باہر کے جتنے معاہدے ہیں' وہ Parliament میں لائے جائیں'ان پر بحث ہو' ان کو ratify کیا جائے- اب پتا نہیں کہ یہ سرکاری سچ بولیں گے یا یہ کلمہ حق کہیں گے کہ ان کا موقف وہی ہے کہ نہیں ہے لیکن انہوں نے 20 اگست 2007 کو پیش کیا تھا- مجھے اس کی کاپی ملی تھی اور میں نے اس وقت بھی اس کی حمایت کی تھی for your information Mr. Chairman, I still stand by my position, I hope, he will stand by his position then اس کو law بنائیں - Major Foreign agreements should be brought before the Parliament,

خفیہ صرف پاکستان میں Foreign Policy اب should be ratified by the Parliament. ہے' یہ پاکستانی عوام سے خفیہ ہے' سب American Think Tanks کو پتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے جو discussion یہاں ہوتی ہے' چاہے بند کمرے میں ہو' open ہو' وہ ساری internet پر آ جاتی ہے' دو یا تین دن بعد "New York Times" میں leak ہو جاتی ہے یا

"Washington Post" میں leak ہو جاتی ہے تو اس حوالے سے یہ بڑا important ہے۔

باقی میں finally کہوں گا کہ ایک substance ہوتا ہے' ایک symbolism ہوتی ہے' symbolism is equally important. میرے خیال میں we should conduct ourselves with foreigners with dignity اور اگر کسی نے آپ کو ملنے آنا ہے تو آپ اس کو اپنے گھر بلائیں' اس سے بات کریں' یہ نہیں ہے کہ رات کو چوری چھپے کسی کے گھر جائیں' ان سے مذاکرات ہوں۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہے' you are representing Pakistan, کے ساتھ dignity' کے ساتھ respect' طریقے سے handle کریں۔ I would like to assure the Foreign Minister and the new Government, on issues I will be very clear, ہمیں بڑی خوشی ہے کہ انہوں نے ہماری Foreign Policy میں کوئی basic fault نہیں ڈھونڈا' یہ کہتے ہیں کہ ہم وہ Foreign Policy continue کریں گے۔

امریکہ سے بھی ان کی یاری دوستی ہے' India policy بھی ہے' Saudi Arabia, مسلم امہ کے ساتھ بھی ہے۔ جہاں review and reassessment کی ضرورت ہے وہ ضرور کریں' ہمارے ساتھ مشورہ کریں اور سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ پاکستان عوام کی ترجمانی کریں with honour and dignity and we will be with you in that national endeavour because foreign policy has to be above party lines. It has to represent the national interest, as well as the aspirations of the people of Pakistan. Thank you very much Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Mr. Raza Rabbani, you want to speak now?

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا۔ گو میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں کم از کم اس موقع پر بات کروں۔ Foreign Minister صاحب موجود ہیں اور وہ کل wind up بھی کریں گے لیکن دو تین نکات مشاہد حسین صاحب نے ایسے اٹھائے ہیں' مجھے ان کی نہایت عزت اور احترام ہے کیونکہ جب وہ اِس

جانب بھی بیٹھتے تھے تو انہوں نے کافی ایسی statements اور باتیں کیں جو کہ اس وقت کے حاکم مجاز کے خلاف تھیں لیکن by and large پھربھی وہ بہت سی باتوں کو درگزر کر گئے اور میرا خیال ہے کہ اسی کی وجہ سے ان کو کافی ذہنی پریشانی بھی ہوئی ہو گی because it was against his brain and it was against probably his conscious as well.

As I know Mr. Mushahid Hussain.

سب سے پہلے تو میں یہ بات بڑے واضح الفاظ میں on the floor of the House کہنا چاہتا ہوں اور اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلزپارٹی نئی یا پرانی establishment کا حصہ ہے۔ پاکستان پیپلزپارٹی نہ نئی establishment کا حصہ ہے اور نہ پاکستان پیپلزپارٹی establishment کا حصہ رہی ہے اور نہ انشاء اللہ پاکستان پیپلزپارٹی اپنا anti-establishment role, anti status quo role ختم کر کے establishment کا ساتھ دے گی۔ پاکستان پیپلزپارٹی' پاکستان کے محنت کش عوام کی نمائندہ جماعت ہے' پاکستان پیپلزپارٹی وفاق کی نمائندہ جماعت ہے اور ہم اپنی اس representation کو ہمیشہ فوقیت دیتے آئے ہیں اور اس representation کو برقرار رکھنے کے لیے ہم نے قیدوبند' کوڑوں' پھانسیوں کی سزائیں برداشت کی ہیں اور آئندہ بھی پاکستان پیپلزپارٹی کا وفاق کے لیے' پاکستان کے محنت کشوں کے لیے یہی کردار اور role رہے گا۔ اگر اس میں پاکستان پیپلزپارٹی کو حکومت چھوڑنی بھی پڑتی ہے تو وہ حکومت چھوڑنے کے لیے تیار ہو گی لیکن ہم establishment کا یا status quo کا کل پرزہ بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

میں یہاں پر اس بات کی تردید کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلزپارٹی کی دوستی کی پینگیں جنرل مشرف کے ساتھ بڑھ رہی ہیں۔ پاکستان پیپلزپارٹی نے جب بھی جمہوریت کی بحالی کے لیے یا ایک working relationship کے لیے جنرل مشرف سے آئین کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے بات کی ہے تو وہ عوام کے سامنے کی ہے۔ آج بھی coalition government کی ایک working relationship جنرل مشرف کے ساتھ ہے تو وہ آئین کے تحت ہے' اس کے علاوہ پاکستان پیپلزپارٹی کا جنرل مشرف کے ساتھ کوئی relationship نہیں ہے۔ ایک بات جو اس سے پہلے بھی اس ایوان میں اٹھائی گئی اور ہمارے نہایت ہی قابل

احترام سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب نے یہ سوال اٹھایا اور آج پھر یہ سوال مشاہد حسین صاحب نے اٹھایا ہے اور میں اس کی جانب آپ کے توسط سے چند باتیں رکھنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ مشاہد صاحب نے جب بات کی کہ UN probe کے لیے پاکستان کی coalition حکومت کو کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے اور اس کے ساتھ انہوں نے یہ کہا کہ یہ ایسا محسوس ہو گا کہ جیسے ہم کوئی پرانے scores settle کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان پیپلزپارٹی کی تاریخ اس بات کی واضح ثبوت ہے کہ پاکستان پیپلزپارٹی نے اپنے شہید چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کا score settle نہیں کیا۔ ہمارے جو دیگر شہید تھے، ہم نے ان کے بھی score لوگوں سے settle نہیں کیے، وہ صرف اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وفاق کو آگے لے کر چلنا ہے، وفاق کو اگر بچانا ہے، وفاق میں اگر جمہوری سیاسی عمل کو آگے لے کر چلنا ہے تو پھر reconciliation and greater good کی بات کرنی پڑے گی۔ لہذا اس میں کوئی score settling کی بات نہیں ہے۔

دوسری جو بات انہوں نے کہی۔ جناب چیئرمین! اس کے بارے میں، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دن بھی یہ بات اٹھائی گئی کہ جو پاکستان کے nuclear assets ہیں ان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا اور پاکستان کے nuclear assets کے لیے ہم ایک راہ کھول دیں گے کہ دوسرے لوگ آ کر کہیں کہ ہم اس کو inspect کرنا چاہتے ہیں یا ہم اس کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

Mr. Chairman, the basic question that arises is; what is the intent and the purpose for which this commission is being sought. The intent and purpose of this commission is; to probe into the circumstances and at the same time to unveil the hands internal and external because it was their government, it was the caretaker government at that time which said that they are external hands which are involved in the assassination of Shaheed Mohterma Benazir Bhutto.

So, therefore, the intent and purpose of the commission is; to lay

bare those forces, internal and external that were responsible for her assassination and that specifically is the purpose. Now, when that is the purpose of this commission, obviously the terms of reference will revolve around this basic principle. Mr. Chairman, when we are talking about this basic principle, then how are Pakistan's nuclear cites or Pakistan's nuclear assets, how do they fall into this ambit? Has it ever been alleged that she was assassinated near Kahota? Has it ever been alleged that she was assassinated at some other place, where Pakistan's nuclear assets are being stored? No, it is as clear as day that she was assassinated on the roads in Rawalpindi, that she was assassinated at Liaqat Bagh. So, therefore, how does the question of opening up the flood gates for Pakistan's nuclear assets come into question. I would like to ask the member from that side of the floor that if they were so concerned or if they are today so concerned

کہ جو پاکستان کے nuclear اثاثے ہیں وہ اس ...UN probe جس کا کہ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تو پھر وہ جنرل مشرف کے حامی بن کر اس دن سے لے کر 18 فروری تک کیسے بیٹھے رہے، جب جنرل مشرف نے اپنی پریس کانفرنس میں پاکستان کے خلاف ایک open FIR درج کی تھی، جب انہوں نے ڈاکٹر قدیر کو موردِالزام ٹھہرایا تھا کہ یہ proliferation میں ملوث ہیں۔ آپ جنرل مشرف کی وہ پریس کانفرنس کھول کر دیکھ لیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف اس وقت نہیں but for all times to come that is an open FIR on the question of Pakistan's nuclear assets, as far as the world is concerned لیکن اس وقت ان کو national interest اور پاکستان کے nuclear assets خطرے میں نظر نہیں آئے کیونکہ وہ this side of the bench پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر اس وقت امریکہ نے یا UN نے پاکستان کے nuclear assets کی inspection یا attack نہیں کیا۔ تو محترمہ بینظیر بھٹو کا probe جو صرف ان کی assassination پر مبنی ہے اس کے اوپر کس

طرح پاکستان کے nuclear assets under question یا attack آ سکتے ہیں۔ انہوں نے جن دو حضرات کی اس floor of the House کے اوپر بات کی۔ Foreign Minister نے بڑے واضح الفاظ کے ساتھ notification دکھاتے ہوئے بتایا کہ جو former Foreign Secretary تھے وہ کیوں گئے' ان کی transfer کیوں ہوئی اور کس طرح وہ ایک routine transfer تھی۔ جناب! میں یہاں پر ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ بہت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے in writing دیا لیکن جو میری معلومات ہیں انہوں نے as such اس کی opposition نہیں کی۔ انہوں نے جو various options استعمال ہوسکتی ہیں' وہ options and I am being substantiated by the Foreign Minister وہ discuss کی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں تیسری بات بھی کہنا چاہتا ہوں' مشاہد صاحب نے بڑی بات کی کہ Foreign Office کو صرف glorified protocol office نہیں ہونا چاہیے۔ اگر Foreign Office کو glorified protocol office نہیں ہونا چاہیے اور Foreign Office کے اندر اب ایسی مخلوط حکومت موجود ہے جو اپنی policies مرتب کر رہی ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی bureaucrat یا کوئی Government functionary اختلاف کرتی ہے تو تمام دنیا کے اندر' تمام ترقی پسند ممالک کے اندر' تمام جمہوری ممالک کے اندر

Mr. Chairman, it is a tradition that if you have an issue/dispute with the policy of the Government that you are serving, then you tender your resignation. You don't try to become a hero but you tender your resignation and you say, yes, I have a difference on policy. I cannot carry this policy out and this is a normal democratic thing that takes place but here that is not the case.

یہاں پر یہ بات ہی نہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے صاحب کی بھی بات کی جو اس وقت امریکہ میں ہیں the less said about him the better. ان کے بارے میں انہوں نے بہت قصیدے کہے۔ میں details میں نہیں جانا چاہتا۔ جب یہ برسراقتدار تھے تو اور بھی بہت سی چیزیں ان کی سامنے آئیں جن کو وہاں hush up حکومت پاکستان کو کرنا پڑا۔ لہذا let's not

جب کوئی چیز نہیں کرنا چاہتی تو یہ Establishment پاکستان کی 'cliche' اور یہ go into that ایک normal cliche ہے۔ آپ تمام military dictators کی تقاریر اٹھا کر دیکھیں ان سب کے اندر یہی بات آتی ہے کہ in the greater national interest. یہاں اب ایک نیا cliche شروع ہوا ہے کہ پاکستان کے nuclear assets کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ پاکستان کے nuclear assets کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

آخر میں، میں صرف اتنی بات عرض کرنا چاہوں گا کہ مشاہد صاحب نے یہ بھی بات کہی کہ پاکستان کی territory کو under foreign attack نہیں آنا چاہیے ۔ انہوں نے آج یہ بھی بات کی کہ پاکستان وہ پہلا ملک ہونا چاہیے جو Guantanamobay کو condemn کرے، میں ان کے ساتھ ہوں۔ہم جب اس side of the floor پر تھے، میں نے اس وقت بھی یہ بات کی۔ ابھی جب پروفیسر صاحب نے یہ question اٹھایا، میں نے as a Leader of the House اور Foreign Minister نے بھی کہا کہ ہم پاکستان کی territory کے اوپر کسی ملک کو بھی attack کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم نے یہ بات بھی بڑے واضح الفاظ میں کہی کہ ہم right of hot pursuit کو recognize نہیں کرتے ۔ ہماری position آج بھی گوانتاناموبے کے اوپر وہی ہے لیکن میرا صرف ایک سوال یہ ہے کہ آج ہمیں جو درس گوانتاناموبے پر دیا جا رہا ہے، آج ہمیں جو یہ درس دیا جا رہا ہے کہ پاکستان کی territory پر attack نہیں ہونا چاہیے، یہ باتیں بہت عرصے سے ہوتی آئی ہیں لیکن جو اس وقت کے Foreign Minister تھے انہوں نے کبھی بھی on the floor of the House آ کر گوانتاناموبے کو as per se condemn نہیں کیا اور جہاں تک مشاہد صاحب نے میرے بل کی بات کی ہے، میں نے وہ بل as a private member in the Opposition move کیا تھا۔

I stand by my Bill even today and I am quite sure that the Government will go through that Bill and whatever amendments they want to make, they will bring it as a Government Bill. Thank you sir.

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Professor Khurshid Ahmed.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین!
میں ذرا دوسرے انداز میں بحث کا آغاز کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے قابل احترام بھائی مشاہد نے بڑے اچھے نکات اٹھائے ہیں۔ ان میں سے میری نگاہ میں سب سے اہم چیز یہ تھی کہ نئی حکومت کی خارجہ پالیسی کے بہت مختصر سے خدوخال نظر آ رہے ہیں۔ اصل issue یہ ہے کہ اس ملک پر پچھلے ساڑھے آٹھ سال سے جو foreign policy مسلط کی گئی اور جسے کم از کم پانچ سال تک PML(Q) اور اس کے حواریوں نے کندھا دیا، وہی پالیسی عملاً اس وقت نافذ ہے، اس لیے میری نگاہ میں اس وقت foreign policy گفتگو کا محور اور مرکز ہے اور بنیادی issue یہ ہے کہ آیا آئندہ اسی پالیسی کو continue کرنا ہے یا آج کی سب سے بڑی ضرورت اس policy کو review کر کے اسے نئے سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ میں individual کا معاملہ نہیں لاؤں گا اور اس قسم کے دوسرے issues کو بھی میں نظر انداز کرتا ہوں۔ میری گفتگو کا جناب والا! محور دو areas رہیں گے۔ پہلا foreign policy کا جو substantive issue ہے، جس کے معنی اس کے objectives اس کی direction, national interest کا perception, national threats کا perception, اس کے بعد international imperative اور domestic constraints ان دونوں کی موجودگی میں ایک پالیسی بنانا۔ یہ foreign policy بنانے کے بہترین طریقے ہوتے ہیں۔ یہ اس کا substantive part ہے۔ دوسرا اس کا procedural part ہے، وہ یہ ہے کہ foreign policy کس طرح بننی چاہیے، اس میں stakeholders کون کون ہیں، decision making کہاں ہونی چاہیے۔ میری نگاہ میں ان دونوں میں بڑی خرابیاں ہیں، بڑا بگاڑ ہے اور میری دعا ہے کہ ہمارے dynamic Foreign Minister جن کی ذات سے مجھے اچھی توقعات ہیں، وہ اس معاملے میں نئے initiative بھی لیں گے اور کھلے ذہن کے ساتھ کام کرنے کی کوشش کریں گے۔ محدود وقت میں ساری بحث کو سمیٹنا فی الحقیقت مشکل کام ہے لیکن میں جن چند چیزوں پر concentrate کرنا چاہوں گا وہ یہ ہیں کہ پہلی بات جو میں بڑے دکھ سے کہہ رہا ہوں لیکن یہ میرا دیانتدارانہ assessment ہے کہ ہماری foreign policy جسے پاکستان کی

policy made by foreigners for ہونا چاہیے' بار بار شبہ ہوتا ہے کہ وہ foreign policy
Pakistan. اور اس میں ہمارے foreign office کا role بڑا محدود رہا ہے۔ فیصلے کہیں اور
ہوتے ہیں اور خاص طور پر وہ دونوں ادوار جن میں اقتدار حکومت ایک شخص کے ہاتھوں میں
مرکوز رہا' اس نے قومی مفاد' قومی مقاصد' قومی امنگیں اور decision making process کو نظر
انداز کر کے پالیسیاں بنائی ہیں اور وہ پالیسیاں بیرونی اثر یا بیرونی دباؤ ' fear کے تحت ہیں
اور جو پالیسی fear اور pressure کے تحت بنے گی' وہ کبھی صحت مند اور مفید پالیسی نہیں
ہو گی اور یہ ہمارا المیہ رہا ہے۔ میں کوئی state secret فاش نہیں کر رہا ہوں۔ Mushahid
will bear me out کہ Foreign Relations Committee میں خود وزیر خارجہ کو یہ اعتراف
کرنا پڑا کہ کشمیر کے معاملے میں UN Resolution کو by pass کرنے کی جو بات کہی
گئی اس کی اطلاع اسے اخبار سے ہوئی۔ جس طرح مجھے اور آپ کو ہوئی۔ جناب والا! یہ سارے
معاملات بڑے سنگین ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کسی fear اور کسی pressure کے تحت میں
نے خود الفاظ استعمال کیے ہیں کہ international imparities بھی ہوتی ہیں اور domestic
constraints بھی ہوتے ہیں۔ انہیں آپ نظر انداز نہیں کرسکتے لیکن policy making
ideals قوم کی امنگوں کے ' national interests کے اور threat perception کے
context میں کیے جاتے ہیں اور جب تک کہ آپ یہ focus نہیں کریں گے آپ کبھی بھی
صحیح foreign policy نہیں بنا سکتے۔

جناب والا! دوسرا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ foreign policy کو initiate ہونا چاہیے
Foreign Office میں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ خود وزارت خارجہ کے اندر research
and policy analysis کا کام بڑے منظم اور مرتب انداز میں گہرائی کے ساتھ کیا جائے۔
ہمارے ہاں اس کی روایات موجود نہیں ہیں۔ 1978-79 میں جب مجھے کیبنٹ میں serve کرنے
کا موقع ملا' جن issues کو میں نے اٹھایا ان میں سب سے پہلا یہی تھا۔ اس وقت ایک فیصلہ
ہوا کہ research wing ہوگا policy wing ہوگا جو ان تمام چیزوں کو support کرے گا۔
ابتداء بھی ہوئی لیکن اس کے بعد اور تمام چیزوں کی طرح یہ بھی نہیں ہوسکا۔ میں مشورہ دوں گا
کہ foreign policy initiate کرنے کے لیے اصل مقام فارن آفس ہے اور وہاں بھی

research, analysis کا پورا اہتمام ہونا چاہیے ۔ اس کے ساتھ ساتھ private sector میں ادارے موجود ہیں اور خود آپ کے ریٹائرڈ خارجہ سیکریٹریز اور سفارتکاروں کی ایک اچھی کھیپ موجود ہے جس کو آپ استعمال کرسکتے ہیں institutionally or otherwise لیکن اچھے input کے ساتھ فارن پالیسی کا آغاز ہونا چاہیے۔

جناب والا! دوسری چیز یہ ہے کہ صرف Cabinet Policy نہ بنائیں بلکہ اس کو Parliament میں آنا چاہیے۔ اس کے لیے میری تجویز یہ ہے کہ جس طرح State of the Nation کا امریکہ میں ایک رواج ہے ۔ ہمارے ہاں بھی سال میں ایک بار کم از کم فارن پالیسی پر دونوں ایوانوں میں debate ہو۔ آغاز اس کا وزارت خارجہ سے وزیرخارجہ کی ایک statement کے ذریعے ہو تاکہ اس میں fix parameters اور جو ان کے آگے کے منصوبے ہیں وہ سامنے آئیں اور اس پر Parliament, debate کرے Committees, debate کریں اور پھر میں اس میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں جیسا کہ ابھی مشاہد نے بھی کہا اور رضا ربانی نے بھی کہا کہ کم از کم foreign agreements, treaties ان سب کا ratification تو لازماً Parliament میں ہونا چاہیے۔ یہ ایک colonial legacy ہے کہ آپ نے یہ کام کیبنٹ کو دے دیا ہے اور Parliament informed بھی نہیں ہوتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ ایک بڑا اہم پہلو ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ Parliament, Foreign Office کیا اس کی relationship ہو یہ تو اس کے process کے بارے میں ہے۔

جناب والا! اب میں دوسرے حصے پر آنا چاہتا ہوں یعنی content of foreign policy دیکھئے، content of foreign policy میں ہم چاہیں یا نہ چاہیں بدقسمتی سے اس وقت سب سے اہم ایشو امریکہ سے متعلق ہے اور امریکہ کی so called war on terrorism میں ہمارا کردار ہے۔ یہ سب سے اہم ہے باقی ساری چیزیں اس کے ارد گرد گھوم رہی ہیں۔ اس لیے یہ وہ مسئلہ ہے جسے آپ کو review کرنا پڑے گا۔ میں آپ سے یہ بات صاف کہنا چاہتا ہوں کہ terrorism اگر معصوم انسانوں کے خلاف قوت کا استعمال سیاسی مقاصد کے لیے ہو تو یہ غلط ہے، یہ گناہ ہے اس کو کسی شکل میں قبول نہیں کیا جاسکتا لیکن مجبور اور محبوس انسان اپنے حق کے لیے oppressors, occupiers, hegemonic colonizers کے خلاف جو جدوجہد

کرتے ہیں اور اس میں اگر violence کا، force کا استعمال بھی ہو تو اسے terrorism نہیں کہا جاسکتا۔ جناب والا! میں صرف ایک ریفرنس آپ کو دینا چاہتا ہوں Directory of International Affairs, Pagan کی ہے۔

The issue of terrorism has not so far produced a specific prohibio treaty mainly because of definitional problems associated with political preference, one man's terrorist is another man's freedom fighter and so international law has not thus far been able to encompass

جناب والا! terrorism کوئی ideology نہیں، terrorism کوئی ideal نہیں، terrorism ایک ہے، terrorism ایک activity ہے جس کو سمجھ نہیں سکتے اور جس کو آپ deal نہیں کرسکتے جب تک کہ جو objectives ہیں، جو situation ہے اس سے وہ relate کرے۔ اس وقت بدقسمتی سے امریکہ نے terrorism کے اس معاملے کو اپنے ایک grand design کے تحت استعمال کیا ہے ان مقاصد کے لیے جو as the only super power وہ دنیا میں اور اس ریجن میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے 9/11 کے واقعہ کو condemn کیا ہے اور دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کے نمائندوں نے categorically اسے condemn کیا ہے لیکن جس طرح امریکہ نے اسے استعمال کیا ہے اور اس کے نتیجے میں پوری دنیا کو terrorise بھی کیا ہے اور insecurity قانون، بین الاقوامی قانون، ملکی قانون، patriotism کے نام پر anti-terrorist قوانین کے نام پر انسانی حقوق، آج تک کی جو انسانی اقدار تھیں انہیں جس طرح پامال کیا ہے وہ ایک بڑی اندوہناک کہانی ہے۔ ہم اس میں جس طرح سے آلہ کار بن گئے ہیں اور ہم نے اس کو آگے بڑھایا ہے یہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایک جنگ میں شریک ہونے کے مترادف ہے۔ ہم نے اس میں شرکت کرکے جو ہمارے دوست تھے ان کو دشمن بنا لیا ہے، جہاں امن تھا وہاں فساد اور خونریزی کا راستہ کھول دیا جنرل پرویز مشرف نے 2003 کے بعد سے خاص طور پر۔ شروع ہوا 2001 سے ہی لیکن 2003 کے بعد جس طریقے سے انہوں نے کام کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کو rethink کیے بغیر، اس کو review کیے بغیر اور اس کو recast کیے بغیر، تبدیل کیے بغیر اور میں یہ بات صاف کہنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں دنیا کے عوام اور

پاکستانی عوام continuity نہیں تبدیلی چاہتے ہیں۔

جناب والا! مجھے اجازت دیں کہ میں اتنی بات آپ سے عرض کروں کہ خود امریکہ کے بارے میں ایک بہت ہی leading Economist Prof. Dr. Allen Cravonal "What Makes a terrorist, Economics and the roots of Terrorism" کے اوپر اس کی ایک بڑی اہم study ابھی آئی ہے۔اس میں اس نے باقاعدہ مطالعہ کیا ہے اس بات کا کہ خود امریکہ میں حقیقی risk, death from terrorism اور risk from other sources کیا ہیں۔ یہ بڑا interesting chart ہے وہ بتاتا ہے کہ سب سے زیادہ خطرہ heart disease سے ہے۔ 300 میں سے ایک death کا چانس heart disease سے ہے' پھر کینسر' نمونیہ وغیرہ وغیرہ suicide, terrorism کا نمبر کہاں آتا ہے 5.29 million افراد میں سے ایک کے مرنے کا خطرہ ہے terrorism سے لیکن آپ دیکھئیے کہ اس کے مقابلے میں کس طرح خود امریکہ نے اپنی نفرت میں جھونک دیا ہے۔ Officially اس وقت صرف عراق میں 600 billion افغانستان میں 200 billion اور Nobel Laurate Stiglet کی تحقیق کے مطابق اس کی cost پچھلے سات سال میں امریکہ کی economy میں 2 trillion dollar اور پوری دنیا میں 3 trillion dollar ہوچکی ہے۔ یہ تباہی مچائی گئی ہے اس کے اوپر اور جو policies کے ایشو تھے انہیں نظر انداز کرکے محض اسلام اور مسلم اور terrorist کے cliche سے یہ کام کیا جا رہا ہے۔ Professor Krueger اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہے' وہ یہ کہتا ہے'

I believe it is wrong for the West to fail to appreciate that our policies can lead to negative or even violent consequences

اصل مسئلہ ہے آپ کی policies کا لیکن آپ نے اس کو بنادیا ہے اسلام' مسلمان اور مدرسہ اور ہم اسی کے ساتھ ساتھ تالیاں بجاتے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔

جناب والا! مجھے اجازت دیں' میں یہ بھی بتاؤں آپ کو کہ خود یہ جو IRI کا امریکن سروے ہے' یہ امریکہ نے کروایا ہے میں نے نہیں کروایا۔ پاکستانی عوام کیا چاہتے ہیں' ان کا analysis کیا ہے' اسے آپ سن لیجیے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کی نگاہ میں آپ کے ووٹ دینے کے لیے' آپ کے جو مسائل ہیں ان میں سب سے اہم consideration کیا ہے'

ملک کا اصل مسئلہ کیا ہے۔ تو ان میں پہلا مسئلہ تھا inflation 55%, unemployment 15% صرف 12 % نے یہ کہا کہ terrorism بھی مسئلہ ہے۔ یہ ہے عوام کی appreciation اس مسئلے کے بارے میں جبکہ آپ نے اس کو ہر مسئلے سے الگ کرکے پورے ملک کی قسمت کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ اور آگے بڑھیے-----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے-----

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جی وقت کا خیال ہے۔ آپ مجھے موقع دیں' اس لیے کہ دیکھیے یہ بڑا اہم موضوع ہے اور میں محنت کرکے یہ بات پیش کررہا ہوں۔ سب سے اہم سوال یہ تھا کہ

do you think that Pakistan should cooperate with the United States on its war against terror?

بڑا clear سوال ہے۔ لیکن آپ دیکھیے کہ پاکستانی عوام کا کیا فیصلہ ہے۔ صرف 9 per cent کہتے ہیں کہ تعاون کیجیے' 89 per cent کہتے ہیں کہ تعاون نہ کریں' they totally disagree. یہ ہے پاکستانی عوام کا فیصلہ۔ باقی دنیا کو آپ دیکھیے' یہ World Public Opinion Survey ہے اور اس کے اندر یہی سوال کیا گیا ہے' دنیا کی آبادی کا 72 per cent یہ کہتا ہے کہ ہمیں اصل threat امریکہ سے ہے' terrorism سے نہیں۔ امریکہ اصل threat ہے۔

ایک اور سوال جو اس World Survey میں پاکستان کے ضمن میں آیا ہے' سوال یہ تھا'

Do you think the cooperation of the last few years between Pakistan and the U.S. on security and military matters has mostly benefitted Pakistan, the United States or both?

جناب والا! صرف 6 فی صدی کا خیال یہ ہے کہ پاکستان کو فائدہ پہنچا ہے' 44 فی صدی کا یہ ہے کہ پاکستان کو فائدہ نہیں پہنچا صرف امریکہ کو فائدہ پہنچا ہے۔ 12 per cent کا خیال یہ ہے کہ دونوں کو پہنچا ہے۔

اگر آپ Global View Attitude Survey کو دیکھیں تو اس میں بھی صاف کہا گیا ہے، سوال تھا،

Please tell me favourable, somewhat favourable, somewhat unfavourable or very favourable opinion about United States.

پاکستان میں 68 per cent نے کہا ہے unfavourable. پوچھا گیا کہ:

Which comes closer to describing your view. I favour the U.S. led efforts to fight terrorism, or I oppose the U.S. led war against terror.

جناب والا! اس میں خود امریکہ میں 23 per cent نے کہا ہے کہ یہ war غلط ہے۔ لیکن اگر آپ مسلم ممالک دیکھیں، پاکستان دیکھیں تو invariably سب نے یہ کہا ہے کہ ہم ہرگز اس کے حق میں نہیں ہیں۔ پاکستان میں 60% نے کہا ہے کہ یہ war غلط ہے، ہم اس میں تعاون نہیں کرنا چاہتے۔ بش کی پسندیدگی، ناپسندیدگی بعینہ یہ معاملہ ساری دنیا کا ہے۔ میرے پاس اور بھی material ہے لیکن میں وقت کی کمی کی بنا پر اسے touch نہیں کرتا۔

جناب والا! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ War on Terrorism ایک misnomer ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ ایک بے معنی چیز ہے، war ہوتی ہے کسی specific objective کے لیے، یہ ایک elusive, meaningless, undefineable چیز ہے۔ جو کہا گیا کہ ہم destroy کردیں گے، military means سے ختم کریں گے، اس سے بڑی غلط بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا ایک crisis کے اندر ہے۔ Terrorism کا خاتمہ اگر ہوسکتا ہے تو وہ قوت سے نہیں ہوسکتا، وہ مذاکرات سے ہوگا۔ ان issues کو address کرنا ہے جن کی بنا پر یہ demon behaviour رونما ہوتا ہے۔ Dialogue وہ process ہے جس سے آپ دوسروں کو غلط means سے نکال کر صحیح means کی طرف لاسکتے ہیں اور causes, injustice, grievances جب تک occupation ختم نہیں ہوگا resistance رہے گی۔ Issue resistance نہیں، issue occupation ہے۔ امریکہ نے problem کو غلط define کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ problem resistance ہے۔ ہم کہتے ہیں نہیں،

occupation is problem, oppression is problem, injustice is problem, your policies are problem.

اس لیے جب تک کہ shift of focus نہیں ہوگا' اس وقت تک آپ اس دلدل سے نہیں نکل سکتے' نہیں نکل سکتے' نہیں نکل سکتے۔ اس لیے آپ سے میری سب سے پہلی درخواست یہی ہے کہ خدا کے لیے honestly, objectively review کیجیے' سارے حقائق کو سامنے رکھ کر کیجیے اور امریکہ کے بارے میں attitude بدل لیں۔ ہم یہ نہیں کہتے امریکہ سے آپ قطع تعلق کر لیجیے۔ ہرگز نہیں۔ وہ ایک سپر پاور ہے' اس سے ہمارے relations ہونے چاہییں لیکن آج عالم یہ ہے کہ ہماری قسمت کے فیصلے واشنگٹن میں ہورہے ہیں۔ واشنگٹن کے لوگ پاکستان کی سرزمین پر آکر ہمیں dictate کررہے ہیں۔ جناب والا! 37 مرتبہ پچھلے دو سال میں ہمارے frontiers کو American Forces نے' NATO Forces نے violate کیا ہے۔ کبھی ہم خاموش رہے ہیں' کبھی ہم نے بڑے ادب سے احتجاج کیا اور کبھی ہم نے آگے بڑھ کر اسے خود اوڑھ لیا کہ حضور یہ آپ نے نہیں' ہم ہی نے اپنے اوپر حملہ کیا ہے۔ جناب والا! یہ معاملہ ختم ہونا چاہیے۔ وقت آگیا ہے کہ امریکہ سے صاف کہہ دیا جائے اور یہ صرف کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے پوری political will ہونی چاہیے کہ violation کے معنی act of war against Pakistan ہے اور Pakistani Forces will retaliate, Pakistani nation will retaliate, this is the only way. آپ کو معلوم ہے کہ ابھی نیگرو پونٹے نے کیا کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس علاقے میں حتیٰ کہ پاکستان پر direct بلا اجازت مداخلت' اگر ہم اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہونے کا امکان دیکھیں گے تو even at the cost of destabilization of Pakistan یہ الفاظ ہیں' ہم intervene کریں گے۔ یہ ان کے عزائم ہیں اور یہ آپ کا حال ہے۔ جناب والا! جب تک کہ یہ attitude نہیں بدلے گا' امریکہ سے معاملات with respect and with honour. نہیں ہوسکتے ہیں۔ امریکہ سے ڈیل کیجیے لیکن

جناب والا! دوسرا issue میری نگاہ میں ہندوستان سے تعلقات ہیں۔ ہندوستان سے ہمارے تعلقات دوستانہ ہونے چاہییں۔ Geographical limits can be changeable لیکن جو issues بنیادی' اصولی' انسانی' سیاسی اور جن پر پاکستان کے مستقبل کا انحصار ہے' سیاسی بھی

معاشی بھی، اگر ان کو نظر انداز کرکے یہ کام کیا گیا تو یہ پاکستان کے ساتھ دشمنی ہوگی اور قوم اسے کبھی معاف نہیں کرے گی، قبول نہیں کرے گی۔ کشمیر کا معاملہ ہمارے لیے محض border issue نہیں۔ اس پر پاکستان کی تکمیل اورمستقبل کا انحصار ہے۔ یہ ڈیڑھ کروڑ انسانوں کے حق خودارادیت کا مسئلہ ہے۔ ہم human rights کی باتیں کرتے ہیں، ہم قوموں کو رائے کا حق دینے کی باتیں کرتے ہیں لیکن جس چیز کے اوپر ہم گواہ ہیں، جس کے اوپر انڈیا گواہ ہے، جس پر world community گواہ ہے، جس پر U.N. resolutions موجود ہیں، اس کو نظر انداز کرکے۔۔۔۔CBMs. کر کے آپ نے دیکھ لیا، تین سال سے آپ کیا جھک مار رہے ہیں اور کیا حاصل ہوا ہے۔ آپ نے مایوس کیا ہے ان لوگوں کو جو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کررہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ پانچ لاکھ افراد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرچکے ہیں آزادی کے لیے اور اس حق کے لیے۔ آپ کو کیا حق ہے اس بات کا اور یہ وہ policy ہے جو قائد اعظم نے بنائی تھی۔ یہ وہ policy ہے جس کے اوپر پورے ملک میں اصولی اتفاق رائے ہمیشہ رہاہے۔ آپ نے یک طرفہ انداز میں، بڑے ایک out of box solution کے شوق میں ایسا راستہ اختیار کیا جس سے آپ نے اس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

میں وزیر خارجہ اور موجودہ حکومت سے کہوں گا کہ خدا کے لیے ہوش کے ناخن لیجیے اور جو ہمارا اصولی موقف ہے اس پر آئیے۔ ہندوستان سے ہم دوستی بھی چاہتے ہیں، تجارت بھی چاہتے ہیں، cultural تعلقات بھی چاہتے ہیں لیکن پاکستان کا قیام کچھ خاص مقاصد سے ہوا ہے۔ ہماری بھی پچھلی ایک تاریخ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم کس سے deal کر رہے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ کیا کرتے رہے ہیں۔ اس پورے زمانے میں جو کچھ انہوں نے کیا ہے CBM کے نام پر اگر اس پر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتی ہیں تو پھر کب کھلیں گی۔

جناب والا! میں ایک بات یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ Middle East ہمارے لئے بے حد اہمیت رکھتا ہے لیکن مشرف حکومت نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کا دروازہ کھول کر امریکہ کی خوشنودی اور اسرائیلی لابی سے اپنے فائدے حاصل کرنے کے لئے جو کام کیا ہے وہ امت مسلمہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے۔ اس پالیسی کو بھی review کیجیے۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس نتیجے کے طور پر پوری عرب دنیا میں، وہ جو پاکستان سے محبت کرتے

تھے اور پاکستان کے دکھ درد میں برابر کے شریک تھے' ان کو کتنا shock ہوا ہے' کتنا دھچکا لگا ہے۔ محض چند حکمران جو قوم اور امت کی نمائندگی نہیں کرتے' جو مغربی مفادات کے محافظ بنے ہوئے ہیں اسلامی ممالک کے اندر انہیں آپ امت نہ سمجھیے' انہیں آپ اصل سیاسی قوت بھی نہ سمجھیے' اصل سیاسی قوت مسلم عوام ہیں' امت مسلمہ ہے اس کے جذبات' اس کے احساسات' اس کی توقعات آپ کے سامنے ہونی چاہییں۔

جناب والا! میں quickly یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ افغانستان کے بارے میں بھی ہماری جو پالیسی ہے اسے بہت سنجیدہ غور وفکر اور مشاورت کے بعد review کرنے کی ضرورت ہے۔ افغانستان سے ہمارے تعلقات دین' تاریخ' زبان' جغرافیہ' تہذیب وتمدن ان سب بنیادوں پر ہیں۔ لیکن یہ جو فوجی secrecy, strategic depth اور جس کے نتیجے کے طور پر تعاون کی بجائے manipulate کرنے کی کوشش کی گئی' اپنے مفید افراد اور مخالف افراد' یہ کھیل کھیلا گیا۔ یہ بڑا خطرناک رہا۔ ہمیں اس سے بھی پیچھے آنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اور ہمارے افغان بھائی' افغانستان کے سارے لوگ' ان کی قیادت اور جو کچھ تعلقات 80's میں پیدا ہوئے تھے' دراصل ہم نے اس کو گنوا دیا۔ میں دکھ سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ کابل میں اور کچھ اہم مقامات پر جو پاکستان کے لئے پہلے محبت اور عزت تھی وہ موجود نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں انڈیا نے وہاں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ ہمارے لئے وہاں threat بنائی ہے' تو یہ پوری کی پوری پالیسی review چاہتی ہے۔

آخر میں ایک بہت ہی نازک مسئلہ ہے لیکن میں اس پر بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ چین جو ہمارا بہترین دوست رہا ہے اور جتنا ایک new model international relations کے نظریات کے خلاف' دینی اختلاف کے باوجود ایک تعاون اور تعاون بھی اخلاص اور trust کا ہے' ever lasting اور دونوں کے لئے strategic مفاد ہو سکتا ہے۔ مجھے تیس سال سے چین کی leadership سے direct deal کرنے کا موقع ملا ہے۔ الحمدللہ میری ملاقاتیں وہاں کے President, Secretary General of the Party سے ہوئی ہیں۔ ان کی Chairman on Defence Committee سے بھی ہوئی ہیں۔ میں آپ سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ reservoir of goodwill is there, but there are new trends, there are

new challenges, اور اگر ہم نے محض ماضی پر نگاہ ڈال کر حال کے زمینی حقائق کو نظرانداز کیا تو یہ ایک بہت بڑی غلطی ہو گی۔ چین کی دوستی ہمارے لئے ضروری ہے اور ہماری دوستی چین کے لئے ضروری ہے لیکن اس کے لئے آپ کو کچھ نئی سوچ لانا پڑے گی۔ محض صرف یہ بات کہ ہمارے تعلقات ہمالیہ سے بلند اور سمندروں سے گہرے ہیں' وہ سب باتیں ٹھیک ہوں گی لیکن ground realities یہ ہیں کہ جتنے agreements آپ نے کئے ہیں ان میں سے 50% بھی implement نہیں ہوئے ہیں۔ جب تک یہ government level کے ساتھ ساتھ عوام کے level پر' institutions کے level پر' میڈیا کے level پر اور پھر تجارت کے level پر' joint productions, commonality of interest موجود ہے' لیکن وہ agreement ساتھ نہیں ہوئے۔ بڑے گہرے غوروفکر کی ضرورت ہے۔ Foreign Office کی بڑی ذمہ داری ہے کہ جن پانچ areas کو میں نے identify کیا ہے ان کے بارے میں وہ سوچ و بچار کریں۔ خدا کے لئے continuity کے چکر میں نہ پڑیں۔اپنے نئے وزیراعظم اور وزیر خارجہ سے میں نے جو الفاظ سنے ہیں کہ terrorism کی جنگ امریکہ کے لئے ہماری جنگ ہے۔ ہم اسے اپنے انداز میں لڑیں گے۔ یہ President Bush کی آواز کی بازگشت ہے۔ خدا کے لئے اس چکر سے نکلیے۔ Terrorism کیا ہے' پہلے اسے متعین کیجیے' کس کو خطرہ ہے کس چیز سے اس کو متعین کیجیے۔ ٹھیک ہے جہاں پر مسائل ہیں ہمیں ان مسائل کو حل کرنا ہے' لیکن میں آپ سے صاف کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر مسائل ہم نے پیدا کیے ہیں' اپنی غلط پالیسیوں' اپنی غلط ترجیحات اور محض قوت کے استعمال سے مسائل کو حل کرنے سے اور مجھے اجازت دیں جناب والا اگر میں چلتے چلتے یہ بھی کہہ دوں کہ میری نگاہ میں خودکش حملہ غلط چیز ہے لیکن جس طریقے سے وہ پاکستان میں ہوئے' پہلے کوئی ایسی activity نہیں تھی۔ یہ صرف President Bush کی war on terror میں ہماری شرکت کے بعد کی پیداوار ہے۔آپ اگر اس میں بھی گہرائی میں جا کر سارے cases کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ پہلے ان کا target foreign government تھی پھر ان کا target وہ شخص ہوا جو ان کی نگاہ میں foreign government کی policy کو یہاں پر promote کر رہا ہے' پھر ان کا target فوج بنی جو ان کی نگاہ میں اس جنگ میں جھونک دی گئی اور اس کے بعد پھر خاص طور سے لال مسجد اور جامعہ

حفصہ کے بعد ادھر there is a message in madness اسے analyse کیجیے، متعین کیجیے کہ کیا causes ہیں تب ہی آپ حل کر سکیں گے۔ محض یہ کہہ دینا کہ ہم اپنے انداز میں لڑیں گے، یہ جنگ ہماری جنگ نہیں ہے۔ دوسروں کی جنگ کو اپنے اوپر لے کر، خدا کے لئے اس ملک کو مصیبت میں نہ ڈالیں۔ اس لئے continuity رہی to review, rethink and new policies اور یہ policies initiate کیجیے، parliament میں بنائیے، قوم کو اعتماد میں لیجیے۔ اگر قوم کی امنگوں کے مطابق آپ کی پالیسی نہیں ہو گی تو آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یاایھاالذین امنو ادخلوا فی السلم کافہ۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ عنوان پر آنے سے پہلے میں دو چار بنیادی چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ ہمیں بہرحال اس چیز کو سمجھنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور بحیثیت مسلمان ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ جس ملک میں آج ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، اسلامی جمہوریہ پاکستان، یہ ایسے ہی مفت میں نہیں بنا۔ اللہ کے بندوں نے بہت بڑی قربانیاں دیں۔ اس کے بعد یہ ملک بنا ہے۔ پاکستان اس لئے بنایا گیا تھا کہ یہاں پر شریعت کا راج ہو گا۔ لوگوں کو انصاف ملے گا۔ قرآن اور سنت کے احکامات کے مطابق یہاں پر قانون سازی کی جائے گی۔ قیام پاکستان کی تحریک میں قائداعظم کی تقاریر کو اگر آپ پڑھیں تو اس میں بھی یہ تمام چیزیں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ قرارداد مقاصد کو آپ پڑھ لیں، اس میں بھی یہ تمام چیزیں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ 1973ء کے آئین میں بھی اس چیز کی ضمانت دی گئی ہے۔ خارجہ پالیسی ہو یا داخلہ پالیسی، معاشی معاملات ہوں یا معاشرتی معاملات، نجی مسائل ہوں یا اجتماعی مسائل، اسلام ہر field میں ہماری کامل اور مکمل راہنمائی کرتا ہے کیونکہ اسلام ایک complete code of life ہے۔ بنیادی طور پر میں جو دو چار چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں اس عنوان پر آنے سے پہلے وہ بحیثیت ایک مسلمان کے یہ چار اصطلاحات ہم سمجھنے کی کوشش کریں، اسلام، اطاعت، تقویٰ اور عبادت۔ اسلام کا معنی ہے سر تسلیم خم کرنا۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔

یاایھاالذین امنو ادخلوا فی السلم کافہ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان والو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم full time مسلمان ہیں کہ part time مسلمان ہیں۔ کچھ چیزیں تو مانتے ہیں کچھ کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں افتؤ منون ببعض الکتاب وکتفرون ببعض۔ ترجمہ: آپ بعض چیزوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے' یہ چیز اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ ہم full time مسلمان بن جائیں اور مکمل طور پر اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کو مانیں۔ Take it all or leave it all اسلام کا بنیادی فلسفہ ہے۔

اطاعت کا مطلب کیا ہے ؟ دل کی محبت سے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کو تسلیم کرو۔ مجبوری سے نہیں ۔ فرمایا گیا۔ فلا و ربہ لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم ھوجاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً

اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے جو فیصلہ آئے دل کی گہرائیوں سے اسے تسلیم کرلینا چاہیے۔ تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نافرمانی سے بچیں۔ اللہ کی ناراضگی سے ڈریں۔ تقویٰ کا یہ مفہوم ہے کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جائیں۔ فرمایا گیا -----

یا ایھا الذین آمنوا اتقواللہ حق تقاتہٖ ولا تموتن الا و انتم مسلمون

یعنی اے ایمان والو! تقویٰ کا راستہ اختیار کرو ۔ اللہ سے ڈرو ۔ جو اللہ سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر مسلمان ہو کر مرو۔

اور آخری اصطلاح جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ عبادت کی اصطلاح ہے ۔ عبادت کا معنی ہے بندگی اور پرستش ۔ بندگی میں اطاعت کا پہلو ہے۔ پرستش میں محبت کا پہلو ہے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ بندہ یعنی غلام ' ملازمت میں اور غلامی میں فرق ہے۔ ملازم کا مخصوص کام ہوتا ہے اور مخصوص وقت ہوتا ہے۔ کوئی ڈرائیور ہے ' کوئی باورچی ہے ' کوئی جھاڑو لگاتا ہے ' آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہے۔ اس کے بعد وہ آزاد ہے۔ مگر ہم اللہ کے بندے ہیں۔ ہمہ وقت ' ہمہ تن ' ہمہ وجود ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو ماننا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

اچھے حکمران کون ہیں ؟ کون سے لوگوں کو ' کون سے حکمرانوں کو اچھا حکمران کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ

خود فرماتے ہیں الذین ان مھناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و آتوالزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبتہ الامور

یعنی اچھے حکمران وہ ہیں کہ جب ان کو اقتدار مل جائے وہ نماز کو قائم کریں ' زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں ' نیکیوں کا حکم کریں ' برائیوں سے روکیں'

اور برے حکمران کون سے ہیں ؟ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشہ فی الدین آمنوا

جو لوگ چاہتے ہیں کہ برائی بڑھے ' فحاشی بڑھے ' عریانی بڑھے ' فتنہ بڑھے ' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ برے لوگ ہیں ۔ ان کے لئے یہاں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔

ہم مسلمانی کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلامی ملک ہے۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ لیکن ہمارا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لئے کہا تھا ----

چومی گویم مسلمانم بلرزم　　کہ دانم مشکلات الالہ را

اور پھر یہ بھی فرمایا ----

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو لیکن بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی کام کرنا چاہیے اس میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ کی رضا کو مقصود بنانا چاہیے۔ خارجہ پالیسی بھی اسی نقطہ نظر سے ہمیں بنانی چاہیے۔ ایک ایسی خارجہ پالیسی جس سے ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہمیں اللہ سے ڈرنا چاہیے غیر اللہ سے نہیں۔ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے غیر اللہ پر نہیں۔ سپر پاور ایک اللہ کی ذات ہے۔ یہ آج کی سپر پاورز انشاء اللہ کل صفر پاور ہو جائیں گی۔ سوویت یونین بھی کل سپر پاور تھا لیکن آج نہیں ہے اور امریکہ پر بھی اللہ کا عذاب آنا ہے۔ یہ آپ لکھ لیں اور نوٹ کرلیں کہ یہ امریکہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔ یہ اللہ کے قہر سے بچ نہیں سکتا۔ ان نام نہاد سپر پاوروں کی وجہ سے ہمیں اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ مقابلے کی قوت نہیں تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لائن دی۔

من رؤا منهم منکرا فلیغیده بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان

یعنی طاقت ہے تو برائی کو قوت بازو سے روکو ' اتنی طاقت نہیں تو زبان سے روکو ' اگر تم بالکل گئے گزرے ہو تو کم از کم گناہ اورظلم کے کام میں کسی ظالم کی مدد نہ کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دل میں برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے لیکن اتنا ایمان بھی کسی کا ہوگا تو یہ بھی جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا۔ یہ war against terror جو ہے اس سے تو ہماری جان چھڑائی جائے۔ یہ دہشتگردی کے خلاف جنگ نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی نسل کشی کی جنگ ہے۔ دوسری بات یہ کارٹونوں کا مسئلہ درمیان میں آیا ۔ ہماری اس حکومت کو ہمت کرنی چاہیے یا تو ان ممالک سے ایسا احتجاج کیا جائے کہ وہ معافی طلب کریں امت مسلمہ سے اور آئندہ کے لئے وعدہ کریں کہ اس قسم کی بات وہاں نہیں ہوگی۔ اگر وہ نہیں کرتے تو ان تمام ممالک سے ہمیں فوری طور پر سفارتی تعلقات منقطع کردینے چاہییں۔

گزشتہ حکومت نے عملی طور پر پاکستان کو امریکہ کی کالونی میں تبدیل کر دیا۔ جنرل پرویز مشرف نے کائنات کے سب سے بڑے دہشتگرد بُش کے کہنے پر ملک کو داؤ پر لگا دیا۔ ہماری اس غلط پالیسی کی وجہ سے بُش کے نمائندے روزانہ آرہے ہیں اور اب بھی ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں کہ do more,do more, یعنی ابھی کچھ مزید تمہیں کام کرنا ہے۔ میں اپنے موجودہ حکمرانوں سے درخواست کرتا ہوں ' التماس کرتا ہوں اور ہاتھ جوڑتا ہوں کہ خارجہ پالیسی کو تبدیل کرو۔ پڑوسی ملک سے سبق حاصل کیجیے۔ ایران ہمارا پڑوسی ملک ہے ۔اس نے آج تک امریکہ کو سجدہ نہیں کیا۔ ڈٹا ہوا ہے ' گھٹنے نہیں ٹیکے ' کیا ایران ختم ہو گیا ؟ اگر ہم کوئی غیرتمند پالیسی اختیار کریں گے تو انشاء اللہ ہم بھی باقی رہیں گے۔ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بُش اور براؤن کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

پرویز مشرف نے جن قبائلیوں کو بے گناہ قتل کروایا۔ یہ ظلم ہوا۔ یہ سلسلہ ابھی بھی کچھ نہ کچھ چل رہا ہے۔ اس ظلم کو فوری طور پر بند کرنا چاہیے۔ مذاکرات اور ڈائیلاگ کے ذریعے معاملات کو حل کیا جائے۔ سوات میں ' وانا میں ' وزیرستان میں ' قبائلی علاقہ جات میں ' جو خونی کھیل کھیلا گیا امریکہ کو راضی کرنے کے لئے ' یہ لال مسجد میں ' یہ پاکستان کی تاریخ میں ایک

کربلا برپا کر دی گئی۔ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ جس میں سینکڑوں طالبات کو جو حافظات تھیں ' عالمات تھیں ' صالحات تھیں ' ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور بچوں کو شہید کر دیا گیا کہ کسی طرح امریکہ کو راضی کر لیا جائے اور وہاں سے شاباش ملے۔ -----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو : قرآن پاک کے مقدس نسخوں کو شہید کیا گیا اور جناب والا! جامعہ حفصہ کو بلڈوز کیا گیا۔ میں نے اس وقت بھی اس فلور پر کہا تھا کہ جن لوگوں نے لال مسجد میں آپریشن کیا ہے' یہ اس دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے اور آخرت میں بھی ذلیل ہوں گے اور یہاں پر آپ نے دیکھ لیا کہ اس واقعے کے ذمہ دار لوگوں کو الیکشن کے ذریعے اللہ نے ذلت اور رسوائی سے ہمکنار کیا۔ آج ہمارے گزشتہ حکمران بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری غلطی تھی۔ شہیدوں کا خون ناحق رنگ لایا۔

جناب چیئرمین! ہمیں ہمت کرنی چاہیے ' میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جا کر لڑائی لڑیں لیکن غیرتمندانہ پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ پھر جب تک ہم ہمت نہیں کریں گے اللہ کی مدد نہیں آئے گی۔ یہ اصول ہے ان اللہ لا یغیر مابقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

پیپلز پارٹی اس وقت بڑی پارٹی ہے۔ میں پیپلز پارٹی کے عمائدین سے کہتا ہوں کہ بھٹو صاحب کی آخری تقریریں پڑھ لیں۔ انہوں نے کس انداز میں امریکہ کو للکارنا شروع کیا تھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ بھٹو صاحب مرحوم کو اور شاہ فیصل مرحوم کو امریکہ نے ایک سازش کے تحت راستے سے ہٹایا تھا۔ انہوں نے اپنی جان کی قربانی دی ۔ ہمت کیجیئے ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ یزیدیت کے راستے پر چلنا شیطان کو راضی کرنے کی علامت ہے۔ حسینیت کے راستے پر چلنا رب رحمٰن کو راضی کرنے کی علامت ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ شہادت مومن کے لئے سعادت ہوتی ہے۔ حضرت عمر کو دیکھیں ' حضرت عثمان کو دیکھیں ' حضرت علی کو دیکھیں اور حضرت حسین کو دیکھیں۔ انہوں نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ آؤ آج

ہم عہد کریں اور ان پاکیزہ ہستیوں سے اور ان کے کردار سے سبق حاصل کریں۔ آج ہم عہدکریں کہ ہم امریکہ کے بندے نہیں بنیں گے ' اللہ کے بندے بنیں گے ۔ امریکہ کی غلامی نہیں کریں گے ' اللہ کی غلامی کریں گے ۔ امریکہ کے ناجائز احکامات کو قبول نہیں کریں گے۔ مسلمان تو موحد ہوتا ہے۔اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہے اور موحد کی تعریف کیا ہے۔

موحد چو درپاء ریزی زرش
چو ششیر ھندی نھم بر سرش
امیدو ھراسش نہ باشد ز کس
ھمیں است بنیاد توحید بس

یعنی چند ٹکوں کی خاطر 'چند ڈالروں کی خاطر اپنی غیرت کو نیلام کرنا' بےغیرتی کا کردار ادا کرنا' یہ مسلمانوں کی شان نہیں ہے۔ موت کے ڈر کی وجہ سےہمیں ایسی پالیسیاں اختیار نہیں کرنی چاہیئں ' مرنا تو ویسے بھی ہے کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ گزر جائے گی زندگی۔

زندگی دو دن کی ہو یا سو سال کی گزر جائے گی۔ کاندھےپر کملی ہو یا کہ ہو شال گزر جائے گی۔

اگر امیروں کی بہ اقبال گزر جائے گی تو غریبوں کی بھی بھرحال گزر جائے گی۔

شہیدوں کے خون نا حق سےہمیں سبق لینا چاہیے اور آج ہمیں عہدکرنا چاہیے کہ ہم آزاد خارجہ پالیسی اختیار کریں گے اور امریکہ کو راضی کرنے کے لیے' سامراج کو راضی کرنے کے لیے ' یہودیوں کو راضی کرنے کے لیے اپنے بےگناہ بھائیوں کا قتل عام نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم صحیح فیصلے کریں جس سے ہماری نیک نامی ہو' اللہ تعالیٰ راضی ہو اور بےگناہ لوگوں کے قتل عام کا سلسلہ بند ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ' ڈاکٹر خالد رانجھا۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی اس بحث میں مشاہدحسین صاحب نے صحیح سطور پر فارن پالیسی کےمتعلق گزارشات کی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب ہم فارن پالیسی کی بات کر رہے ہیں تو یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی کسی کو درس

دے رہا ہے۔ فارن پالیسی ملک کی بقا کی بات ہے اور اس میں اس طرف سے اور اس طرف سے بھی یکساں دلچسپی ہے۔ آج ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ نئی حکومت آئی ہے' نئے قائدین آئے ہیں' نئی سوچ' نئی فکر لے کر آئے ہیں اور اتنے ہی محب وطن ہیں جتنے اس سائیڈ پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج یہ ایوان جاننا چاہتا ہے کہ چونکہ ملک کی بقا ہماری خارجہ پالیسی سے وابستہ ہے تو ہمیں بتائیے گا کہ آپ نے کیا سمت اختیار کی ہے اور اگر وہی سمت رکھی ہے جو پہلے تھی تو کیا آپ نے کوئی ترجیحات تبدیل کی ہیں یا وہی ترجیحات ہیں جو پہلے تھیں۔ تو آج میں دوبارہ عرض کروں گا کہ آج کی جو debate ہے اس کا احاطہ یوں ہونا چاہیے کہ یہ قوم جاننا چاہتی ہے اور میں اس ایوان کی وساطت سے کہتا ہوں کہ قوم کو آگاہ کیجیے جیسے صبح آپ بتا رہے تھے کہ energy کا بحران ہے اور بحران کو deal کرنے کے لیے ہماری یہ پالیسی ہے ۔ اسی انداز سے میں گزارش کر رہا ہوں کہ آج کی بحث کا جو احاطہ ہے اس کو بجائے دائیں بائیں کرنے کے ' بجائے اس کو اپنی ذاتی سوچ کے ساتھ منظم کرنے کے' اس کو خدا را ان سطور پر رکھیے گا کہ ہم حاکموں سے یہ پوچھیں کہ ہماری سمت کیا ہے اور ہماری ترجیحات کیا ہیں؟ ماضی میں ہماری خارجہ پالیسی reactionary رہی ہے ۔ It was never a proactive foreign policy. It was a reacting policy. اگر ہندوستان کہے کہ کوا کالا ہے تو ہم کہتے کہ کوا سفید ہے اور اس میں ہمارا moot point کشمیر تھا۔ کشمیر آج بھی ہماری خارجہ پالیسی کا محور ہے۔ اگر وہ امریکہ کی طرف منہ کرتے ہیں تو ہر پاکستانی کے ذہن میں کشمیر آ جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کو support کریں گے اور ہم سے کشمیر چھن جائے گا۔ ہم کشمیر حاصل نہیں کر سکیں گے۔ آج بھی خواہ ہماری policy reactionary ہے یا proactive ہے ہمارے ذہن پر پچھلے ساٹھ سال سے کشمیر سوار ہے ۔ ہم نے پورے ملک کو کشمیر کے حصول کے لیے داؤ پر لگایا' کشمیر بنے گا پاکستان اور اسی دوران پاکستان ایک atomic power بن گیا ہے۔ ہندوستان بھی atomic power ہے اور کشمیر ایک flash point ہے ۔ میں حکومت سے پوچھنا چاہوں گا اس تناظر میں دیکھتے ہوئے کہ ایک تو پوری قوم کو پچھلے ساٹھ سال میں ہم نے ایک mindset دیا ہے جس mindset میں India hatred ہے' جس mindset میں کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور جس mindset میں یہ ہے کہ ہاں جی' ہم کشمیر کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے' جس

mindset میں ہم نے جذبہ شہادت یا جذبہ جہاد کو اجاگر کیا' پھر کہا کہ ہم نے جنگیں لڑ کر دیکھ لی ہیں' ہم بذریعہ طاقت کشمیر نہیں لے سکے چلو بذریعہ diplomacy لیتے ہیں۔ ہم ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جس سے ہماری دوستی ہو جائے اور پھر کشمیر resolve ہو جائے۔ میں آج یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پہلی بات یہ ہے کہ کیا ہماری فارن پالیسی میں کشمیر کی اہمیت وہی ہے یا نہیں؟ نمبر دو' اس کے لیے ہمارا mechanism کیا ہے؟ اور نمبر تین' do we fix a timeframe or not. Any foreign policy minus a timeframe viz a viz India and Kashmir would be duping yourself اس سے ہم پوری قوم کو ایک سراب دکھا رہے ہیں۔ دوسرے اس سے بڑا اپنے آپ کے لیے دھوکہ کوئی نہیں ہے تو آج میں یہ چاہوں گا کہ ہمارے وزیر خارجہ قوم کو اعتماد میں لیں' قوم کو بتائیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں' اس issue پر کوئی difference of opinion نہیں ہونا چاہیے چونکہ اس وقت یہ قائد ہیں اور یہ قوم کو بتائیں کہ ہاں جی! یہ اس مسئلے کو حل کر رہے ہیں۔ یہ ایک خالصتاً خارجہ پالیسی کا حصہ ہے۔ ماضی میں ہماری خارجہ پالیسی میں کیا تھا' ہم بذریعہ زور بازو لیں گے' بذریعہ بندوق لیں گے' بذریعہ طاقت لیں گے اور جہاں بھی آپ نے طاقت سے انحراف کیا' لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ مجھے یاد پڑتا ہے جب کارگل issue تھا جس میں پاکستان نے فوج کشی کی تھی میاں نواز شریف صاحب نے فوج واپس بلا لی تو باہر ایک خاتون بکریاں چرا رہی تھی تو اس نے کہا کہ جی "شودا ڈر گیا اے فوجاں واپس بلا لیاں سو" وہ خاتون جو بکریاں چرا رہی تھی ' اس کا یہ ردعمل تھا اور وہ بھی یہ قبول نہیں کر رہی تھی کہ قوم یا ملک یا فوج میں regression آئے یا کمزوری نظر آئے ۔ تو آج اگر ہم diplomacy کی طرف جا رہے ہیں' mindset ہمارا وہی ہے وہ ہم تبدیل نہیں کر سکے' mindset حصول کشمیر ہے ،لیکن اگر اس کو ہم through trading, through cross border جو آپ وفود بھیج رہے ہیں لیکن قوم کو جیسے صبح بتا رہے تھے کہ ہم آپ کو بجلی مہیا کر دیں گے تین سال میں' اچھا تین سال نہیں تو ہم آپ کو آٹھ سال میں کر دیں گے ' ہم آپ کو سات ماہ میں کر دیں گے۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ ہماری قوم کا mindset تو وہیں کھڑا ہے' ہمیں ایک timeframe دے دیجیے کہ یہ ہماری پالیسی ہے اس پر ہم گامزن ہو کر اتنے عرصے میں اس کو حل کر پائیں گے' یہ نہیں کہ اتنے عرصے میں ان کے حوالے کر دیں گے' اتنے عرصے میں حل کر پائیں گے

اور حل وہ ہوگا جو قوم چاہتی ہے۔

دوسری بات جو قابل ذکر ہے کہ پاکستان کی ایک سرحد جو ہندوستان سے منسلک ہے ہمیشہ under pressure رہی ہے۔ ہماری دوسری سرحد افغانستان کے ساتھ ہے' ہم بڑے سکون سے تھے اور بڑی دیر تک سکون سے رہے کہ porous بارڈر ہونے کے باوجود' ایک ہزار کلومیٹر لمبا بارڈر تھا' it was a safest border. آج سب سے مشکل تحفظ اس بارڈر کا ہے۔ اس میں ہمارے تعلقات افغانستان سے یا ہمارے تعلقات امریکہ کے ساتھ-----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو ہمارا مسئلہ ہے افغانستان کے ساتھ' اس کے متعلق ہمارے ذہن میں کیا بات ہے اور جب تک وہ حل نہیں ہوتا کچھ نہیں ہوگا۔ آخری بات جو پروفیسر صاحب نے کی' میں ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ سب سے بڑی کمزوری حکومت کی' آج نہیں بلکہ آج سے پہلے بھی' میں کوئی الزامی گفتگو نہیں کر رہا ہوں' میں ملکی گفتگو کر رہا ہوں' ہماری سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟ ہمیں یہ نہیں پتا کہ امریکہ کی پالیسی کیا ہے viz a viz پاکستان' ہر بندہ سیانا بنتا ہے اور کہتا ہے کہ "جی مینو پچھو اے ہویا" اور مجھے یاد آجاتا ہے نظام دین۔ نظام دین مرحوم ایک دفعہ ریڈیو پاکستان گئے تو کہتے ہیں کہ "جی میری مج بیمار ہوگئی' میں گیا کرم دین دے کول' کرم دینا! مج بیمار ہوگئی اے۔ کرم دین آکھیا اینو تمہ دے دیو"۔ تمہ ایک پھل ہوتا جو بڑا کڑوا سا ہوتا ہے۔ "میں تمہ دتا مج مرگئی۔ میں فیر گیا کرم دین کول۔ کرمیا او مج تے مرگئی اے۔ انے آکھیا میری وی ایس طرح ای مرگئی سی"۔ ہم میں سے ہر آدمی حکیم بنتا ہے اور ہر آدمی حکیم ہے۔ جیسے ہر آدمی سیاستدان ہے اور کہتا ہے "جی مینو پچھو' میں تینو دساں آں اے گل اے" اور ہر آدمی کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ let us have some kind of think tank جو قوم کو یہ بتائے کہ امریکن پالیسی کیا ہے۔ آج جو ہم چیخ رہے ہیں کہ جی کیوں آیا ہے عراق میں امریکہ۔ کوئی کہتا ہے جی تیل کے لیے آیا ہے' کوئی کہتا ہے جی چین کے گرد دیوار بنا رہا ہے' کوئی کہتا ہے جی یہ پالیسی ہے۔ قوم کو یہ تو بتا دیں کہ ہم نے ایک strategy

study کی ہے، ہم نے analysis کیا ہے اور اس analysis میں جو forces ہمارے ارد گرد اکٹھی ہوئی ہیں ان کی پالیسی کیا ہے viz a viz پاکستان اور میں سمجھتا ہوں جب تک وہ پتا نہیں چلتا ہمیں ٹامک ٹوئیاں نہیں مارنی چاہئیں فارن پالیسی پر۔ تب ہی درست ہوگا جب ہماری سمت درست ہو گی۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب خان۔ حاجی محمد عدیل۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میرا تعلق عوامی نیشنل پارٹی سے ہے اور ہم نے ہمیشہ غیر جانب دارانہ خارجہ پالیسی کی حمایت کی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان بننے کے ساتھ ہی ہم معاہدہ بغداد، سیٹو، سینٹو وغیرہ میں پھنس گئے۔ جس کے نتیجے میں ہمارا رویہ اپنے ہمسائیوں خصوصاً ہندوستان، روس اور افغانستان سے صحیح نہ رہا۔ ایران سے ہمارے تعلقات خصوصی تھے اور چین کے ساتھ شاید ہمیں American Diplomacy کے تحت اجازت تھی کہ دوستانہ تعلقات قائم کریں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم بعد میں broker بنے امریکہ اور چین کے درمیان۔ بہرحال چین سے ہمارے تعلقات اچھے رہے۔

پھر ہماری حیثیت ایسی تھی کہ ہم امریکن گروپ کے ایک بہت ہی بے حیثیت نمائندے تھے اور دنیا میں نہ ہمارا کوئی خاص احترام تھا نہ ہمارا کوئی مقام تھا یہاں تک کہ ہمارے ایک وزیر خارجہ ظفر اللہ خان صاحب نے فلسطین کا ذکر کرتے ہوئے اسرائیل کی حمایت کر دی۔

جناب چیئرمین! ہم ایک غیر اہم ملک بن کر رہ گئے اور پھر ہمارا جو اپنا مسئلہ تھا کشمیر کا اس میں ہمیں دنیا سے کوئی خاص مدد نہیں ملی۔ ہم کشمیر کے مسئلے میں الجھتے گئے نتیجتاً ہماری تین جنگیں ہوئیں ہندوستان سے، ہمیں کشمیر بھی نہ ملا لیکن East Pakistan بھی چلا گیا اور ہم جمہوریت سے بھی محروم ہوگئے۔

ہمارا ملک welfare state ہونا چاہیے تھا وہ security state بن کر رہ گیا۔ ہمارے مذہبی نعروں کو امریکہ نے استعمال کیا افغانستان میں USSR کے خلاف اور جہاد کا نعرہ لگا دیا اور ہمارے جنگجوؤں کو مجاہد کہا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بدلے میں امریکہ کو تو بہت کچھ ملا لیکن ہمیں کلاشن کوف، ہیروئن اور چرس ملی اور افغان مہاجرین ملے۔ USSR کے خلاف امریکہ جب

اپنے مقاصد پورے کر چکا تو امریکہ اور مغربی دنیا افغانستان کو چھوڑ کر چلی گئی اور وہ اس خطے سے لا تعلق ہوگئے لیکن مجاہدین ڈرگ مافیا اور اسلحہ مافیا کے لیڈرز بن گئے اور اس ڈرگ مافیا اور اسلحہ مافیا نے ہمارے اس علاقے کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ بعد میں امریکہ کی مدد اور ہمارے تعاون سے طالبان بنائے گئے اور بعد میں جو حشر طالبان کا ہوا یا جو حشر کیا گیا وہ سامنے ہے۔ وہ تمام واقعات جو افغانستان میں ہماری مدد سے ہوئے بلکہ ہم نے افغانستان کو اپنا پانچواں صوبہ کہا' افغانستان کی اسمبلی کا اجلاس اس اسلام آباد میں ہوا کرتا تھا' ان کے اثرات ہم پر پڑے خصوصاً ہمارے صوبے پر پڑے' ہمارے اس علاقے پر پڑے۔

پھر 11 ستمبر کا واقعہ ہوا۔ مغربی دنیا اور امریکہ کی پالیسی بالکل بدل گئی۔ میں صحیح نہیں کہہ سکتا ہوں کہ 11 ستمبر کے حوالے سے عرب لوگوں پر یا القاعدہ پر جو الزام لگایا گیا تھا وہ صحیح تھا یا غلط تھا لیکن میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ 11 ستمبر کے واقعے میں نہ کوئی پاکستانی' نہ افغانی اور نہ کوئی پختون شامل تھا لیکن نزلہ ہم پر گرا۔ ساری دنیا میں ہمیں تنگ کیا گیا' پاکستانیوں کو تنگ کیا گیا' پختونوں کو تنگ کیا گیا' افغانیوں کو تنگ کیا گیا اور یہ ہماری غلط خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کا نتیجہ تھا۔

ایک امریکی فون پر ہمارا starred General جس نے اپنے ملک کو فتح کیا ہوا تھا' اس وقت ایک پارلیمنٹ بھی موجود تھی' ڈھیر ہوگیا اور اس نے پارلیمنٹ میں discuss کیے بغیر سر تسلیم خم کر دیا۔ مگر اس کے نتیجے میں ہمیں ایک مسلسل جنگ ملی اور آج بھی دنیا بھر میں پاکستانی' پختون اور افغانیوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور ہر جگہ انہیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ان فوجی حکمرانوں نے ڈالر لے کر پاکستانیوں کو امریکہ کے حوالے کیا' جنہیں گوانتاناموبے بھیجا گیا۔ 1918 میں میرے والد کو بھی کالے پانی کی سزا پر انڈیمان بھیجا گیا تھا۔ ہمارے فوجیوں نے اپنے پاکستانیوں کو فروخت کیا۔ ہماری فوج کے لیے تقریباً 11 ارب ڈالر لیے گئے جس کا کوئی حساب کسی پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین! اس خطے میں تقریباً پانچ کروڑ پختون رہتے ہیں جن کا ایک بڑا حصہ ہمارے پاکستان میں ہے' پختون خواہ' بلوچستان' فاٹا اور افغانستان لیکن یہ تمام پختون شدید

مصیبت کا شکار ہیں۔ یہ جنگ ہے war on terror لیکن درحقیت یہ war against پختون ہے۔ مر رہا ہے تو پختون، لڑ رہا ہے تو پختون، خودکش حملے کرنے والا بھی پختون ہے اور خودکش حملوں سے مرنے والے بھی پختون ہیں۔ جن پر حملے ہو رہے ہیں وہ بھی پختون ہیں اور جس کا گھر تباہ کیا جا رہا ہے، جس کی ملکیت تباہ کی جا رہی ہے، جس کے جرگے پر حملہ ہو رہا ہے، جس کے جنازے پر حملہ ہو رہا ہے، جس کی شادی کے پروگراموں پر حملہ ہو رہا ہے، جس کے سکولوں اور ہسپتالوں پر حملہ ہو رہا ہے وہ سب پختون ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ایک سازش کے تحت پختونوں کو اس دنیا سے ختم کیا جا رہا ہے۔ ان کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! 1954 سے جو Durand Line ہمارے درمیان ہے ادھر افغانستان میں بھی پختون مر رہے ہیں اور اس طرف پاکستان میں بھی پختون مر رہے ہیں۔

آج پختونوں کی معیشت ختم ہوگئی ہے۔ ہم نہ کوئی کاروبار کر سکتے ہیں، ہمارا ٹورزم کا کاروبار ختم ہوگیا ہے، ہوٹلوں کا کاروبار ختم ہوگیا، لوگ ہمارے علاقے میں نہیں آتے ہیں، کوئی کارخانہ نہیں لگاتا اور یہ سب کچھ اسی terrorism war کے حوالے سے ہوا اور ہماری غلط خارجہ پالیسیوں کے نتیجے میں ہوا ہے۔ ہماری غلط داخلہ پالیسیوں کے نتیجے میں ہوا۔

جناب چیئرمین! اس دوران امریکہ نے USSR کو شکست دینے کے لیے ہمارے علاقے میں 52 ارب ڈالر کا اسلحہ بھجوایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ USSR سے بھی اتنا اسلحہ آیا ہوگا اور تقریباً ایک کھرب ڈالر کا اسلحہ ہمارے اس خطے میں آیا اور ایک شخص کے حوالے سے، ایک بچے کے حوالے سے، ایک عورت کے حوالے سے، ہر نفس کے حوالے سے ہمیں بیس ہزار ڈالر کا اسلحہ ملا۔ جناب چیئرمین! وہ اسلحہ اب بھی موجود ہے اور اس اسلحے کے نتیجے میں، ہماری غلطیوں کے نتیجے میں آج ہمارے علاقوں میں war lords قائم ہیں۔ ان کی writ قائم ہے اور ہماری حکومت کی writ ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے فوجی ان کے سامنے surrender کرتے ہیں۔ یہ حالات ہمارے فوجی حکمرانوں کی پالیسی کے نتیجے میں ہوئے ہیں۔ ہماری غلط خارجہ پالیسی کے نتیجے میں، ہماری بے اختیار اور بے وقار خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل : میں تھوڑا سا وقت اور لوں گا۔ جناب چیئرمین! ہم چاہتے ہیں اور اب ایک نئی حکومت آئی ہے۔ نئے حکمران آئے ہیں جنہیں قوم کا اعتماد حاصل ہے۔ اب انہیں چاہیے کہ اپنی خارجہ پالیسی میں واضح تبدیلی لائیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی باوقار ہونی چاہیے، خود مختار ہونی چاہیے، پاکستانیوں کے حق میں ہونی چاہیے، ہمیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ ہم کسی اور کے لیے کام کریں۔ کسی اور کے مفاد کے لیے کام کریں۔ آپ غور کریں کہ گیارہ ستمبر کے بعد امریکی پالیسیوں کے نتیجے میں، گیارہ ستمبر کے بعد امریکہ میں ایک گولی نہیں چلی۔ ایک امریکن بھی امریکی حدود کے اندر نہیں مارا گیا۔ مرے کون؟ عراق میں مرے، پاکستان میں مرے، ایران میں، افغانستان میں، سپین میں مرے، دوسرے ممالک میں لوگ مرے۔ زیادہ لوگ جو مرے وہ مسلمان تھے۔ زیادہ جو لوگ مرے وہ پختون، پاکستانی اور افغانی تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اپنی حکومت باوقار خارجہ پالیسی اختیار کرے اور امریکہ ہو، یورپ یا دنیا کا کوئی ملک ہو ان کے ساتھ برابری کا رشتہ ہونا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک اور اپنے ہمسائے ممالک، سینٹرل ایشاء اور سارک کے ممالک ان کے ساتھ خصوصی دوستانہ تعلقات ہونے چاہئیں۔ روس ہو، چین ہو، ایران ہو، ترکی ہو، مشرقی پاکستان ہو، انڈیا ہو، سری لنکا اور نیپال سب کے ساتھ ہمارے خصوصی تعلقات ہونے چاہئیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ بھی چاہوں گا کہ ماضی میں افغانستان اور پاکستان کے درمیان پختونوں کے لیے کوئی ویزہ اور پاسپورٹ نہیں ہوا کرتا تھا۔ کئی بار میں خود معمولی پولیس پرمٹ پر افغانستان گیا ہوں۔ پشاور سے جی ٹی ایس کی بسیں چلتی تھیں۔ ہم صبح اس میں بیٹھتے تھے اور شام کو واپس آجاتے تھے۔ ہم اب بھی یہ چاہتے ہیں کہ سارک کے تمام ممالک میں ویزے کو ختم کر دیا جائے۔ خصوصی طور پر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ویزہ اور پاسپورٹ ختم کر دیا جائے۔ اگر پاسپورٹ ہو تو بھی صحیح ہے لیکن ویزے کو ختم کرنا چاہیے۔

کشمیر کا مسئلہ ہمیں ملا ہوا ہے۔ کشمیر کے مسئلے پر جیسے میں نے عرض کیا کہ ہم نے جنگیں لڑی ہیں لیکن جنگوں سے ہمیں کشمیر نہیں ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں تبدیلی کشمیر کے مسئلے پر لانی چاہیے اور بات چیت سے کشمیر کے مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ ہم حق

خود ارادیت کی بات کرتے ہیں لیکن اس میں ہم کشمیر کو صرف دو choices دیتے ہیں' پاکستان میں شامل ہو جاؤ' یا ہندوستان کے حق میں فیصلہ کرو' یہ حق خودارادیت نہیں ہے۔ یہ تو پاکستان کی تشکیل کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے جس میں کچھ ریاستوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا اور کچھ ریاستوں نے ہندوستان کے حق میں فیصلہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ساری پالیسیاں ہماری ناکام رہی ہیں۔ ہمیں کشمیر نہیں ملا' مشرقی پاکستان ہم سے چلا گیا۔ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کی کہ کشمیر کے نام پر' ڈیفنس کے نام پر ہم نے فوج کو اپنا خون' اپنا پسینہ اور پانی سب کچھ دیا۔ اس فوج نے ہمارا سر کاٹا' جمہوریت کا سر کاٹا' اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس نے مسلسل اس ملک پر حکمرانی کی۔ آج کشمیر کے مسئلے کو ہمیں بات چیت سے حل کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے دفاع کے خرچ کو کم کرنا چاہیے۔ اگر ہم اپنے دفاع کو ایک معقول حد تک کم نہیں کریں گے تو یہ بجلی کا بحران بھی رہے گا۔ یہ انرجی کا بحران بھی رہے گا' یہ بے روزگاری کا crisis بھی رہے گا' یہ جہالت کا crisis بھی رہے گا' یہ امن وامان کی جو صورت حال ہے اس سے بھی بدتر بنے گی۔

جناب چیئرمین! میں پروفیسر خورشید صاحب سے پچیس فیصد وقت لوں گا جتنا انہوں نے وقت لیا ہے اور چلے گئے ہیں۔ ہمیں اعلان کرنا چاہیے کہ ہم ایک پرامن قوم ہیں۔ ہم کسی سے جنگ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ جنگ سے دنیا کا آج تک کوئی فیصلہ حل نہیں ہوا۔ ہم اپنے فاٹا کے بھائیوں سے بھی یہ کہنا چاہتے ہیں۔ ان war lords سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں' ہم آپ سے dialogue کرنا چاہتے ہیں' آپ بھی ہتھیار رکھیں' ہم بھی اپنے فوجی واپس بلائیں گے' ہم فاٹا میں' پختونخواہ میں' پاکستان میں' افغانستان میں امن چاہتے ہیں۔ ہماری یہ پالیسی ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین! جس طرح جناب مشاہد صاحب نے بتایا کہ بیس اگست 2007 کو اس وقت کے قائد حزب اختلاف اور آج کے قائد ایوان نے تحریراً یہ تجویز کیا تھا کہ غیر ممالک کے ساتھ جتنے معاہدے ہیں ان کو اس پارلیمنٹ میں debate کے لیے لایا جائے' میں اس تجویز کی حمایت کرتا ہوں۔ خود قائد ایوان نے حمایت کی ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارا دفاعی بجٹ بھی اس ایوان میں discuss ہونا چاہیے' یہاں بھی ہونا چاہیے' قومی اسمبلی میں بھی ہونا چاہیے۔

اسے secret talk کیوں بناتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان تمام دفاعی اخراجات کا حساب و کتاب لیں۔ جو ان کے mess ہیں، جو ان کی بڑی بڑی گاڑیاں ہیں، جو ان کی بڑی بڑی زمینیں ہیں ان سب کا حساب اسی حساب میں آنا چاہیے۔ یہ پارلیمنٹ عوام کی بھی نمائندہ ہے اور فوج کے لوگ بھی اس عوام میں شامل ہیں، یقیناً انہوں نے بھی ہمیں ووٹ دیا ہو گا۔

جناب چیئرمین! ہمارے سفارتخانوں کی کارکردگی، میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خارجہ سے کہتا ہوں کہ نہایت ہی ناقص ہے۔ یہ آپ کا قصور نہیں ہے ابھی تو آپ نے چالیس روزہ بھی نہیں کیا۔ آپ ایک چالیس روزہ کریں اور ساری دنیا کا چکر لگائیں اور اسلام کے ساتھ اپنے سفارتخانوں کا حال بھی دیکھیں۔ یہ حال آپ ایسے نہیں دیکھیں گے کہ آپ سفارت خانوں میں اطلاع کر کے جائیں۔ وہاں کے common پاکستانی سے پوچھیں جب ایک پاکستانی مشکل میں مبتلا ہوتا ہے، ہمارے سفارت خانے کے دروازے اس کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔ جب وہ تکلیف میں ہوتا ہے اور گزشتہ گیارہ ستمبر کے بعد ہر پاکستانی مغربی دنیا میں تکلیف میں ہے لیکن ہمارے سفارتخانوں نے وہ کردار ادا نہیں کیا جس کی ان کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ وہ اس غریب قوم کے پیسے لے کر عیاشی کرتے ہیں۔ کاروبار کرتے ہیں اپنے لیے مستقل ویزے، پرمٹ اور immigration کے documents حاصل کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں کہتا ہوں کہ ایک اور معاملے کی بھی investigation ہونی چاہیے۔ فوجیوں کے دور میں، فوجی حکمرانوں کے دور میں، یہ جو میں بات کر رہا ہوں شاید آپ کو پسند نہ آئے، کچھ لوگوں کو پسند نہ آئے، ہم پر الزام لگا ہے نیوکلیئر پھیلاؤ میں غیر قانونی سرگرمیوں کا، جس کا ہم نے عہد کیا ہوا تھا، کہ ہم اسلحے کے حوالے سے نیوکلیئر پھیلاؤ دنیا میں کہیں بھی نہیں کریں۔ ہم پر یہ الزام لگا ہے اور ہمارے ایک سائنسدان نے ٹی وی پر آ کر کہا کہ ایسا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے اور ساتھیوں کے نام نہیں لیے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ اکیلے ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اکیلے سر پر چیزیں اٹھا کر باہر نہیں لے گئے۔ یقیناً پاکستان کے جہاز اور پاکستانی ایجنسیاں یہ کر رہی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کی پوری تحقیق ہونی چاہیئے کیونکہ دنیا میں ہم اس حوالے سے بھی بدنام ہیں کہ ہم نے دنیا سے جو عہد کیا تھا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے، ہم اپنی نیوکلیئر ٹیکنالوجی کے جو war

heads ہیں ان کو باہر کی دنیا میں کسی اور ملک کو نہیں دیں گے وہ ہم نے دیئے ہے۔ اس کا اعتراف، اس وقت کے صدر اور آج کے صدر کی موجودگی میں ایک قومی ہیرو اور ایک سائنسدان نے کیا ہے۔ کیا وہ اکیلا ایسے کر سکتا تھا۔ یقیناً اس وقت کے حکمران بھی اس کے ساتھ شامل تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحقیقات ہونی چاہیئں۔

جناب چیئرمین! آخری بات جو میں کہوں گا کہ پاکستانیوں کے ساتھ جو رویہ دنیا کے airports پر ہوتا ہے، جس طرح ان کی بے عزتی کی جاتی ہے، ایدھی جیسے شخص کو چار چار گھنٹے کے لیے investigation کے لیے رکھا جاتا ہے۔ جو ملک ہمارے پاکستانیوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کرے، وہی رویہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ ہمارے airports پر ہونا چاہیے۔ جو شرائط وہ اپنے ویزے اور پرمٹ کے لیے ہم پر تھوپتے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ ان کے ساتھ وہی رویہ اختیار کیا جائے۔ ہمیں کوئی دوسرا ملک جانے کے لیے نہیں چاہیے، ہم کسی ملک کی سیر نہیں چاہتے ہیں، ہم وقار چاہتے ہیں، عزت چاہتے ہیں، احترام چاہتے ہیں، اعلیٰ درجے کی خارجہ پالیسی چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ اہم موضوع، خارجہ پالیسی کی اس debate پر مجھے بولنے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! یہ بہت اہم مضمون ہے اور اس میں اہم پہلو ہیں۔ ان تفصیلات میں تو ہر پہلو پر مجھے آپ وقت بھی نہیں دیں گے اور یہ مضمون ہے بھی بہت وسیع۔

جناب چیئرمین! میں کوشش کروں گا کہ اس وقت کی جو صورت حال ہے اس میں میرے خیال میں جو سب سے اہم پہلو ہے خارجہ پالیسی کے بارے میں کہ اسے کیسا ہونا چاہیے یا اس پر کیا توجہ دینی چاہیے، میں اس پر بات کروں گا۔ جناب چیئرمین! ایسے ہی خارجہ پالیسی، داخلہ پالیسی کی عکاس ہوتی ہے، ملک میں اندرونی جو قوتیں برسر اقتدار ہوتی ہیں اور ان کے جو مفادات ہوتے ہیں اس حوالے سے پھر ان کی خارجہ پالیسی بھی ہوتی ہے۔ خارجہ تعلقات بنانے کے بارے میں یہ ایک عمومی اصول ہے۔

جناب والا! ہمارے ملک کی جو بھی خارجہ پالیسی رہی۔ اس میں ایک بڑا بھرپور مرحلہ تھا کہ ہم نے دنیا کے ممالک کے ساتھ ایسے مختلف معاہدے کیے اور ہمارے عوام یہ کہتے تھے کہ یہ پالیسیاں ہمیں غیر ملکوں کے اثر میں لاتی ہیں یا ان کی پالیسی ہم پر مسلط ہوتی ہے۔ 1978-79ء سے یہاں دنیا کی قوتیں کشمکش میں مبتلا ہوئیں اور اس دوران ہم نے جو پالیسی بنائی اس میں یورپ کے ملکوں نے بھی ہمارا ساتھ دیا یا ہم نے ان کا ساتھ دیا اور عرب ملکوں یعنی سعودی عرب اور دوسروں نے ہمارا ساتھ دیا یا ہم نے ان کا ساتھ دیا۔ بہرصورت اس دوران لوگوں کی تربیت ہوئی، training ہوئی فوجی اور مختلف طریقوں سے اور ہمارے اس خطے میں اور پھر بالخصوص پاکستان اور افغانستان میں دنیا کی تمام کشمکش یہاں ہوئی۔

جناب والا! اس وقت یہ واضح بات تھی کہ یہاں اڈے بنے، training ہوتی تھی، planning ہوتی تھی، finances دیئے جاتے تھے اور ہمارے سعودی محترم پتا نہیں ان کے پاس پٹرول اور ڈالر بہت زیادہ ہیں بہرصورت اس خطے میں ایک stage آئی کہ 88-89 میں افغانستان اور پاکستان میں جنیوا معاہدہ ہوا اور سوویت یونین اور امریکہ اس کے ضامن بنے اور یہ مسئلہ حل ہوا لیکن اس مسئلے کو حل کرنے نہیں دیا گیا ہے۔ یہاں اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں سے امریکہ چلا گیا اور ہمیں ایسے ہی چھوڑ دیا وغیرہ وغیرہ۔ سیدھی سادی بات ہے کہ یہاں جنیوا معاہدے کے بعد افغانستان میں مداخلت کا پہلے بھی کوئی جواز نہیں تھا لیکن جنیوا معاہدے کے بعد تو کوئی جواز نہیں تھا۔ یہاں ہمارے حکمرانوں نے ایسی خارجہ پالیسی بنائی جیسا کہ اور دوستوں نے کہا کہ افغانستان میں کوئی ڈیسک قائم ہے یعنی انگریزوں کی پالیسی اور بالا دستی ہے افغانستان میں۔ اس میں ہوا یہ کہ افغانستان میں جن کو power ملی، 1992ء میں transfer of power ہوئی مجددی صاحب اور دوسروں کو لیکن ان کو نہیں چھوڑا گیا اور وہاں افغانستان کی state کو اور اس کے اداروں کو توڑنا شروع کیا اور اس دوران میں وہاں لوگ آئے اور وہاں انہوں نے اپنے قدم جمائے۔ اب یہ لوگ پہلے کیسے آئے تھے اور وہ اسلام کی یا انسانیت کی کونسی خدمت کر رہے تھے وہ موضوع اس وقت نہیں ہے۔ اس وقت موضوع یہ ہے کہ یہاں اڈے بنے، افغانستان میں بنائے گئے تھے، training ملتی تھی، تربیت ہوتی تھی اور کیا مقصد تھا؟ مقصد تھا کہ یہاں بھی عام لوگوں پر extremism سے، terrorism کے ذریعے

اپنی بات مسلط کی جائے۔ پاکستان میں extremism and terrorism کی باقاعدہ بنیادیں قائم ہوئیں اور نہ صرف یہاں یعنی پاکستان اور افغانستان میں ہی نہیں حتیٰ کہ دنیا کو export ہوتی تھی۔ اب terrorism کی definition لوگ مانگتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اپنی رائے، اپنی سیاست، اپنی پالیسی دوسروں پر زور سے مسلط کرنا یہ extremism ہے اور جب violence استعمال کریں تو یہ terrorism ہے۔

اب سوال یہ ہے، ہم دوسرے موضوع پر نہیں جائیں گے کہ اپنی قوم کے دفاع کے لیے جدوجہد۔ جب آپ غلام ہیں، آپ دفاع کریں۔ آپ اپنا دفاع کرتے ہیں وہ علیحدہ terrorism ہے لیکن اس میں بھی یہ نظر میں رکھا جاتا ہے کہ اگر آپ violence کرتے ہیں تو آیا وہ violence ہوگی۔ وہ اس کو ان کے خلاف استعمال کر رہے ہیں جو میدان میں ہیں یا آپ عام لوگوں کو مارتے ہیں۔ اور یہاں جناب والا! آپ نے دیکھا ہم نے اس وقت اس جگہ پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یہ نہ کریں اور foreign policy ٹھیک کریں۔ اس کے خطرناک نتائج ہوں گے۔ یہاں پر یورپ کے اور دوسرے ملکوں کے diplomats آتے تھے، ہم openly ان کو کہتے تھے کہ یہ انہوں نے کام کب کیے تھے؟ آنکھیں بند تھیں۔ ٹھیک ہے دوسروں کے گھر کو آگ لگی ہوئی ہے اور پھر ہم نے 9/11 دیکھا، 9/11 میں ہزاروں لوگ مرگئے۔ عالمی دنیا نے، ملکوں نے یہ سوچا کہ یہ تو terrorism ہے اور terrorism کے خلاف جدوجہد ہونی چاہیے۔ اب ہمارے محترم یہاں پر کہہ رہے تھے کہ یہ کس نے کیا ہے۔ بابا ہم یہ نہیں جانتے کہ کس نے کیا یا نہیں کیا۔ اس میں نو آدمی تھے یا دس آدمی تھے، وہ سعودی تھے اور سب کا نقش پا ہم تک پہنچ گیا۔ سیاست میں واضح چیزیں ہوتی ہیں۔ زندگی میں ٹھوس باتیں ہوتی ہیں، abstract باتیں نہیں کی جاتیں۔ ایک پارٹی ہے چاہے کوئی ہو، یا امریکہ میں کوئی پارٹی ہو اس کے لوگ مرتے ہیں۔اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے دفاع کے لیے یا جو مرے ہیں ان کے حساب کے لیے دنیا سے پوچھے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے؟

جناب والا! یہ ایسا مسئلہ ہے۔ یہاں ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ بس ان کو کہہ دو کہ خبردار ہم نے نہیں کیا ہے اور تم ایسے ہی کہہ رہے ہو۔ بات سیدھی سادی ہے۔ لوگ مرے ہیں۔ اس کے پیچھے لوگ جا رہے ہیں۔ یہاں لوگ کہتے ہیں کہ جی یہاں کی اس وقت کی جو حکومت تھی،

جنرل مشرف کی' انہوں نے ٹیلی فون پر اس سے یہ کہا اور وہ گھبرا گئے۔ بابا گھبرانے کی تو بات تھی۔ ہمارے پشتو میں یہ عام طریقہ ہے کہ اگر کوئی آپ کا آدمی آپ کے گھر سے جائے اور کسی کا نقصان کرے تو لوگ اس کے پیچھے آتے ہیں اور اس سے حساب مانگتے ہیں اور ان کے جو عزیزواقربا ہوتے ہیں وہ باقاعدہ اس کا یا تو دفاع کرتے ہیں' دلیل دیتے ہیں کہ ہم نہیں ہیں اور اگر وہ نقصان انہوں نے کیا ہے تو وہ پھر اس کا علاج کرتے ہیں' مداوا کرتے ہیں۔ جب ایک غلطی ہو گئی ہے' بس آئندہ کے لیے ایسا نہیں کریں گے لیکن ہم یہاں لوگ پشتو میں کہتے ہیں کہ ہاتھی کے کان میں سو رہا ہے۔ عرض یہ ہے کہ ----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال کریں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب! اب آپ دیکھیئے یہ عام بات ہے یہاں یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں کہ ہاتھ پر hot pursuit ہم نہیں مانتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جی جو ہمیں دھمکی دیتے ہیں۔عام بات ہے کہ hot pursuit international قانون ہے ' حق ہے لیکن آپ انٹرنیشنل قانون بھی چھوڑیں۔ جنگ کے پھر اپنے قوانین ہوتے ہیں۔آپ ایک دوسرے ملک میں جاتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو مارتے ہیں وہ آپ کے پیچھے آئے گا۔آپ hot pursuit کا حق' خواہ اس کو حاصل ہو یا نہ ہو اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ اب یہ ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہمارے لوگ' ہمارے ڈپلومیٹ 'ہماری خارجہ پالیسی والے اور ہمارے دوست' یہاں امام لوگ بس ایسے ہی کرتے ہیں کہ سلطان ٹیپو کا وہ مقولہ "ایک دن کی زندگی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔یہ ٹھیک ہے لیکن calculation ہوتی ہے جب آپ بھی جنگ کرتے ہیں۔آپ پوری طرح تیار ہوتے ہیں۔ آپ کی جنگ ہوتی ہے لیکن اس میں calculation کی جاتی ہے۔حساب ہوتا ہے۔آپ کو calculation کرنی پڑتی ہے۔ اب جو صورت حال ہے' ہمارے ملک میں terrorism ہے یا نہیں۔ جناب والا! ہمارے تمام شہروں میں پشتون خواہ کا تمام کاروبار مکمل ختم ہو گیا ہے۔اگر یہ ہاؤس کیمرہ میں ہوتا تو شاید میں زیادہ صحیح بات کر سکتا تھا۔ آج کل students کو یہی ہدایت ہے کہ آپ پشتون خواہ صوبے میں نہ جائیں۔ Tour پر جب وہ جاتے ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ سکیورٹی کی وجہ سے وہاں نہ جائیں۔

یعنی کون ہیں وہ ؟ وہ وہاں ہیں اور ہمارے دوست یہاں آ کر ان کا دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں کوئی بات مت کریں اور ہماری پشتون خواہ سرزمین کے منظر باجوڑ سے لے کر وزیرستان تک ہیں ۔وہاں کون ہیں ' وہاں عوام کی کیا حالت ہے ہمارے پشتون خواہ میں عوام کی کیا حالت ہے ؟ تجارت کی کیا حالت ہے ۔سکولوں کی کیا حالت ہے ۔سکولوں اور کالجوں کو جلایا جا رہا ہے اور اسی طرح پھر آپ لاہور تک جائیں' پھر جائیں کراچی تک ' پھر یہاں تک آئیں ہر جگہ یہاں یہ عمل ہو رہا ہے۔ ہم تو غریب لوگ ہیں ۔ حاجی عدیل صاحب نے کہا کہ وہاں پشتون مر رہے ہیں ' وہ پشتون جو القاعدہ والوں کے ساتھ ہیں ان کو چھوڑیں۔ باقی ہمارے جو پشتون ہیں وہ غریب لوگ ہیں ' ان میں غریبی ہے ان کی مزدوری نہیں ہے ۔ ان کا کاروبار نہیں ہے ۔وہ اپنے گھر نہیں جا سکتے ہیں ہم لوگ تو اس پوزیشن میں ہیں اور پھر دوسرا پہلو ہے ہمیں تو چھوڑیں ۔ ہمارا حساب نہیں ہے ہمارے پاس طاقت نہیں ہے کہ ہم کسی کو انصاف کے کٹہرے میں لے آئیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں آپ سے کہ وہاں ادارے ہیں' اڈے ہیں اور یہاں سے لوگ جا رہے ہیں ۔افغانستان میں قتل کرتے ہیں اور اقوام متحدہ میں فیصلہ کیا ' افغانستان کی سٹیٹ کو بحال کیا اور اس کو امداد دی ۔ ISF انٹرنیشنل سکیورٹی فورس باقاعدہ اقوام متحدہ نے دی ہے ۔یہاں سے لوگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو لوگوں کو ماریں گے۔ آپ کیسے ماریں گے ' کیوں ماریں گے۔بس ہم جو ----

جناب چیئرمین ، وقت کا خیال کر لیں۔ کافی وقت ہو گیا ہے اور بہت سارے سپیکرز ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل ، جناب والا ! اب یہ اسلام کی جنگ فلسطین کے لیے لڑ رہے ہیں' پشاور میں پشتون کو مار رہے ہیں ۔ چارسدہ میں بیچارے لوگوں کو مار رہے ہیں اور بیچارے لوگوں کو مجبور کر رہے ہیں۔ آپ دیکھیں ! ہمارے لوگوں کو کیا کر رہے ہیں' جنگ اسلام کی کر رہے ہیں۔اب کوئی کیسے سمجھائے کہ یہ اسلام کی جنگ ہے ۔یہ انسانیت کی جنگ ہے اور میں پھر یہ کہوں گا ہمارے خون کا حساب نہیں ہے' پشتون کے خون کا حساب نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ خود یہ حساب نہیں لے سکتے ۔ انٹرنیشنل دنیا اس کو پوچھ نہیں رہی ہے لیکن

ISF والے تو یہ نہیں کہتے ' وہ تو کہہ رہے ہیں کہ بھئی یہ ہے آدمی ' یہ ہے وہ اڈہ ' جہاں سے مجھ پر حملہ ہو رہا ہے اور یہ یہاں ہیں ۔اب آپ hot pursuit کی اجازت مجھے دے دیں۔کہتے ہیں کہ اس کا حق نہیں ہے لیکن باقاعدہ اس کے پاس طاقت ہو تو وہ تو کرتا ہے۔وہ تو خوامخواہ اپنا دفاع کرے گا۔ اسی طرح دوسرے یہ کہتے ہیں' امریکن کہتے ہیں کہ do more اور کہتے ہیں کہ مذاکرات کرو۔ٹھیک ہے مذاکرات کرو لیکن کیا مذاکرات ' پھر وہ لوگ جو لوگوں کی تربیت کرتے ہیں دوسروں کو مارنے کے لیے ' ان کی تربیت گاہ ہوگی اور اس کو مارے گا اور جب وہ مارنے کے لیے جائے گا تو آپ نے پاکستان کو یرغمال بنایا ' پاکستان ان لوگوں کے ہاتھ میں ایک یرغمال ' ایک hijacked پاکستان ہے ۔خارجہ پالیسی آپ کیسے بنائیں گے ۔ ہمارے ہاں وزیرخارجہ ہیں اور اگر کل کوئی ایسا واقعہ ہوا جیسا کہ اکثر اخباروں میں آتا ہے کہ اگر یہاں سے یورپ میں یا کسی اور ملک میں ایسا ایک اور واقعہ ہوا جیسے کہ9/11 کا ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اور حساب لیں گے ۔ ہمارے وزیرخارجہ کیا کریں گے ۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جب یہ بات آئے گی کہ آپ کے ملک سے لوگ آئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ملک میں ----

جناب چیئرمین: رحیم صاحب! اب تشریف رکھیے تاکہ میں دوسرے سپیکرز کو بھی موقع دے سکوں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: ٹھیک ہے ۔ جناب! تو جب وہ وزیر خارجہ سے کہے گا تو ہمارے وزیر خارجہ کیا جواب دیں گے اور ہمارے نئے وزیر اعظم کیا جواب دیں گے ۔ جناب والا! ہم یہ عرض کرتے ہیں۔ آپ مہربانی کریں ہم پاکستان کے عوام بالخصوص پشتون عوام یرغمال ہیں ان آزاد پسندوں کے terrorists کے اور اس طرح سے یرغمال ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی اور اندرونی پالیسی سب ان کے مرہون منت ہے اور ہماری زندگی unsafe ہے ۔ آپ بالکل یقین کریں کہ کسی وقت خدانخواستہ ایسا کوئی واقعہ اگر ہو 'پاکستان جو ہے آپ یقین کریں یہ ہمارا انٹرنیشنل حق ہے حاصل ہے یا نہیں ہے ' اس لیے مہربانی کریں اور اصول بنائیں۔ اڈے ختم کریں ۔مداخلت ختم کریں۔ لوگ اگر یہاں امن سے رہتے ہیں تو ان کے ساتھ مذاکرات کریں ۔ امن سے نہیں رہتے تو بولیں کہ بھائی آپ ہمارے ملک سے چلے

جائیں ۔جہاں آپ جا سکتے ہیں وہاں جا کرکریں ۔ عربوں کے بھی ۲۵ ممالک ہیں اور دنیا میں اسلامی ملک بہت زیادہ ہیں ۔ان غریبوں کو آپ نے کیا کرنا ہے' ان کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور برباد کر رہے ہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی جناب۔

جناب چیئرمین: شکریہ ۔ مسٹر محمد اعظم خان سواتی ' نہیں ہیں ۔ سعدیہ عباسی صاحبہ ' لیاقت بنگزئی صاحب ۔ لیکن اس کے بعد ۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے ۔

بڑی انتظار کے بعد ----

جناب چیئرمین: کس بات کا انتظار ۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: تین دن سے ۔

جناب چیئرمین: کس چیز کا ' بولیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: بولنے کا۔۔

جناب چیئرمین: اگر پہلے بولیں تو ویسے بھی سننا تھا۔ سن کر بول لیں زیادہ بہتر بول سکیں گے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: صحیح ہے 'جیسے آپ فرمائیں۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب! مہنگائی کا مسئلہ ہو ' امن و امان کا مسئلہ ہو ' خارجہ پالیسی ہو ' کچھ بھی ہو۔ سرائیکی میں ایک بڑا خوبصورت شعر ہے۔

ایک نور محل دا' روون کیا۔
نیلام کیتے کئی نور محل

یہاں تو ایک خارجہ پالیسی کا کیا رونا ہے۔

جناب چیئرمین! رات کے وقت ایک جنگل میں چند الو اداس بیٹھے تھے ۔ ایک بولا کہ رات لمبی ہے۔ دوسرے نے کہا ہے کہ چھوٹی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ چھوڑو جی' رات لمبی ہو یا چھوٹی ہو' صبح صادق ضرور ہوگی اور ہم نے اندھا ضرور ہونا ہے۔ تیسرے الو کی حکمت اور دانش سے بھری ہوئی جو بات تھی ' وہ غالبا ہمارے پاکستان کے موجودہ حالات کو پورے طور پر

محیط کئے ہوئے ہے۔ جناب چیئرمین! سیاست دان کا بہرحال ایک رویہ ہوتا ہے اور اس کا ایک roleبھی ہوتاہے کہ اسے اپنی مٹی کے قرض کو چکانے کے لیے عوام کے جذبات کی بھرپور ترجمانی کرنی ہوتی ہے۔ مجھ سے اکثر دوست یہ سوال کرتے ہیں کہ موجودہ اور گزشتہ دور حکومت کی خارجہ پالیسی پر روشنی ڈالیئے کہ ہماری پالیسی میں کس قدر changes آئی ہیں۔ چونکہ ہم چالیس روزہ دور حکومت میں یہ expect تو ضرور کرتے تھے کہ ہمیں کچھ نہ کچھ ایسے hints ضرور ملیں گے کہ جن سے ہمیں یہ خوشی ہوگی کہ ہماری خارجہ پالیسی change ہوئی ہے۔ میں اگر اس کا ایک سطحی سا جواب دوں ' ایک lay man کا جواب دوں تو وہ یہ ہے کہ ہماری موجودہ ' سابقہ خارجہ پالیسیوں میں زمین و آسمان کا فرق آیا ہے۔ وہ میں بتاتا ہوں کہ پہلے ہماری خارجہ پالیسی انتہائی ٹھیٹھ Aitchison language میں ہوتی تھی ' Oxford, British royal english میں three piece suit کے ساتھ ہوتی تھی مگر اب جناب انتہائی شائستہ 'نستعلیق اورسلیس اردو میں ہے۔ جناب چیئرمین! یہ صرف وزیرخارجہ کے چہرے کی تبدیلی ہوئی ہے اور خارجہ پالیسی میں مجھے اس وقت کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو عروج و زوال کی ایک چھوٹی سی داستان سناتا ہوں۔ آج سے چالیس سال پہلے ہماری کیا حالت تھی اور آج ہماری کیا حالت ہے۔1968 میں پاکستان کے وزیر خزانہ نے پریس کانفرنس کی اور قوم کو بتایا کہ ملک کی مجموعی پیداوار 8.3% سالانہ بنتی ہے اور یہ واقعی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ۔ اس دوران پاکستان اور بھارت کی 1965 میں جنگ بھی ہوئی تھی۔ ہماری معیشت کو پھر بھی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اتنے بڑے بحران کے باوجود' اتنی بڑی جنگ کے باوجود' اتنی بڑی قربانیوں کے باوجود ہمارا GDP growth rate 8.3% تھا۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی جانب سنجیدگی سے غور ہوا تھا۔ 4 جنوری 1968 کو کشمیری راہنما شیخ عبداللہ نے نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور کہا کہ بھارت کی قیادت کو مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے مذاکرات کرنے چاہئیں اور اسی کے تناظر میں جناب چیئرمین! غیر وابستہ ملکوں کی تحریک کے چیئرمین' مارشل ٹیٹو' 13 دن کے بعد 17 جنوری 1968 کو پاکستان تشریف لائے۔ دوسری طرف پاکستانی فوج کی طاقت اور قوت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ انہی ایام میں جب برطانیہ مشرق وسطیٰ کو خالی کرکے جا رہا تھا تو پورے مغربی میڈیا اور پریس میں یہی باتیں دہرائی جا رہی تھیں کہ اب جو ایک gap پیدا ہو رہا

ہے فوجی قوت کا مشرق وسطیٰ میں' اسے صرف پاکستان ہی سنبھال سکتا ہے۔ اس میں کوئی مغالطہ بھی نہیں تھا' کوئی مبالغہ آرائی بھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود پاکستان نے ان اطلاعات کی تردید کی اور اس کا مقصد دوستوں کو راضی رکھنا تھا۔ جناب چیئرمین! پھر 19 فروری کو بین الاقوامی ثالث ٹریبونل جو رن آف کچھ کے حوالے سے یہاں تشریف لایا' اس میں برازیل کے وزیر خارجہ تھے' انہوں نے ہمیں 3500 مربع میل زمین دے کر دی۔ اس نے اپنا فیصلہ سنایا اور یہ فیصلہ پاکستان کے حق میں تھا۔ 27 فروری 1968 کو اس وقت کے وزیر خارجہ شریف الدین پیرزادہ تھے' وہ quote کرتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان اور انڈونیشیا کو مشترکہ سرمایہ کاری کے حوالے سے مسافربردار تیار کرنے کی ایک understanding پر دستخط کئے۔ کینیا کے بعض سرمایہ کار اس وقت یہاں آنا چاہتے تھے اور پاکستان کی خارجی پالیسی کے حوالے سے پاکستان نے ان کو ویزے تک دے دیے اور وہ یہاں اپنی investment کے ساتھ آنا چاہتے تھے اور یہاں investment کرنا چاہتے تھے۔ یہ تھی ہمارے اس کمال کی داستان جو آج سے چالیس سال پہلے تھی۔ آپ ہر جہت کو دیکھ لیں' ہر پہلو سے دیکھ لیں' ہم کمال کی طرف اڑ رہے تھے لیکن جناب چیئرمین! بدقسمتی اور المیہ یہ ہوا کہ 17 اپریل 1968 کو امریکہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ شمالی ویت نام اور امریکہ کے درمیان جو جنگ ختم ہو رہی تھی' اس میں ثالثی کے کردار کے لیے پاکستان میزبانی کا کردار ادا کر رہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا turning point وہی ہے جب ہم نے امریکہ کے کہنے پر--- کیونکہ اس کے اپنے issues تھے' اس کے اپنے international issues تھے۔ جب وہ کہیں سے جاتا ہے تو اپنے مفادات دیکھتا ہے' ہمارے مفادات کو نہیں دیکھتا اور اس کے بعد جب ہم نے امریکی صدر کی آمد پر کراچی میں thanks God کی بجائے بشیر کوچوان کے اونٹ کے گلے میں غلامی کا ہار ' Thank you America لکھ کر پہنایا' میں سمجھتا ہوں کہ اس دن ہم نے U turn لیا اور ہمارے زوال کی ابتدا اسی دن سے ہو گئی۔

جناب چیئرمین! یہ تو ہوئی ہمارے عروج کی داستان۔ اب میں آپ کو اپنے زوال کی داستان سناتا ہوں۔

جناب چیئرمین، وقت کا بھی خیال رکھیے گا۔ اذان بھی ہونے والی ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین! اذان تک تو مجھے اجازت دے دیں۔

جناب چیئرمین: بعد میں بھی تقریر کر لیں تو کوئی بات نہیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: آپ کی بڑی مہربانی، اگر آپ کہیں گے تو میں اذان کے بعد بھی تقریر کر لوں گا۔

جناب چیئرمین: ذرا مختصر رکھیئے گا۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین! یہ ہمارے کمال کی داستان تھی۔ اب ہم آتے ہیں کہ ہمارا زوال کب شروع ہوا۔ ایک تو جب ہم نے شمالی ویت نام اور امریکہ کے درمیان ثالثی کا ایک کردار ادا کیا۔ اس سے دس دن پہلے الیکسی کوسیجن یہاں آتے ہیں۔ وہ on the record نہیں بلکہ off the record آپ کو بتا بھی جاتے ہیں کہ جناب! یہ وہ سیاہ مار ہے، یہ وہ اژدھا ہے جس کے ڈسے ہوئے کو پانی بھی نصیب نہیں ہوتا ہے۔ خدا کے لیے آپ اس معاملے کو ایک طرف رکھیئے اور یہ آپ کو پھنسانے کے چکر میں ہیں۔ یہ آپ کو کبھی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ امریکہ کی یہ پالیسی رہی ہے کہ اس نے جس کے ساتھ بھی دوستی کی، کچھوے اور بچھو کی دوستی کی طرح کی، کچھوے اور بچھو کی دوستی کا پورے ہاؤس کو پتا ہے۔ میں اسے دہرانا نہیں چاہتا کہ یہ اپنا ڈنک مارتا رہتا ہے۔ الیکسی کوسیجن کی اس دردمندانہ اپیل کو ہم نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ہم نے کہا نہیں جی، ہماری سب سے بہترین دوستی اگر رہے گی تو امریکہ کے ساتھ۔ لیکن جناب چیئرمین! اس کے بعد کی جو داستان ہے وہ تو آپ کے سامنے ہے۔ اب آتے ہیں موجودہ پالیسی کی جانب جناب۔ اب آپ بتائیں جناب چیئرمین! کہ آج تک کابینہ نے، چالیس دن گزر گئے، خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کے لیے کوئی اجلاس منعقد کیا؟ نوٹ کر لیجیے۔ جب سے آپ نے عنان حکومت سنبھالی ہے، آج تک چالیس بیالیس دن گزر گئے، خارجہ پالیسی پر review کے لیے کوئی اجلاس طلب نہیں کیا۔ نمبر ایک۔ نمبر دو جناب چیئرمین! نئے اٹارنی جنرل کا قیام ابھی تک عمل میں نہیں آیا۔ یہ اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے۔ یہ بارہ اپریل ۱۹۹۹ء سے شروع ہے۔ نمبر تین سوائے بلوچستان

کے جناب چیئرمین! آپ نے کسی صوبے میں کوئی گورنر تبدیل کیا؟

نہ وہ بدلے نہ دل بدلا نہ دل کی آرزو بدلی
میں کیسے اعتبار انقلاب آسماں کر لوں

میں یہ کیسے مان لوں کہ ہماری خارجہ پالیسی بھی change ہو رہی ہے ۔ ہماری داخلہ پالیسی بھی ۔ داخلہ پالیسی کی تو یہ حالت ہے کہ جب ہم وزیر داخلہ سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا اطلاع ہے کہ الیکشن cancel ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ جی مجھے تو پتا نہیں ۔ اب پارلیمنٹ میں اس کرسی پر بیٹھے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں اور پشتونخواہ صوبے کا وزیر اعلیٰ کہتا ہے کہ جی اس نے مجھے ٹیلیفون کیا ہے ۔ اب یہ ہماری پالیسیاں کہاں بن رہی ہیں جناب چیئرمین؟ داخلہ پالیسی کا یہ حال ہے کہ کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوا ۔ اسی تسلسل میں ' اسی ٹون میں' اسی لہجے میں' اسی حوالے سے ہم بات کر رہے ہیں جو بارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے ہیں ۔ داخلہ پالیسی' وہی پالیسیاں چل رہی ہیں ۔ گورنر ہمارے بدستور وہی ہیں ۔ بلوچستان کا انہوں نے change کیا ۔ عدلیہ کی بحالی ۔ آپ نے وعدہ کیا ۔ آپ نے میثاق جمہوریت پر دستخط کیے ۔ ابھی تک دستخط کی سیاہی خشک نہیں ہوئی' آپ کہتے ہیں کہ اعلان مری' اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ سیاسی بیان ہے ۔ اچھا سیاسی بیان' اس کا کیا مطلب ہے؟ سیاستدان جھوٹے ہوتے ہیں؟ یہ جملہ کہہ کر تو آپ نے سیاستدانوں کے منہ پر کالک مل دی ۔ سیاستدان تو قول کے پکے ہوتے ہیں ۔ سیاستدان تو عوام کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ سیاستدانوں کا ہاتھ عوام کی نبض پر ہوتا ہے ۔ سیاستدان تو یہ سمجھتے ہیں کہ (.... فارسی) آپ جس طریقے کا لباس پہن لیں' ہزار برقعے میں' ہزار نقاب میں ہوں' میں تو آپ کی رفتار سے پہچانتا ہوں کہ آپ کا کیا حلیہ ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں ۔ یہ جملہ کہہ کر میرا خیال ہے آپ نے سیاستدانوں کو دونوں ہاتھوں سے ملیاملیٹ کر دیا ہے ۔ اگر واقعی یہ آپ کے ساتھ ٹھیک ہوتے ۔ ۔۔یا تو آپ اس کی تردید کر دیں ۔ جناب چیئرمین! ایسے نہیں ہوتا۔ حکومتیں چلانے کے لیے آپ کو بڑا committed ہونا چاہیے ۔ آپ جب ایک بات کرتے ہیں ' اس بات کو آپ کو پورا کرنا چاہیے ' چاہے اس کے لیے آپ کو کوئی بھی قربانی دینی پڑے ۔ یہ کرسی آج ہے ' کل نہیں ہے ۔ ہم نے ایسی کرسی کو ایسی لات ماری جناب چیرمین! کہ آج تک تاریخ میں اسے سنہری لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ہمارا اور نیشنل عوامی پارٹی کا اتحاد تھا۔ ہم میں ایکا تھا۔ ہمارا

ایک معاہدہ تھا۔ جب بلوچستان میں ہماری نیشنل پارٹی کو حکومت سے ہٹایا گیا تو ہمارے عظیم قائد مفتی محمود رحمت اللہ علیہ نے کرسی کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دیا ۔ اس نے کہا مجھے نہیں چاہیے ایسی گورنمنٹ ، جس میں میرے حلیف کے ساتھ آپ اس طرح کریں ۔ جناب چیئرمین! یہ ہوتی ہے سیاست ۔ سیاست کے کچھ اصول ہوتے ہیں ۔ کچھ نظریے ہوتے ہیں، کچھ آشنائیں ہوتی ہیں، کچھ تمنائیں ہوتی ہیں، کچھ خواب ہوتے ہیں، جن کی تعبیر ہم سب پر فرض ہے ۔ ہم نے لوگوں کو خواب دکھائے ۔ ان کی تعبیر، ان کے خوابوں میں رنگ بھرنا، یہ ہمارا کام ہے ۔ صرف ایک جملہ کہنے کے لیے کہ جی ابھی تک ہم سوچ رہے ہیں ۔ کب تک سوچو گے؟ Now or never, do or die یہ وہ سٹیج ہے جی۔ میں نے آپ کو تھوڑا سا تاریخ کا حوالہ اس لیے دیا کہ آج ہم اس سٹیج پر آ گئے ہیں کہ اگر آج بھی ہم امریکہ کو انکار کر دیں، امریکہ کی اقتصادی حالت، جناب چیئرمین! آپ واشنگٹن پوسٹ پڑھیں، آپ نیویارک ٹائمز پڑھیں ، ان میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ کیا حالت ہے اور یہ جو اس وقت ---

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: دو منٹ میں ختم کر دیں تو پھر مغرب ....

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: بس جی میں ختم کر لوں گا ۔ میری دو باتیں ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تاریخی حقائق کچھ اور ہوتے ہیں۔ ان کو ہمیں دیکھنا چاہیے ۔ ان کو سمجھنا چاہیے ۔ ان کو پرکھنا چاہیے ۔ ہم ایک قوم ہیں ۔ بڑی قوم ہیں ۔ سولہ کروڑ کی ہماری قوم ہے ۔ ہمیں کسی سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ۔ میں کوئی جذباتی تقریر نہیں کر رہا کہ میں یہ کہوں کہ ہم بھوکے مر جائیں گے، پرواہ نہیں ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ لیکن جناب چیئرمین! عبدالرحیم مندوخیل صاحب کہہ رہے ہیں، واقعی repetition بری بات ہوتی ہے، بار بار ایک چیز کو دہرانا، گیدڑ کی سو سال کی زندگی، شیر کی ایک دن کی زندگی، لیکن اگر جناب چیئرمین! پیپلز پارٹی کے جوانوں کی لاشیں اس لیے گر گئیں کہ آپ بدستور اسی پالیسی پر ہیں جو ۱۹۹۹ء کی ہے، تو میں کہتا ہوں کہ ان شہیدوں کے خون کے ساتھ آپ غداری کر رہے ہیں ۔ جناب چیئرمین! خوش قسمتی بار بار دستک نہیں دیتی۔ ایک مرتبہ دستک دے کر انتظار کرتی ہے کہ آپ کیا کر

رہے ہیں۔ آپ کے پاس ایک گولڈن چانس آیا ہوا ہے ۔ آپ ایک دفعہ اپنے سر کو نفی میں ہلا دیں۔ میں بالکل ٹھنڈے مزاج کے ساتھ' میں کوئی جذباتی آدمی ہوں' نہ ہی میں جذبات میں تقریر کرتا ہوں' لیکن میں حقائق آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں' آپ انکار کیجیے' افتخار آپ کا نصیب ہو گا اور اللہ تعالیٰ آپ کا سر فخر سے اونچا کرے گا ۔ جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ہی و ما علینا الا البلاغ ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

Mr . Chairman: We adjourn for *Maghrib* prayers and will reconvene *Inshallah* at 07:30. p.m.

[The House was then adjourned for Maghrib prayers to meet again at 07:30 p.m.]

(The House reassembled after the Maghrib Prayers.)

Mr. Chairman: Mr. Anwar Bhinder.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں شروع میں ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ خارجہ پالیسی کا موضوع کسی قوم اور کسی پارلیمنٹ کے لیے نہایت اہم ہے۔ میں جس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں' اس جماعت نے اپنے پانچ سالہ دور میں ایک آزاد اور مثبت خارجہ پالیسی adopt کی اور اس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر اجاگر ہوا۔ مسئلہ کشمیر قومی لحاظ سے ہمارے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کو جس احسن طریقے سے پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے اجاگر کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔

ساری دنیا کو پتا چلا کہ واقعی مسئلہ کشمیر کوئی مسئلہ ہے جو ماضی میں دب کے رہ گیا تھا' وہ اجاگر ہوا۔ اس کے علاوہ دوسرے ممالک کے ساتھ جتنے بھی تعلقات استوار ہوئے' وہ بھی پاکستان مسلم لیگ کی موثر اور جامع خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہوئے۔ اقوام متحدہ یا دوسرے

ممالک خصوصاً امت مسلمہ کے ساتھ جو تعلقات پاکستان مسلم لیگ کے دور حکومت میں مستحکم اور اجاگر ہوئے وہ پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ اس وقت امت مسلمہ پاکستان کو ایک لیڈر کی حیثیت سے تسلیم کرتی تھی، اس لحاظ سے پاکستان مسلم لیگ کے دور حکومت میں اس کی خارجہ پالیسی ایک کامیاب خارجہ پالیسی تھی۔ اب حکومت بدل گئی ہے۔ نئی حکومت معرض وجود میں آئی ہے۔ اب نئی حکومت کی خارجہ پالیسی کی طرف قوم کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ ہم یہ توقع اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ وزیر خارجہ جو خوش شکل، خوش اخلاق اور خوش کردار ہیں، یہ تمام صفات ان میں موجود ہیں۔ ان صفات کے ہوتے ہوئے ہم توقع اور امید رکھتے ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی موثر اور زیادہ effective ہو گی اور ملک و قوم کے لیے زیادہ مفید ہو گی۔ اس وقت موجودہ حکومت پر تنقید نہیں ہو سکتی کیونکہ ابھی ان کو آئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے اور تنقید کرنا ہماری عادت بھی نہیں ہے اور نہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تنقید برائے تنقید کی جائے۔

جناب والا! ہماری چند گزارشات ہیں جو ہم ضرور کریں گے۔ ہم اپنی سابقہ پالیسی اور پارٹی کے منشور کے پیش نظر باتیں ضرور کریں گے جو کہ ہونی بھی چاہئیں، جن کی ہم ان سے بھی توقع رکھتے ہیں کیونکہ وہ ملک و قوم کے لیے مفید اور بہتر ثابت ہوئی ہیں۔ جناب! میں ان تجاویز کو دیتے ہوئے سب سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ خارجہ پالیسی کیسے تشکیل ہو، خارجہ پالیسی کیسے بنے اور وہ کیسے ملک و قوم کی عناضی کرنے والی پالیسی کہلائی جائے۔

جناب والا! خارجہ پالیسی، دفتر خارجہ میں تشکیل نہیں پانی چاہیے۔ ہماری خارجہ پالیسی ایسی ہو جو ہمارے عوام کے جذبات کی عناضی کرتی ہو اور اس کے لیے Parliament کا forum ہے۔ پارلیمنٹ میں خارجہ پالیسی discuss کرائی جانی چاہیئے۔ اس کا feed back Parliament سے لیا جائے، دونوں Houses سے لیا جائے۔ ابھی تک کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے جس کے تحت خارجہ پالیسی کو مرتب کرنے کے لیے عوام کے نمائندوں سے رہنمائی لی جاتی ہو۔

جناب! میں یہ تجویز کروں گا کہ National Assembly اور یہاں سینیٹ میں اس پر بحث کرائی جائے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب legislative work نہ ہو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ خارجہ پالیسی پر بات کر لو، health policy یا law and order

situation پر بات کر لو۔ جناب والا! اس کا ایک regular feature ہونا چاہیے۔ ہر مہینے میں ایک دفعہ کم از کم خارجہ پالیسی پر Minister Sahib کی ایک statement آنی چاہیے۔ Statement سے میری مراد یہ نہیں کہ اگر میں point of order raise کروں یا call attention notice دوں تو ان کی statement آئے بلکہ ایسے issues کے لیے پارلیمنٹ میں regular features ہوتے ہیں اور Minister Sahib اس کے لیے خود استدعا کرتے ہیں کہ میں ایک پالیسی statement دینا چاہتا ہوں۔ چلیے health کی نہ آئے' education کی نہ آئے' واپڈا کی نہ آئے لیکن میں یہ ضرور تجویز کروں گا اور توقع رکھتا ہوں کہ خارجہ پالیسی پر ہر مہینے ایک statement دونوں ایوانوں میں آئے گی اور جناب! وزیر خارجہ کو وہ statement دینی چاہیے اور ہر چار ماہ کے بعد یعنی سال میں کم از کم تین دفعہ اس پر regular بات ہونی چاہیے۔ خارجہ پالیسی ایک ایسا موضوع ہے جس پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر دو تین دن بحث کی جائے تو وہ بھی کم ہے۔ الحمد للہ National Assembly میں آپکے پاس 342 نمائندگان ہیں' وہ عوام کی آواز لیے ہوئے ہیں' عوام کا mandate لے کر آئے ہیں' ان سے پوچھیے کہ پالیسی کیا ہونی چاہیے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بڑے talented لوگ Foreign Office میں بیٹھے ہیں۔ Foreign Office کے لوگ قابل' لائق اور talented بھی ہیں لیکن جناب والا! یہی بات ہوتی تو پھر ان اسمبلیوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ جہاں تک عوام کی آواز اور خواہش کا تعلق ہے' وہ یہی لوگ جانتے ہیں جو ان ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' جو mandate لے کر آئے ہیں' جو ان کی آواز کو جانتے اور خواہش کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ کم از کم تین مہینے کے بعد ایک اجلاس میں اس پر بحث کرائی جائے' نیشنل اسمبلی میں بھی اور سینیٹ میں بھی تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو کہ عوام کی آواز کیا ہے۔ آپ کے نمائندگان جو کہتے ہیں اس کے پیش نظر آپ کی پالیسی کیا ہونی چاہیے۔ جناب! نہ صرف پالیسی کو بنایا جائے بلکہ ایوان کو بنایا جائے کہ آپ کی یہ خواہش تھی اور ہم نے یہ پالیسی adopt کی ہے۔ آپ کی خارجہ پالیسی اس وقت موثر اور عوام کی امنگوں کے مطابق ہو گی جب آپ اس پر debate کرا کے' اس House سے mandate لے کر پالیسی بنائیں گے۔

جناب! آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہمارے جناب مشاہد حسین سید جو کہ ہماری خارجہ پالیسی

کے چیئرمین ہیں، انہوں نے اپنی کارکردگی کی شاید 13 یا 17 رپورٹیں اس ایوان کے سامنے پیش کی ہیں لیکن آج تک کیا ایک report پر بھی بحث ہوئی ہے۔ جناب! کسی ایک report پر بھی بات نہیں ہوئی۔ ان رپورٹوں کا کیا فائدہ، ٹھیک ہے میں گھر بیٹھ کر وہ پڑھ سکتا ہوں لیکن اگر سینیٹ نے ان پر discussion نہیں کرنی تو ان کی افادیت نہیں ہوسکتی۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ خارجہ امور کے متعلق جو کارکردگی بھی ہماری سینیٹ کی کمیٹیوں کی ہوں وہ یہاں discuss ہوں تا کہ ان سے راہنمائی لی جا سکے۔

جناب! ہمارے interaction اور contribution کو پالیسی بناتے وقت اگر وزیر خارجہ مد نظر رکھیں تو پھر ان کی خارجہ پالیسی عوامی امنگوں کے مطابق تصور کی جائے گی۔

جناب والا! اب میں next point پر آؤں گا، وہ یہ ہے کہ ہم جس global world میں رہ رہے ہیں، ہماری خارجہ پالیسی کا محور اس کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہم نے isolation میں نہیں رہنا۔ ہم نے دوسرے ملکوں کے ساتھ نہ صرف اپنے تعلقات کو استوار کرنا ہے بلکہ ہم نے اس دنیا میں رہنا ہے۔ ہم نے world politics میں اپنا role ادا کرنا ہے۔ ہمیں world politics کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی policies کو بنانا ہے۔ ہم نے اپنی policy میں امریکہ، روس، چین، انگلستان اور یورپین یونین کو بھی دیکھنا ہے، ان سب کے ساتھ ہمارے تعلقات صرف خوشگوار ہونے چاہیئیں۔ ہم نے ایسی خارجہ پالیسی بنانی ہے جس سے ہمارے تعلقات کسی کے ساتھ خراب نہ ہوں، اصولوں کے مطابق ہوں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہماری خارجہ پالیسی ایسی ہوکہ ہمارے تعلقات تمام ممالک کے ساتھ برادرانہ، مساویانہ اور خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام پائیں۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ہمارے اپنے ہمسایوں کے ساتھ تعلقات زیادہ خوشگوار ہونے چاہیئیں۔

ہمارا ہمسایہ افغانستان، ہمارا ہمسایہ ایران، ہمارا ہمسایہ چین اور ہمارا ہمسایہ ہندوستان یہ چار ممالک ایسے ہیں جناب والا! دو اسلامی ممالک ہیں، ہمارے تعلقات ان کے ساتھ مذہبی لحاظ سے بھی ہیں، جغرافیائی لحاظ سے بھی ہیں، تہذیبی لحاظ سے بھی ہیں اور ہمیں ان کو زیادہ فروغ دینا چاہیے۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے وہ ہمارا برادر اسلامی ملک ہے، ان کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت cordial ہونے چاہیئں یہ جو پائپ لائن آ رہی ہے میں تو اس کا خیرمقدم کرتا

ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تعلقات میں یہ بھی ایک استواری ہے کہ یہ پائپ لائن بچھے گی، فائدہ بھی ہوگا اور تعلقات بھی استوار ہوں گے اور ایران کے ساتھ ہماری دوستی بہت دیرینہ ہے، کہاں RCD اور کہاں اتنے سال اور کہاں آج، ہمارے اس برادر ملک کے ساتھ پوری طرح سے اچھے تعلقات، خوشگوار تعلقات ہونے چاہئیں۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جی جناب! میں نے تو شروع کیا ہے۔ بہرحال مجھے احساس ہے کہ میں لیڈر نہیں ہوں، ممبر ہوں اس لیے میں وہی وقت لوں گا جو ممبران کو دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اس سے بڑھ گیا ہے۔ بارہ منٹ ہوگئے ہیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! میں عرض کروں کہ جہاں تک تعلق ہے افغانستان کا، افغانستان کو یہ احساس کسی طرح سے نہیں ہونا چاہیے کہ پاکستان کی طرف سے کوئی گلہ ہو اور کوئی شکوہ ہو اور پاکستان کو افغانستان سے نہیں ہونا چاہیے۔ افغانستان ہمارا اسلامی اور برادر ملک ہے۔ جناب والا! چین کے ساتھ ہمارے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ مجھے 1965 کی جنگ بھی یاد ہے کہ جب چین نے پاکستان پر کتنا بڑا احسان کیا تھا اور اس وقت سے لے کر آج ہر وقت میں اس کی دوستی tested دوستی ہے، اس کی اس دوستی کو ہمیں مدنظر رکھنا چاہیے اور چین کے ساتھ ہمارے ہر حالت میں تعلقات بہتر ہونے چاہئیں۔ پاکستان مسلم لیگ کے دور حکومت میں ان کے ساتھ بہت سے agreements ہوئے ہیں میں ان کا بھی خیرمقدم کرتا ہوں اور اس موجودہ حکومت سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان تعلقات کو اور زیادہ استوار کریں گے اور ان میں اور زیادہ استحکام آئے گا۔

جناب والا! مسئلہ کشمیر ہمارا ایک بہت اہم مسئلہ ہے اور ہماری رگ جان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو جس طرح پاکستان مسلم لیگ نے دنیا میں اجاگر کیا تھا ہم کہتے ہیں کہ یہ کریڈٹ لے لیں اور مسئلہ کشمیر کو حل کریں۔ یہی موجودہ حکومت کریڈٹ لے لے لیکن اس مسئلہ کشمیر کو حل کرے۔ ہندوستان سے تعلقات، ہم اس حق میں ہیں کہ وہ خوشگوار ہوں،

لوگ چاہتے ہیں کہ وہ تعلقات خوشگوار ہوں لیکن اس میں یہی مسئلہ ناقابل حل بنا ہوا ہے۔ اس کے متعلق بھی کوشش کی جائے۔ ہندوستان سے تعلقات بھی استوار کیے جائیں۔ کشمیر کا مسئلہ جس قیمت پر بھی حل ہو ہم وہ قیمت دینے کے لیے تیار ہیں۔ تعلقات کے لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ نہیں کہ اپنی sovereignty یا integrity کی بنا پر نہیں بلکہ تعلقات کی بنا پر اس مسئلے کو بھی حل کیا جائے۔ اقوام متحدہ میں اور باہر کے ہر فورم میں ' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں جناب وزیر خارجہ سے کہ جب بھی ہم نمائندگان بھیجتے ہیں' جب ہم delegations بھیجتے ہیں تو ہم خوش کرنے کے لیے یا accommodate کرنے کے لیے بھیجتے ہیں' competence کے لحاظ سے ' افادیت کے لحاظ سے وہاں کے resolutions کو جاننے کے لحاظ سے ہم وفود نہیں بھیجتے۔ جناب والا! مجھے بھی ایک دفعہ اقوام متحدہ میں جانے کا اتفاق ہوا تھا لیکن مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ پاکستان کی contribution وہاں تقریباً صفر تھی۔ وہاں ہماری کوئی contribution نہیں ہوتی۔ ہماری contribution planned طریقے کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے مسئلہ کشمیر کو ہر اجلاس میں اٹھانا ہے' جو annual meeting ہوتی ہے اس میں اس کو رکھنا ہے۔ ہمارے resolutions آئیں۔ ہندوستان کے آتے ہیں ' دوسرے ممالک کے آتے ہیں لیکن ہماری contribution اس میں نہیں ہوتی۔ وہ اس لیے کہ ہم plan نہیں کرپاتے۔ ہم اس کے ایجنڈے کو plan نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے آپ کا وہاں سفارتخانہ موجود ہے لیکن direction آپ کی ہے' direct آپ نے کرنا ہے اور وہاں معاملات کو آپ نے لے کر جانا ہے۔ اس کو اس طرح سے plan کریں' سیر کے لیے نہیں ' نمائندگان جو جانے چاہئیں competent جانے چاہئیں' سمجھ بوجھ والے جانے چاہئیں اور جناب! پھر مجھے اتفاق ہوا کہ میں نے وہاں امریکہ کے ایک نمائندے سے پوچھا کہ آپ کتنے سالوں سے یہاں نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ پچیس سال سے میں نمائندگی کر رہا ہوں۔ ہم جب پہلی دفعہ جاتے ہیں تو ہمیں کانفرنس روم کا پتا نہیں چلتا کہ ہم نے جانا کدھر ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے ' اپنی خارجہ پالیسی کو' اپنے روابط کو ' اپنے وفود کو آپ موثر بنانا چاہتے ہیں تو پھر ان لوگوں کو بھیجئے' سفارش کی بنا پر نہ بھیجیں ' سیر کے لیے نہ بھیجیں بلکہ ان کو بھیجیں جو contribute کرسکیں جو آپ کا نام روشن کرسکیں' آپ کا نام آگے لاسکیں۔

جناب والا! سفارتخانوں کی حالت کے بارے میں مجھے جو کم از کم اتفاق ہوا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں خواہ financial constraints ہوں لیکن آپ کی Embassies کی حالت بہتر نہیں ہے۔ وہاں ہمیشہ جب ہم جاتے ہیں تو یہی ہوتا ہے کہ financial constraints ہیں، وہ اپنے پروگراموں کی تکمیل نہیں کرسکتے۔ کوئی ایمبیسی چھوٹی سی کوٹھی میں واقع ہے اور کہیں پانچ آدمی ہیں، کہیں چار آدمی ہیں shortage of staff بھی ہے، shortage of accommodation بھی ہے، ان کو improve کرنے کے لیے کوشش کیجئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس اس سال financial constraints ہیں لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جب تک آپ کے سفارتخانوں کا image نہیں ہوگا، جب تک کہ آپ کے سفراء کام نہیں کریں گے، جب تک آپ کے کمرشل اتاشی کام نہیں کریں گے پاکستان کا image نہیں بن سکے گا۔ پاکستان کا امیج تب ہی بنے گا جب آپ ان کو پوری facilities دیں گے۔ کمرشل اتاشی کا balance of trade خراب ہے میں اس پر تنقید تو نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ بات بھی آپ کی توجہ طلب ہے کہ وہاں کمرشل اتاشی کی performance کیا ہے اور وہ کتنا کام کرتے ہیں اور کیسے وہ آپ کے balance of trade کو improve کرسکتے ہیں، اس کے متعلق بھی آپ کو توجہ دینا ہوگی۔ جہاں تک تعلق ہے OIC کا یہ ہماری آرگنائزیشن ہے اس کے متعلق بھی وزارت خارجہ کو خاص طور پر اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ امت مسلمہ میں جنرل پرویز مشرف کا ایک مقام ہے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایک مسلم لیڈر ہے اس بات کو قائم رہنا چاہیے اور اس بات کو آگے بڑھائیں، آپ آگے آئیں، زرداری صاحب آئیں، کوئی بھی لیڈر آئے لیکن امت مسلمہ میں ہمارا مقام ایسا ہونا چاہیے جو پاکستان کے شایان شان ہو۔ وہاں صرف اٹھنا بیٹھنا نہیں وہاں لیڈر شپ دیں، وہاں پروگرام دیں اور اس کو زیادہ فعال بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

جناب والا! سارک ممالک کے لیے آپ نے تنظیم بنائی ہے لیکن اس تنظیم کو زیادہ موثر بنانے کے لیے بھی اقدامات کرنے چاہئیں۔ جناب والا! باتیں تو بہت ہیں لیکن وقت کی constraint کی وجہ سے آپ بار بار دیکھ رہے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں۔ پھر بھی انشاء اللہ میں آپ سے استدعا کروں گا، آپ کی وساطت سے وزیرخارجہ صاحب سے بھی کہ زیادہ مواقع پیدا کریں

تاکہ ہم اپنی suggestions یا جو بھی ہمارے ذہن میں خیالات آئیں وہ آپ تک پہنچائیں۔ ہمارے سو خیالات میں سے اگر دو ' چار ' چھ جو بھی ہوں وہ آپ ضرور قابل عمل سمجھیں گے اور عوام اور پاکستان کے لیے مفید ہوں گے۔ میں ان گزارشات کے ساتھ اور اس امید کے ساتھ کہ آپ آئندہ آنے والے وقت میں ان نمائندگان کی سفارشات پر اپنی خارجہ پالیسی کو استوار کریں گے' اجازت چاہتا ہوں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: Thank you. گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین میرے پاس کتنا وقت ہے۔

جناب چیئرمین: آٹھ منٹ ہیں 'آپ دس منٹ لے لیں۔ پرانی باتیں نہ دہرائیں' نئی کوئی تجویز ہو تو بہتر ہے۔

سینیٹر گلشن سعید: ٹھیک ہے میں وہ نہیں دہراؤں گی اس لیے میں نے وقت پوچھ لیا ہے۔ چونکہ میں فارن کمیٹی کی رکن ہوں تو میں چند چیزیں نئے وزیر خارجہ صاحب کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں جو میں سمجھتی ہوں کہ ان کو پتا ہونی چاہئیں۔ میں دو ملکوں کے بارے میں خصوصاً بات کروں گی ایک انڈیا اور دوسرا افغانستان۔ انڈیا کے بارے میں ' میں یہ کہوں گی کہ 2003 سے ہماری ان کے ساتھ back door diplomacy شروع ہوئی ہوئی ہے۔ کافی وفود آتے جاتے رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے ملک میں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایسے ہے جیسے picnic منانا۔ وہ آتے ہیں' گفتگو کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو اصل مسئلہ تھا کشمیر کا' پچھلے دور میں وہ کچھ حد تک دب گیا۔ جس طرح ہمارے لوگ وہاں جاتے تھے اور اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے تھے' وہ معاملہ ختم ہوگیا۔ وہاں کے لوگوں پر بھی بڑی سختی ہوئی' آزاد کشمیر کے لوگوں پر بھی بڑی سختی ہوئی اور یہ زیادتی اس دور میں ہوئی جب کہ ہم انڈیا کے ساتھ CBMs کررہے ہیں' ہم تجارتی روابط بڑھا رہے ہیں تاکہ آپس میں ہمارے تعلقات اتنے اچھے ہوجائیں کہ ہم دوستی کی فضاء میں بیٹھ کر مسئلہ کشمیر حل کریں۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ انڈیا نے ہمارے ساتھ 1960 میں

سندھ طاس کا معاہدہ کیا تھا۔ اس نے اس معاہدے کی violation آج تک کی ہے۔ آدھے آدھے دریا بانٹے گئے تھے' ہمارے دریاؤں پر اس نے بند بنالیے ہیں۔ اس مسئلے پر اتنی meetings ہوئی ہیں' ادھر سے لوگ آتے ہیں' یہاں سے جاتے ہیں' انہوں نے بند بنا کر ہمارا پانی بند کردیا ہے۔ آج کل جو energy crisis ہے اس کی reason ہی یہ ہے کہ ہمارے سارے دریا سوکھ گئے ہیں۔ جب وہ ہماری بربادی کرنا چاہتے ہیں تو وہ پانی کھول دیتے ہیں۔ یہ ان کی بدنیتی ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ ہم ہمسایوں کی طرح امن سے رہیں۔ پاکستان نے ان کے ساتھ پچھلے چار پانچ سال میں بہت کوشش کی ہے کہ تجارت بھی کریں' آئیں جائیں بھی اور ان کے ساتھ اپنے معاملات جن میں سرکریک' سیاچن' بگلیہار ڈیم اورکشمیر شامل ہیں' ان معاملات کو طے کیا جائے۔

جناب والا! آپ کو بھی پتا ہے اور مجھے بھی پتا ہے اور سب کو پتا ہے' سیاچن میں روزانہ اربوں روپے کا خرچہ ان کا بھی ہوتا ہے اور ہمارا بھی ہوتا ہے۔ وہ جگہ no man's land تھی جس پر انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ ذرا سا برف کا ایک ٹکڑا بھی پاکستان کو نہیں دینا چاہتے۔ وہ اپنے لوگوں کو مروانا چاہتے ہیں اور ہمارے لوگوں کو بھی۔ آپ کو پتا ہے روزانہ وہاں frost bite کے کتنے cases ہوتے ہیں۔ کتنے فوجی برباد ہوتے ہیں' کتنا پیسہ خرچ ہوتا ہے مگر وہ اس کو بھی نہیں settle کرنا چاہتے۔ سرکریک کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ سب سے زیادہ ظلم ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے کہ چونکہ ان کے پاس کشمیر کی وہ زمین ہے جہاں سے ہمارے دریا نکلتے ہیں' انہوں نے دریاؤں کو بند کردیا ہے۔ میں خاص طور پر انڈیا کا اس لیے ذکر کر رہی ہوں کہ ان کے Prime Minister پاکستان کا دورہ کررہے ہیں' اس سے پہلے وزیر خارجہ آرہے ہیں۔ ہمارے وزیر خارجہ کو ان سے بات کرنے سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ان کے ساتھ ہم ضرور دوستی کریں گے' ہم اپنے دوست بدل سکتے ہیں ہمسائے نہیں بدل سکتے۔ ہماری یہ مجبوری ہے۔ انڈیا ہمارا ہمسایہ ہے' ہم ان سے دوستی کرنا چاہتے ہیں مگر اپنی integrity اور security کی قیمت پر نہیں۔ جو لوگ ہمارا پانی بند کردیں' آپ سمجھ سکتے ہیں وہ ہمارے ساتھ کتنے sincere ہیں۔ انہوں نے کیوں internationally اس چیز کی violation کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں اس سے بڑی زیادتی کوئی نہیں ہوسکتی۔ ہم ان کو international court میں بھی لے

کر گئے ہیں۔ انہوں نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے انڈیا کا ساتھ دیا ہے اور اس پر ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ انہوں نے آج تک کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

یہ سارے معاملات 2003 سے لے کر آج تک سردخانے میں پڑے ہیں۔ اب وہ تشریف لارہے ہیں اور وہ صرف اپنے مطلب کے لیے آرہے ہیں کہ ان کو ایران سے گیس چاہیے اور پائپ لائن پاکستان سے گزرے گی۔ جناب والا! انہوں نے ہمارے ساتھ آج تک جتنے بھی معاہدے کیے ہیں' ان پر انڈیا کبھی پورا نہیں اترا۔ اس لیے میں جناب وزیر خارجہ سے یہ التجا کروں گی کہ جو اس کا کرایہ ہے' جو اس پر ٹیکس لگے گا' وہ ہم ایران سے وصول کریں نہ کہ انڈیا سے۔ کیوں کہ ایک دفعہ لائن بچھ گئی تو انڈیا پھر violation کرے گا اور جھگڑا پڑ جائے گا۔ ہم تو ان سے کوئی تعلقات رکھنا نہیں چاہتے۔ یہ تین چار چیزیں جو میں نے کشمیر سمیت آپ کو بتائی ہیں' ان کی کوئی settlement ہو تو ہمیں ان کو راستہ دینا چاہیے ورنہ نہیں۔ چونکہ پاکستان کی حکومت سمجھتی ہے کہ یہ ہمارے فائدے میں بھی ہے' ہمیں بھی گیس ملے گی' ہمیں اس کی رائلٹی ملے گی' تو میرا خیال ہے کہ یہ معاہدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایران ہمارا برادر ملک ہے' ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہیے مگر ہمیں اپنی رائلٹی اور پیسہ ایران سے وصول کرنا چاہیے' انڈیا سے نہیں کیوں کہ انڈیا ہمارے ساتھ sincere ہے نہ کبھی رہے گا۔

یہ تین چار چیزیں جو میں نے آپ کو بتائیں معمولی نوعیت کی ہیں۔ سیاچن جو no man's land ہے اس سے دونوں فوجیں نیچے آجائیں' اس کو چھوڑ دیں۔ وہ نہیں چھوڑتے' وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اربوں روپے ہر مہینے' ہر روز ضائع ہوں۔ اپنے بھی وہ کروا رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں کشمیر تو دور کی بات ہے' ایک معمولی سا برف کا ٹکڑا' اتنا حصہ بھی نہیں دینا چاہتے' وہ اتنے strict ہیں اپنی security کے بارے میں اور ہم لوگ کدھر جارہے ہیں' ہم نے پانچ سال ضائع کردیے ہیں۔ انہوں نے ہمیں باتوں میں لگا کر سارے کشمیر کے borders پر باڑ لگادی ہے۔ ہمیں آنے جانے اور picnics میں انہوں نے مشغول رکھا اور ہوا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ 2003 سے اب تک کچھ بھی نہیں ہوا۔

انڈیا سے تجارت کی بات لوگ کرتے ہیں۔ ان کو فائدہ ہے' ان کا سامان آرام سے اچھی قیمت پر بک رہا ہے۔ ہم نے ان کو کیا export کیا ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت

ضروری ہے کہ انڈیا کے ساتھ تعلقات ہوں مگر برابری کی base پر۔ ان کی طرح ہم بھی atomic power ہیں، ہمیں ان سے ڈرنے یا دبنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ دوستی کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے وزیر خارجہ ان سے کہیں کہ جی یہ چھوٹے چھوٹے معاملات ہیں، آپ نے ہمارا پانی کیوں بند کیا ہوا ہے، آپ نے کیوں معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور ڈیم بنا کر ہمیں energy سے محروم کردیا ہے۔ ہمارے دریا خشک کر دیے ہیں، راوی بالکل سوکھ گیا ہے۔ آپ دیکھیے بربادی پھر گئی ہے۔ جب وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں سیلاب آجائے تو وہ پانی کھول دیتے ہیں۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہوں گی کہ سلامتی کونسل کی قرارداد کے مطابق کشمیر کے مسئلے کو بھی پھر سے اجاگر کرنا چاہیے۔ ہم کشمیر کے مسئلے کو سردخانے کی نذر نہیں کرسکتے۔ ہم انڈیا سے لڑائی جھگڑا نہیں چاہتے مگر ان کو اپنے ملک کے لوگوں کو خود ارادیت دینی چاہیے۔ انڈیا نے ہمارے ملک میں بہت زیادہ مشکلات پیدا کردی ہیں۔ پچھلے 35 سال سے ہم افغانستان کے لیے suffer کر رہے ہیں، ان کے refugees ہم نے سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کو ہم کھلا پلا رہے ہیں، یہاں سے سارا سامان افغانستان جاتا ہے۔ افغانستان ہمارا برادر ملک ہے۔ ہم نے ان کی معاشی اور ہر طرح سے help کی ہے۔ انڈیا نے وہاں پر اپنے قونصل خانے کھولے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک میں جتنے invaders آتے ہیں اس میں انڈیا involve ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں میں اپنے وزیر خارجہ کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں۔ ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ ان کے ساتھ بات چیت بالکل برابری کی بنیاد پر ہو اور کوئی سہولت انڈیا کو نہ دی جائے جب تک وہ ہمارے مسائل حل نہ کرے۔

تین چار روز پہلے کی خبر ہے کہ افغانی کیمپوں سے ہزاروں لوگ بھاگ گئے ہیں اور پاکستان کے مختلف حصوں میں پھیل گئے ہیں۔ جناب والا! ہماری آبادی کا کیا حال ہے؟ اس میں کتنے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے ہمارے ملک میں دھماکے کیے ہیں۔ ہماری سیکیورٹی کیا ہے۔ ہم نے ان کو پناہ دی ہوئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ملک واپس جائیں اور ہم نے ان کو بھیجنے کی کوشش بھی کی ہے مگر آج تک ایسا نہیں ہوسکا۔ جتنے ممالک کے ساتھ ہمارے problems ہیں، انہیں ہمیں deal کرنا چاہیے۔

جناب والا! ایران کے ساتھ کتنی سختیاں کی گئیں۔ وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور آج وہ کامیاب ہیں۔ ہمیں ان کا ساتھ دینا چاہیے as a brother country اور ہمیں pipeline کے معاملے میں بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے لیکن اپنا فائدہ ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔

جناب والا! میں بات کروں گی foreign missions کی جو پاکستان سے باہر ہیں۔ پاکستان کی بڑی بدنامی ہوتی ہے جب باہر کے ملکوں میں ہمارے foreign missions میں----- سپین میں ایک حادثہ ہوا تھا' 2,200 passports گم ہوگئے تھے' آج تک کوئی رپورٹ نہیں آئی کہ وہ کہاں گئے۔ ویزے لگے لگائے' اس کی رپورٹ منگوائی جائے۔ اس سے پہلے مختلف ملکوں میں ہمارے پندرہ بیس لوگ گم ہوگئے' وہ آج تک نہیں ملے۔ یہاں سے کوئی اسلامی مشن لے کر گئے تھے' ان بے چاروں کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمارے پاکستانی کسی غلط بات پر باہر پکڑے جاتے ہیں تو ہمارے missions کو چاہیے کہ وہ ان کی مدد کریں۔ وہاں کے جو لوگ ہیں' ان کی مدد کریں۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات بہتر کریں' ان کے ساتھ تجارت بہتر کریں' وہاں کے پاکستانیوں کی مدد کریں جو کہ نہیں ہوتی۔ ہم دوروں پر جاتے ہیں' ہمیں ہزاروں شکایتیں موصول ہوتی ہیں۔ لوگ روتے ہیں۔ خاص طور پر ملائیشیا میں ہم گئے تو اتنی miserable condition تھی وہاں پر جس کا کوئی حساب نہیں۔ وہ لوگ روتے تھے کہ ہمیں واپس لے جائیں' ہم پیسے دے کر آ تو گئے ہیں لیکن یہاں ہمارا کوئی پرسان حال نہیں۔ Mission والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں' ہم کہاں سے ان کو tickets لے کر دیں۔ اس طرح کے جو مسائل ہیں' جناب قریشی صاحب! آپ ان لوگوں سے رپورٹس منگوائیں ہر مشن کی' ہر ملک کے مشن کی اور دیکھیں کہ ان کی کیا problems ہیں اور ان کو آہستہ آہستہ address کریں اور یہ معاملات ٹھیک کریں۔

میں سمجھتی ہوں کہ باہر کے ملکوں میں سفارتی مشن ہی پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں' وہی پاکستان کے تعلقات میں بہتری پیدا کرسکتے ہیں' اپنے لوگوں کا خیال کرسکتے ہیں-----

جناب والا! میں نے دس منٹ سے بھی کم وقت لیا ہے۔ آئندہ بھی وعدہ کرتی ہوں کہ آپ مجھے موقع دیں گے تو میں وقت کا خیال رکھوں گی۔ لمبی تفصیلات میں' میں نہیں جاتی to the point بات کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ جیسے نام دیں گی آپ کو موقع ملے گا اور ضرور ملے گا۔

سینیٹر گلشن سعید: یہ دو چیزیں میرے ذہن میں تھیں ہمارے ملک کی security کے حوالے سے۔ تیسری بات میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ nuclear issue کے بارے میں آج تک جو ہماری policy رہی ہے، ہمیں اس پر قائم رہنا چاہیے۔ کسی کو آ کر یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ ہم اس کی look after کریں گے۔ امریکہ نے بہت threats دی ہیں، ان کو دیکھا جائے، ان پر غور کیا جائے۔ ہم نے nuclear capability خود حاصل کی ہے اور یہ ہمارے assets ہیں، ہماری security ہے۔ ہم اس کو خود look after کر سکتے ہیں۔ We are quite capable of doing that. ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی کوئی بھی threat جو امریکہ کی طرف سے آئے اس کا بالکل notice نہ لیا جائے اور اپنے مؤقف پر قائم رہا جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر عبدالمالک کل بولیں گے۔ اچھا۔ نعیم حسین چٹھہ آپ بولیں گے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ Foreign Policy کے حوالے سے بہت ساری اچھی اچھی باتیں ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ 9/11 کا واقعہ پوری دنیا پر اثرانداز ہوا۔ اس وقت کی پاکستانی حکومت نے ایک مستحسن فیصلہ کیا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف اتحادی بنیں گے اور اس پر عمل کریں گے کیونکہ امریکہ اس وقت بہت جذباتی اور جوش میں تھا، پاکستان کی صورتحال یقیناً کمزور تھی۔ پاکستان کی situation افغانستان یا عراق سے یقیناً different ہے۔ پاکستان اس وقت انکار کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ policy ٹھیک رہی، لیکن اب چونکہ حالات بدل چکے ہیں اور کافی سارا نقصان خاص طور پر افغانستان اور ہمارے Tribal areas,FATA and province of N.W.F.P میں ہوا ہے جو کہ ہمارے لئے تشویشناک اور افسوسناک ہے۔ عوام نے گزشتہ انتخابات میں ان پارٹیوں کو مسترد کر دیا جو امریکی پالیسیوں کی حامی یا امریکہ نواز پارٹیاں سمجھی جاتی تھیں ان پارٹیوں سے انہوں نے تھوڑی سی دوری بلکہ کدورت کا اظہار کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری قوم کا بہت ہی اچھا فیصلہ ہے، in these circumstances کہ ہمارے

اپنے بھائیوں کی FATA میں Tribal Areas میں، صوبہ سرحد میں اور افغانستان میں بہت ساری قیمتی، معصوم اور بے قصور جانیں ضائع ہوئی ہیں، جس کا کوئی جواز نہیں تھا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی foreign طاقت افغانستان میں لڑائی پاکستان کی امداد یا اعانت کے بغیر نہیں لڑ سکتی، یہ الگ بات ہے کہ کوئی جیت سکتا ہے کہ نہیں، میرے خیال میں اس دفعہ بھی باوجود یہ کہ وہ اس دنیا کی واحد super power ہے وہ بھی جیت نہیں سکے گی، لیکن جتنی زبوں حالی اور جتنا ظلم وستم ہو رہا ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔ اس لحاظ سے اس public mandate کو سامنے رکھتے ہوئے قوم نے ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے کہ ہم امریکہ کے ساتھ بیٹھ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں کہ ہماری قربانیاں بہت زیادہ ہیں، لیکن آپ کا ظلم وستم بھی بڑھ رہا ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے کی بجائے دہشت گردی پھیل رہی ہے۔ اب تو یہ ہمارے کراچی، لاہور اور اسلام آباد تک پھیل گئی ہے۔ بہت سارا نقصان ہم نے کیا ہے۔ لہذا اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی اس policy پر نظر ثانی کریں۔ اس mandateکے مطابق، public کے مفاد کے مطابق امریکہ کو بتایا جا سکتا ہے کہ ہماری قوم یہ چاہتی ہے، ہم اس طرح نہیں کریں گے۔ ہمارے mutual respect پر relations ہونے چاہییں۔ اس کے ساتھ ساتھ جتنا کشمیر میں نہتے کشمیریوں پر ظلم ہو رہا ہے، ان کا کوئی قصور نہیں ہے، صرف وہ اپنا حق خود ارادیت مانگتے ہیں جو انڈیا نے خود request کر کے Security Council کو guarantee دی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں مانگتے ہیں، لیکن وہاں پر انسانی حقوق کی اتنی violation ہو رہی ہے اور انڈیا وہاں پر اپنی طاقت کے بل بوتے پر، آنکھیں بند کر کے، یہ ظلم وستم کر رہا ہے مگر پھر بھی پاکستان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، اس کی پامالی ہو رہی ہے۔ اسرائیل میں جو ظلم ہو رہا ہے، انڈیا کشمیر میں جو کر رہا ہے وہاں ان کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حد درجہ کا ظلم، حد درجہ کی بدیانتی، حد درجہ کی بے انصافی ہے۔

جناب والا! اس نئی حکومت کو اللہ نے اور اس عوام نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس policy پر نظر ثانی کریں۔ اس میں اپنے مفادات اور اپنی مغربی سرحد پر نگاہ رکھیں۔ ہمارے تعلقات خراب بھی ہوتے تھے لیکن آج تک پاکستان

کی مغربی سرحد افغانستان کی طرف سے کبھی کوئی نقصان، کوئی تکلیف، کوئی harm نہیں ہوا۔ لیکن ہماری وہ سرحد بھی متنازع ہے، خوفناک ہے، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کچھ بھی ہو، ٹھیک ہے Durand Line اس میں ہے لیکن وہ ہمارے بھائی ہیں، وہ ہمارے بغیر اور ہم ان کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بنیادی پالیسی یہی ہونی چاہیے۔ یہ مستند حقیقت ہے کہ دوست بدلے جا سکتے ہیں مگر پڑوسی نہیں بدلے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پڑوسی صرف پڑوسی ہی نہیں ہیں بلکہ ہماری ملت واحدہ کا حصہ ہیں۔ اس میں افغانستان ہے، ایران ہے۔ اس کے علاوہ چین ہمارا پڑوسی ہے۔ آج تک جس طرح انہوں نے ہمیشہ نہایت وفاداری اور خوداعتمادی کے ساتھ، عزت کے ساتھ پاکستان کا ساتھ دیا ہے وہ بھی قابل تحسین ہے۔ اس کو بہتر بنانے کے لئے بھی ہمیں مزید کوشش کرنی چاہیے۔ چونکہ انڈیا اور اسرائیل دو ایسے ممالک ہیں جو anti Islam ہیں اور anti Islam میں بھی سب سے زیادہ anti Pakistan ہیں۔ ازلی طور سے وہ پاکستان کے دشمن ہیں۔ ان پر کسی صورت reliance یا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

امریکہ چونکہ دہشت گردی کی جنگ میں بہت زیادہ آگے جا چکا ہے۔ دراصل اسلام کے خاتمے کے لئے کہیں نعوذباللہ یہ بات نہ ہو، مگر ان کے ذہن میں یہی ہے کہ ہم اسلام کو ختم کریں یا کمزور کریں یا اس کو بدنام کریں۔ ہمیں اس پس منظر میں اپنی موجودہ پالیسی پر نظر ثانی کرنی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں امریکہ کے ساتھ تعلقات ضرور رکھنے چاہییں، چونکہ وہ super power ہے اور شروع سے لے کر آج تک ہمارے اس کے ساتھ تعلقات ہیں۔ لیکن موجودہ حالات کے مطابق انہیں اپنی ضروریات، اپنی اہمیت اور اپنی مجبوریوں کا ذکر کرتے ہوئے اس سے ہمیں--- کشمیر کے متعلق کم از کم جو ظلم وستم ہو رہا ہے اس کے لئے کوئی اچھے اور منصفانہ حل کے لئے ہمیں انہیں pressurize کرنا چاہیے، تاکہ جلد از جلد ہمارا یہ مسئلہ حل ہو سکے۔ اس طرح یہ foreign policy کی ایک بہت بڑی کامیابی ہو گی۔

اس کے ساتھ ساتھ پڑوسی ممالک کے ساتھ بہت ہی اچھے تعلقات، بڑے ہی قابل اعتماد تعلقات ہونے چاہییں، لیکن OIC اور مسلم ممالک جن کے ساتھ ہمارا ایک لازوال رشتہ ہے ان کے ساتھ بھی تعلقات کو مضبوط کرتے ہوئے، ان کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے۔ West کو annoy کئے بغیر ہمیں اپنی Central Asian Muslim States یا ہمارے OIC کے عرب

ممالک ہیں، ہمیں ان پر خاص طور سے توجہ دینی چاہیے۔ ہماری معیشت، ہماری تجارت، ہماری mutual respect اور خوشحالی اس بات کی غماض ہے، اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ ہمیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان اسلامی ممالک سے رابطے رکھنے چاہییں اور چونکہ جو ultimately نظر آ رہا ہے وہ Islam vs غیر اسلامی قوتوں نے کل بھی، آج بھی، نبرد آزما ہونا ہے، ہمیں اس کا پیش از وقت ادراک کرتے ہوئے اس پالیسی کو مرتب کرنا ہو گا۔

اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ کے زیر اثر رہتے ہوئے جتنی قربانی ہم نے دی ہے، جس طرح ہم front line state ہونے کی حیثیت سے لڑے ہیں اس طرح کسی ملک نے اتنی قربانی اور اتنا ساتھ نہیں دیا اس کے باوجود بھی کہ اس دہشت گردی کی وجہ سے ہماری اپنی existence at stake ہے۔ ہماری اپنی عزت، قوت اور اعتماد جو بھائیوں کے ساتھ صدیوں سے چلا آ رہا تھا افغانستان اور ایران کے ساتھ، وہ بھی مشکوک ہوتا جا رہا ہے۔ تو لہذا یہ ہماری بنیادی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم اس موقع اور مینڈیٹ سے فائدہ لیتے ہوئے، اپنی پالیسی پر نظرثانی کرتے ہوئے، اسلامی ممالک کی بہتری اور پڑوسیوں کی عزت افزائی اور ان پر اعتماد کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے کام کریں۔ بے شک میں سمجھتا ہوں کہ اچھی diplomacy یہی ہے کہ آپ امریکہ، west or european countries کو بالکل نظرانداز نہ کریں۔ میں سمجھتا ہوں پاکستان مسلمان ملک اور نظریاتی ملک ہے۔ یہ کسی کا کوئی حق غصب نہیں کرنا چاہتا۔۔۔۔۔۔۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں خود اپنے حقوق کی نگرانی کرنی چاہیے اور ہمیں باعزت زندگی گزارنے کے لئے اپنی پالیسی کو مرتب کرنا ہوگا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: مولانا راحت حسین صاحب۔

سینیٹر مولانا راحت حسین: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی)

جناب چیئرمین! اس اہم مسئلے پر آپ نے مجھے کچھ بولنے کا وقت دیا۔ جناب! میں

ماہر بھی نہیں ہوں کہ اس حوالے سے کچھ بات کہہ سکوں۔ بہرحال ہر انسان کا اپنا مافی الضمیر ہوتا ہے۔ جو اپنے ملک، اپنی عزت و آبرو اور بقاء کے لئے سوچ لیتے ہیں اور پھر اپنی رائے اور اس سوچ کو مقتدر حلقوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے اور قرآن کریم کی تعلیمات بھی ہیں۔(عربی)

جو اچھی اور بھلائی کی باتیں ہیں ان کو آپ منتخب کرلیں اور لے لیں اور جو برائی کی باتیں ہیں اس میں ایک دوسرے سے تعاون بھی نہ کریں بلکہ اس سے اجتناب کریں۔ یہ ایک مسلمہ قاعدہ اور اصول ہے۔ جو اللہ رب العالمین نے وضع کیا ہے۔ ہمارا مذہب بھی چونکہ یہاں سارے پاکستان میں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا فقہ ہے اور ان کے ماننے والے زیادہ ہیں، ان کا مسلک بھی یہ ہے کہ ہر مسئلے میں احتیاط برتی جائے۔ جناب والا! پچھلی حکومت میں بلکہ اس سے بھی پہلے ۱۹۹۹ میں یہاں ایک جمہوری حکومت کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد یہاں ایک فرد واحد نے اقتدار سنبھالا، اور پھر اس نے جو پالیسیاں ترتیب دیں، انہی پالیسیوں کو اس نے مملکت کی پالیسیاں قرار دے دیا۔ پھر انہی پالیسیوں کے ردعمل میں پاکستان کا image باہر کی دنیا میں بھی، اور پاکستان کے اندر بھی ایک دہشتگرد ملک شمار کیا گیا۔ یہاں دہشتگرد ہیں اور دہشتگردی ہے، یہاں انتہا پسندی ہے۔ اس سے پہلے افغانستان میں ایک حکومت طالبان کے نام سے آئی۔ یہ دنیا کا اصول ہے کہ حکومتیں آتی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے مسلم لیگ (ق) کی حکومت تھی، آج اتحادی حکومت ہے۔ طالبان کی حکومت سے پہلے مجاہدین کی حکومت تھی۔ اس سے پہلے ڈاکٹر نجیب، ببرک کارمل اور حفیظ اللہ امین تھے۔ امریکہ میں بھی آج بش کی حکومت ہے کل کسی اور کی حکومت ہوگی۔ تو افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی اور ان کا نام امارت اسلامی افغانستان تھا، اور پاکستان نے ان کو تسلیم کر رکھا تھا۔ تو اگر آج ہم اسی فلور سے ان کو دہشتگرد کہہ رہے ہیں، ان کو اس وقت تسلیم کیا گیا تھا جب یہاں میاں صاحب کی ایک جمہوری حکومت تھی۔ اگر ہم اس کو دہشتگرد کہہ دیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ماننے والا، وہ بھی دہشتگرد، جو تسلیم کرنے والا وہ بھی دہشتگرد ہوگا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہم نے ان کو training دی، یہ الزامات اپنی حکومت اور اس کے اداروں پر لگائے جا رہے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ استاد بھی دہشتگرد ہے۔ تو آپ ایک حکومت کو تسلیم کرتے ہیں پھر اس کو نام بھی دیتے ہیں

کہ یہ دہشتگرد ہے۔ میرے خیال میں یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

بہرحال ان حکومتوں میں سے کوئی بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس نے پاکستان کے ایک بھی باغی کو پناہ دی ہے۔ جس طرح پہلے ہوا کرتا تھا جو خودساختہ جلاوطنیاں ہوتی تھیں اور طالبان سے پہلے زمانے میں اتنے bomb blast پاکستان میں خصوصاً صوبہ سرحد کے اندر ہوئے تھے لیکن طالبان کی حکومت کے دوران یہ عمل نہیں ہوا۔ آٹھ سال پہلے آپ قبائل میں دیکھیں آج کی حالت نہیں تھی۔ لیکن جب ۱۹۹۹ء کو ایک منتخب حکومت کو ختم کیا گیا اور پھر افغانستان اور قبائل میں آگ اور خون برسایا گیا' اس پر آگ کے شعلے برسنے لگے تو وہاں ان کا ردعمل ہوگا۔ جتنا عمل جرم کا ہوگا تو ردعمل بھی اسی طرح کا ہوگا۔ اگر ہم مجرمانہ حرکت کرتے ہیں تو پھر کسی اور سے توقع کرنا کہ وہ یہ جرم نہ کرے یہ بے وقوفی ہے۔

جناب چیئرمین! قبائل اور قبائلی علاقوں میں جب حالات خراب ہوئے تو یہ میرے خیال میں فرد واحد کی پالیسی تھی جس کو آج ہم پاکستان کی پالیسی شمار کرتے ہیں۔ یہ مملکت کی پالیسی نہیں ہے اور مملکت ایک فرد کی جاگیر نہیں ہوا کرتی۔ مملکت سارے باسیوں کی مملکت ہے۔ آپ کسی پالیسی کو بناتے ہیں اور پہلے بھی ہم اسی ہاؤس میں یہ کہہ چکے ہیں بار بار' اور ہمارا لیڈر آف دی ہاؤس جو اس وقت لیڈر آف دی اپوزیشن تھے' ہم نے اس وقت یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ اگر افغانستان یا کسی اور ملک میں یا پاکستان کے اندر یہ عمل کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم اس کو پارلیمنٹ کے سامنے لایا جائے۔ اگر ساری پارلیمنٹ اس پر بحث نہیں کرسکتی تو اس کے لئے پارلیمنٹ کے ممبران بشمول قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبران پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جائے' ہم نے اس وقت بھی یہ واویلا کیا تھا کہ آپ پارلیمنٹ کو بالائے طاق نہ رکھیں۔ کیونکہ یہ قانون ساز ادارے ہیں۔ جب آپ ان کو بائی پاس کرکے پالیسیاں تشکیل دے کر اس کو مملکت کی پالیسی قرار دے دیں تو میرے خیال میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ فرد واحد کی اپنی خواہشات پر مشتمل پالیسیاں ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک دہشتگردی کا تعلق ہے ابھی تک ہماری سمجھ سے اس کا مفہوم بالاتر ہے۔ ایک طالبعلم کی حیثیت سے کوئی ہمیں بھی یہ سمجھائے کہ جہاد اور دہشتگردی میں کیا فرق ہے؟ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ نماز کے لئے مسجد جا رہا ہے یا امریکہ میں

بندہ عبادت کے لئے چرچ میں جا رہا ہو، راستے میں کوئی سامراج، یا کوئی طاغوت یا کوئی بدمعاش اس کو روکے کہ آپ مسجد میں اور گرجے میں نہ جائیں، اس کا جھگڑا ہو جائے تو آپ ہی ہمیں بتائیں کہ منع کرنے والا دہشت گرد ہوتا ہے یا جانے والا دہشت گرد ہوتا ہے۔ ہم اپنے دین پر عمل کرتے ہیں، کوئی ہمیں روکے تو روکنے والا دہشت گرد ہوتا ہے۔ امریکہ دنیا کے اندر سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ وہ ہمیں روک رہا ہے، ہم اپنے دین پر عمل کر رہے ہیں، کوئی راسخ العقیدہ مسلمان ہے، کوئی کمزور عمل کا مسلمان ہے لیکن مسلمان تو ایک ہی ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین! دہشت گردی کی رٹ لگا کر عالم کفر اور طاغوتی اور سامراجی قوتوں کا یہ ایک سلسلہ ہے، ان کی پالیسی ہے کہ جہاد کو دہشت گردی میں convert کیا جائے اور اس کو دوسرا نام دہشت گردی کا دیا جائے۔ ساری دنیا کے اندر، آپ عراق میں دیکھیں، عراق میں صدام حسین کی حکومت، اس کے باوجود کہ ہمارا اس کے ساتھ کتنا اختلاف یا اتفاق تھا، وہ دوسری بات ہے لیکن صدام کی حکومت میں امن تھا یا آج امن ہے۔ افغانستان میں پہلے امن تھا یا آج امن ہے۔ فلسطین کی حالت کو آپ دیکھیں، صومالیہ کو دیکھیں، دنیا کے کسی بھی خطے میں امن خراب ہوا ہے تو سپر طاقت کے ہاتھوں خراب ہوا ہے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں جب افغانستان پر روس نے حملہ کیا اور وہاں اس کی فوجیں تھیں تو پاکستان سے بھی کچھ لوگوں نے ان کی حمایت کرنی شروع کر دی اور جب وہاں پچیس ہزار پشتون کابل کے شہر میں ایک دن میں قتل کیے گئے، بعض مہاجر ہوئے تو ان کو بھگوڑوں کا خطاب ملا اور جب روس کے فوجی آئے تو ان کو مجاہدین کہا گیا اور آج امریکہ کے فوجی از خود آئے، نیٹو کی فوج آئی تو افسوس کی بات ہے کہ ایسے کالے چشمے لوگوں نے لگا رکھے ہیں کہ بش کو پختون اور ملا عمر کو انگریز کہہ رہے ہیں۔ بش ان کو پختون نظر آ رہا ہے اور ملا عمر ان کو انگریز نظر آ رہا ہے۔ یہ بات نہیں سمجھ رہے۔

جناب چیئرمین! ہمارا پاکستان ایک آزاد اور خودمختار ملک ہے۔ جب آپ ہم سے یہاں حلف لے رہے ہیں، تو کیا ہم اپنے حلف کی پاسداری کرتے ہیں، ہم آئین کی پاسداری کرتے ہیں؟ اس ملک کے آئین کو جو اسلامی نظریے کے تحت بنایا گیا اس کو بازیچہ اطفال بنایا گیا۔

آٹھ سالوں کے اندر اس کو اپنا ذاتی صحیفہ سمجھ کر ' ڈائری سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق اس کو روند ڈالا گیا۔ ایک دفعہ یہاں جب ایس ایم ظفر صاحب کی کتاب آئی تو میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ ایس ایم ظفر صاحب! آپ اپنی کتاب کا خیال رکھیں ایسا نہ ہو کہ اس کے اندر بھی ترمیم آ جائے۔ جناب والا! ہمارا آزاد اور خود مختار ملک ہے اس کی آزاد خارجہ پالیسی ہونی چاہیے۔

جناب والا! آخر میں سفارت خانوں کے حوالے سے بہت سی باتیں ہوئی ہیں' باہر ممالک کے سفیر جو پاکستان میں ہوتے ہیں ان کے سفارت خانے اپنے ملک کی پالیسیاں یہاں ہمارے ملک میں اور دنیا میں اجاگر کر رہے ہیں۔ آپ کے توسط سے وزیر خارجہ صاحب سے درخواست ہے کہ ہمارے باہر جتنے بھی سفراء ہیں وہ پاکستان کے نظریے' ثقافت' تہذیب کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی بھرپور توانائیاں صرف کریں۔

جناب والا! آخر میں عرض کروں گا کہ یہ coalition government ہے' یہ چالیس دنوں کے اندر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکی لیکن ہماری خواہش ہے کہ جو آٹھ سال کی خارجہ پالیسی ہے یا اس کا تسلسل ہے یا ظالمانہ پالیسی ہے اس کو انشاء اللہ العزیز ہم قائم نہیں رکھیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ حکومت اس پالیسی میں کچھ رد و بدل لائے گی تاکہ اس ملک اور قوم کے لیے کوئی روشنی کی کرن نظر آئے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. I think, we conclude for the day and I still have around 15 names and they all want to speak. So we should start earlier tomorrow because 12.15 will be the Friday Azan, we will have to conclude by then. I think 9.30 will be the right time to reconvene.

سینیٹر میاں رضا ربانی : ساڑھے نو بجے کا اگر رکھیں گے تو پھر we will start at ten.

Mr. Chairman: We will try to start on time. I request the members to be on time and again we will make the request to the members tomorrow that they must be precise, to the point and brief. So, we adjourn now to meet *Insha Allah* tomorrow at 9.30 a.m.

سبحان ربک رب العزت عما یسفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین۔

[The House was then adjourned to meet again on Friday, 9th May, 2008 at 9.30 a.m.]